

مَقَامَتُهَا الْبَيْضَاءُ

المسماة

امثال التكميل

لما في

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الثاني



مكتبة مانيسا

فون ٤٢٢٢٦٩ اردو بازار لاهور ٤٢٢٨٩٤٤ فون

الجزء الثاني

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے، موسوم بحجیر العرب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔ طبقہ اولیٰ کو عرب باندہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو قائم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب کے زمین پر موجود ہیں۔ طبقہ ثانیہ عرب عاریہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب قحطان تک پہنچتا ہے۔ قحطانیہ کا اصل وطن مسکن یمن ہے۔ اہل یمن و بادشاہان یمن سارے اولاد قحطان ہیں۔

طبقہ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ عدنانیتیں کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے سائے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلہ نسب اسمعیل تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جَدِ اعلیٰ ہے۔ لہذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم ہرین باندہ و باقیہ۔ باندہ کی نسل قائم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر ہو جو ہو تو وہ عام و مستعرب ہیں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسم ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہو گئے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فرج ذلک ان شئت التفتیل۔

بیان عرب باندہ عرب باندہ کے بعض قبائل ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ باندہ کے قبائل یہ ہیں عاد و ثمود۔ ہم جد امیم جاکم۔ عیسیٰ عبد بن مخم۔ جرہم اولیٰ۔ عمالقہ۔ و حضوا۔ اربع قبایح الطبری ج ۱۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب باندہ سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ام بن سام نوح دوم لاؤدین سام بن نوح۔ سوم ارفخشذ بالذوال قبیل بالذال المملۃ ابن سام بن نوح۔ کدانی المعارف لابن قتیبہ ص ۱۱۱۔ فاما عاد و حضوا۔ بن عوض بن ادم بن سام بن نوح علیہ السلام و کانوا لیدلوا

الحقاف من الرول فارس ل الله اليهم هو اعليهم السلام واما ثقف فهو ثقف بن عابرون بن سام بن نوح عليه السلام وكانوا ينزلون الحجر فارس ل الله اليهم اخاهم صالحا عليا لسلام واما طهم جد ايس في ابناء لاود بن سام بن نوح عليه السلام وقرالو اليها (لاؤد بالذال الدال المهملة)۔

واما اخوها عمليق فهو عمليق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح عليه السلام نزل بعضهم بالحجر وبعضهم بالشام وجمع عمليق عمالقته فالعالمقة امم تفرقتوا في البلاد ومنهم فراعنة مصر والجبايرة ومنهم ملوك فارس واهل خراسان۔ كذا في المعارف لابن قتيبة ص ۱۱۰۔ اس كتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراہج ذلک۔

فرعون موسیٰ و فرعون ابراہیم و فرعون یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مولانا محمد بن صہیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب الحجر۔ ص ۲۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنة وهم ثلاثۃ نفر اولهم سنان بن الاشث بن علوان بن العبيد بن عزمج بن عمليق بن يلع بن عابرون اسليحا ابن لود بن سام بن نوح عليه السلام ويكنى اباعباس وهو فرعون ابراهيم عليه الصلاة والسلام۔ والثاني الريان بن الوليد بن ليث بن فارس بن عمران بن عمرو بن عمليق بن يلع وهو فرعون يوسف عليه السلام۔ والثالث الوليد بن مصعب بن ابي اھون بن الھلوات بن فارس بن عمران بن عمليق بن يلع وهو فرعون موسى عليه السلام قال العلاء قيل كان فرعون يوسف جد فرعون موسى عليهما السلام واسمه فرعون انتهى۔ معارف و محجز کی عبارتوں میں باعتبار اسما وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتب تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب و بعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانہ انضباط تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہل تاریخ اس قسم اختلاف میں معذور ہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ و مروج الذهب للسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن

قتيبة۔ ص ۱۳۔

واما اميم فهو اميم بن لاود بن ارم بن سام بن نوح عليه السلام نزل بارض فارس فاجناس الفرس كلهم من ولد اميم ثم قال ابن قتيبة في المعارف والانباء كلهم عجميهم وعربيتهم والعرب كلها عجميتهم وازايرتيا من ولد سام بن نوح عليه السلام اه۔ قال الامام الطبري في تاريخه الكبير ج ۱ ص ۱۱۰ عن وهب بن منبه يقول ان سام بن نوح ابو العرب وفارس والرم وان حام بن نوح ابو السودان وان يافث بن نوح عليا لسلام ابو الترك وياجوج وماجوج۔

ثم قال الطبري في احوال بني جاسم وغيرهم وكان اهل البحرين واهل عمان منهم امية يسمون جاسم وكانوا ساكني المدينة منهم بنوهف وسعد بن هزان وبنو مطر وبنو الازرق وكان بنو اميم بن لاود بن سام بن نوح اهل وبارض بارض الرمل رمل عالج فاصابتهم من الله عز وجل نعمة من معصية اصابوا

فہلکوا وبقیت منهم بقیة وہم الذین یقال لہم النسناس اقلت وقد زعمنا بعض احوال النسناس فی بیان
عناء مغرب من فصل الحيوان فی هذا الكتاب فراجعہ) فكانت طسم والعماليق واميم وجاسم قوماع بالسائم
الذی جبلوا علیہ لسان عربی وکانت فارس من اهل المشرق ببلاد فارس ینکمون بهذا اللسان الفارسی اہ
عافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرة بن جندب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال وُلدُ نُوحٍ ثلاثاً سَامٌ وحامٌ وياثُ فسامر
ابو العرب وحام ابو الزنج وياثُ ابو الرزم۔ وعن سعيد بن المسيب يقول وُلد نُوحٍ عليه السلام ثلاثاً و
وُلدُ كل واحدٍ ثلاثاً سَامٌ وحامٌ وياثُ فولد سَامُ العرب وفارس والرزم وفي كل هؤلا خيرٌ و وُلد ياثُ
الترک والصقالبة وياجوج وماجوج وليس فی واحدٍ من هؤلا خيرٌ و وُلد حَامٌ القبط والسودان والبربر۔
اثر سعيد بن المسيب مذکورہ صدر فروع روایت سمرة بن جندب کے خلاف ہے اور روایت مرفوعہ بہر حال اولیٰ ہے
غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ و علماء نے سوال کیا کہ اہل پاکستان
دہندستان نوح علیہ السلام کی اولاد ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل
پاکستان دہندستان اولاد حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکى عنہ الامام الطبرى فی تاريخه
ج اصحنا ومن وُلد حام بن نوح علیہ السلام النوبتة والمجشنة وقرآن والهند والسند واهل السواحل
فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جد وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابن
جریر باسنادہ عن ابن عباس مرضی اللہ عنہما قال أوحى الله الى موسى عليه السلام أنك يا موسى قومك
واهل الجزيرة واهل العال من وُلد سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والهند والسند من
ولد سام بن نوح عليه السلام انتهى ما ذكر ابن جرير في تاريخ الامم والملوك ج اصحنا اور ہندو سند میں
بلا ریب اہل پاکستان یعنی پنجاب و سرحد و بلوچستان داخل ہیں۔

دوسرے بن منبہ کہتے ہیں کہ ہندو سند اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین
بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکوش بن حام۔ اور حبشہ و ہندو سند اولاد کوش بن حام ہیں۔ ایک اور
روایت ہے کہ ہندو سند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوينی فی آثار البلاد ص ۹۳
قالوا السند والهند كانا أخوين من ولد توفير بن يعقن بن حام بن نوح عليه السلام انتهى

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جد حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک ہند کے

باشندوں کے لیے اولاد یافت یا اولاد حام ہونے کی بجائے اولاد سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔
اولاد تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناء عم ہوجائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت
مسلم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعث مسرت
ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر ہوجاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپ بھی سامی ہیں
اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ و تسلیمات علیہم کے نسل قریب ہو
جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قد منا آفناً۔ اور عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن
اسحاق من المؤرخین ان نوحاً عاداً لسلام بان یکون الانبیاء والرسل من ولده و دعالیافت بان یکون الملک
من ولده۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن
المسیب کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولاد
یافت کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے انخوان و ابناء عم ہوں گے اور یہ بات
ہمارے لیے موجب برکت و باعث مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں
دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافتی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش
اولاد یافت ہیں۔

سادساً۔ یافتی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناء عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر
ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں
آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافت ابوالتک ہے۔ تو یافتی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ
عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالہ اہل روس و قوم تاتار
و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ لکھا صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب رشتہ
ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافتی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص
قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیب کی مذکورہ روایت سے اولاد یافت کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعاً۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسل یا جوج و ماجوج سے وابستہ ہوں گے اور ان کے ابناء عم ہوں گے۔ کیونکہ یا جوج و ماجوج اولاد یافت ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہان روح و قلب ہے۔

عاشراً۔ عامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بددعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض آیات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے عام اور اولاد عام کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اولاد سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا و سعادت عظیم ہے۔

سدی ضمیر بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال ولد حام کلہما اس وجعل الشعر وولدی یافث کل عظیم الوجه صغیر العینین وولد سام کل حسین الوجه حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام الایعد و شعر دلہ اذا نھم و حیث مالقی ولدہ وولد سام استعبد وھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۱۔

اسی بددعا کا اثر ہے کہ عام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بددعا کا ظور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اهل التواترة ان ذلك السواد في اولاد حام لم يكن الا عن دعوة دعاها نوح على ابنه حام وذلك ان نوحا عليه السلام نام فانكشف عن عورت فرأها حام فلم يغطها وراها سام وياث فالفيا عليها ثوبا فواثر يا عورتا فلما هبت من ثومتها علم ما صنعها و سام وياث فقال ملعون كنعان بن حام يكونون عبيدا لإخوتهم وقال يبارك الله سراقى في سام ويكون حام عبداً أخيراً ويقرض الله يافث ويحل في مساكن سام ويكون حام عبداً لهم انتهى ما ذكره ابن اسحاق تاريخ الامم ج ۱ ص ۱۰۱۔ ومثل ذلك في المعارف لابن قتيبة ص ۱۰۱۔

قال في انسان العيون ج ۱ ص ۱۰۱ ان السفينة لنوح عليه السلام طافت ببیت المقدس اسبوعاً و طافت ببیت الله۔ وروى ان نوحاً عليه السلام قال لاهل السفينة وهي تطوف بالبيت العتيق انكم في حرم الله وحول بيته لا يمسه احد امرأة وجعل بينهم وبين النساء حاجزاً ويزكر ان ولدها ماتا تعدى و طوى زوجته فدعا عليه بان يسوقه الله لونه بنبيه فاجاب الله دعاه في اولاده فجاء ولده اسود وهو ابوالسوان حامى عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صد دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولاد عام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمرات طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصلِ صرعی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریف ہی ہمارا وطن اصلی ہوگا اور ہم اجدادِ قدیمہ کے پیش نظر حیران بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے کل کرا، ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۱ قولہ لسام عابروا شوذ و آرفخشد و لاؤذ و ارم و کالافقاہ بمکة قال من ولد آرفخشد الایہاء و المرسل و خیائہ الناس و العرب کلہا و الفراعنة بصرہ ۸۰۔

بیان ”عرب عاریہ“ عرب کا دوسرا طبقہ عرب منقرہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثرین کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد نے مدینہ تک حکم ان رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب باندہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تباہہ (جمع تیج) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارضِ حجاز پر بھی انہوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراہ سفر تکوین میں یفطان ہے۔ نساہین کا اس کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثل عدنان سامی النسل یعنی اولادِ سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ہو قحطان بن عابریں شالح بن الفخشد بالذال و مری بالذال المہملہ ایضاً بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نساہین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵ و مرجع الذہب ج ۱ ص ۲۰ و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۰۱ و نہایت العرب ج ۲ ص ۲۰۰ و تاریخ الامم و الملوک ج ۱ ص ۱۰۱ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۰۱ و الاکلیل ج ۱ ص ۱۰۱ و کتاب الاشتقاق ص ۱۰۱ و الاحبار الطوال ص ۱۰۱ و التنبیہ ص ۱۰۱۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یفطان بن عابریں شالح بن امر نکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر آیت ۲۵ فابعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص ۱۰۱ و ابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۱ و یقطن ہو قحطان بن عابریں شالح ۸۰۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہونہی اشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہونہی اشر علیہ السلام کا نام ہے۔ رابع ترجمہ قحطان من ہذا کتاب۔

بہر حال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ و عدنانیہ۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاریہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب منقرہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلہ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اول اول عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قبیل اول من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اول من قیل له انعم صباحا ومن قیل له ابيت اللعن۔ راجع السیرۃ الخلیفۃ ص ۱۷۰ و مرجع الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۱۷۰۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعتہ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔

لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اول متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام وحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسب عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبان عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بانہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بانہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ نا آشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

اس بات کی تائید ان کتباتِ حجریہ سے ہوتی ہے جو ماہرین آثار قدیمہ و مستشرقین کو تباہتِ بین و بادشاہانِ حمیر کے حملات و ملوکِ سبایتین کے قلعوں سے زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ و اول من تکلم بها ان شئت للتحقیق فرأجعبہا۔

بیان ”عرب مستعربہ“ عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائل اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سر زمینِ حجاز ہے۔ قریشِ عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرہ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

عدنان کا مشہور بیٹا معد بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معد بن عدنان مشہور ظالم بادشاہِ بخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہ بابل و عراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزار ہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صبح و سالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مر گیا۔

اس جنگ و تباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلٰی اَسْمٰیاءَ بِرِخِیَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَنْزَلَ رُقُوْمَکَما ظَلَمْتُمْ هُوَ اَعَادَ وَاَبْعَدَ الْمَلٰٓئِکَ عِبَادًا وَاَبْعَدَ نَعِیْمَ الْعِیْشِ عَالَةً یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ وَقَدْ نَقَدْتُمْ اِلٰی اَهْلِ عَرَبِیَّةٍ بِمَثَلِ ذٰلِكَ فَاَنْزَلْنَا الْاِلٰکَاجَاجَةَ وَقَدْ سَلَطْتُ بَحْتَ نَصْرِ عَلَیْهِمْ لَا تَنْقَمُوْا مِنْهُمْ فَعَلِیْکَما بَعْدَیْنِ عَدْنَانَ الَّذِیْ مِنْ وُلْدِیْ هَکَیْمًا صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ سَلَمَ الَّذِیْ اَخْرَجْتَنِيْ اَخْرَجْتَنِيْ اَخْرَجْتَنِيْ بِهَ الذَّبِیْقَةَ وَاَرْفَعُ بِهَ مِنَ الضَّعْفَةِ فَخَرَجًا تَطْوٰی لَهَا الْاَرْضُ حَتّٰی سَبَقَا بَحْتَ نَصْرِ فَلَبِیْآ عَدْنَانَ تَدْتَلِقَا هَا فَطْوِیَا هَ اِلٰی مَعْدٍ وَّلَمَعْدَ یَوْمَئِذٍ اَسْتَنَّا عَشْرَةَ سَنَدًا نَحْمَلُ بِرِخِیَا عَلٰی الْبَرَقِ وَاَسْرَفَ خَلْفَهٗ فَاَنْهَمٰ اِلٰی حَرَامٍ مِنْ سَاعَتِهَا وَاَطْوِیْتُ لَاحِرًا مِیَا الْاَرْضُ مِنْ فَاَصْبَحُ جِرَانًا فَالْتَقٰی عَدْنَانُ وَّبَحْتَ نَصْرِ بِذَاتِ عَرَقٍ فَهَزَمَ بَحْتَ نَصْرِ عَدْنَانَ. اہ۔

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولص بادشاہ بابل کی وفات ۵۵۰ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذافی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین و زمانہ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبغوا فضلاً من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضع بڑا وسیع میری ایک مستقل تصنیف، مسمیٰ بغایۃ الطلب فی اسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلا لگتا تھا۔ اسے عرب سب عکاظ کہتے تھے۔ جزیرہ عرب میں اسی طرح کسی بازار کو کہتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان شوکت کے منظر ہوتے تھے۔ ان میں سب بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ حقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہونا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرنے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعر پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء و قبیلہ کے مناقب و مفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین و داد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر و خوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع مملکت مشہور قصائد اسی بازار عکاظ میں عظیم فصاحت و سلاست و بلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

بلغ واضح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطبار و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اترتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا پرجا زیادہ تھا۔ سوق عکاظ خصوصاً اور دیگر بازار عموماً نثر عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرة المعارف لفرید و جدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فكانت قبائل العرب تقصد ہا لانہا فی طریقہا الی الخ فیجتمعون منہا فی مکان یقال لہ الابتداء فتعمر اسواقہم بالنساء فینتہز الشعراء ہذہ الفرصۃ فیعرضون ما قالوہ من نخب قصائدہم علی نقدة القریض ہناک ویکون لذلک احتفال حافل یشہدہ للماہیر فتشیع قصائدہم شیوعاً تاماً ویتروم ہا الرکیبان فی کل صفعہ و فی ذلک غایۃ ما یتمتازہ شاعر شعرہ۔

ولقد کان لہذہ السوق العظیمۃ و غیرہا من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تہذیب اللغۃ العربیۃ فان کل شاعر خطیب کان یفرض باحسن ما فتح اللہ بہ علیہ من المعانی العالیۃ فی العبارات الخیرۃ المنفخلۃ فیتلقفہا السامعون ویدخلونها الی کلامہم ویلفظون ما سواہا من وحشی الکلمات و متنافر التریکب و فی ذلک من اثر التہذیب اللغوی ما لا یتہان بہ و کانت قریش لقریبہا من تلک السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن و لفظ جزل و عبارة شاردۃ فنسب الیہا التہذیب الاخیر للغة و اسناہلت الشرف العظیم بنزل القرآن الکریم بلقمتہا و اعتبرت لہجتها اخلص لہجات العرب من التعقید المتنافرۃ و قال فی المفضل ج ۲، مکة ۲ و أشهر الاسواق و اعرفها سوق عکاظ و ہی سوق تجارة و سیاست و ادب فیہا کان یخطب کل خطیب مصقع و فیہا علق القصائد السبع الشہیرۃ افتخاراً بقصاحتہا علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یدکرہ بعض اهل الاخبار و فیہ ۳ و ۴ و یظهر من الرئیات ان حظ المفاخرۃ و الباہاتۃ و التمدح و الذم لم یکن باقل من حظ البیع و الشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجرد و احداث ما عندہم من شعر علی الحاضرین و کان کثیر من الحاضریں انما یفقدون الیہا اللوقوف علی احداث ما یقال من صنوف الشعر ہو صنف سراج اکثر من سراج النثر بالطبع لما فیہ من ایقاع و موسیقی و وزن و سہولۃ فی الحفظ و اثر فی النفس لذلک کان للشاعر فی ہذہ السوق مکانہ تزیید کثیراً علی مکانہ التاجر فیہا ما لشعرہ من اثر فی الحیاة العامة لمجتمع ذلک الیوم۔

و یقال ان الشاعر الشہیر النابغة الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبة من ادم یجلس تحتہا فینقل الیہا الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ یحکم علی شعرہ برأیہ لما لرایہ من

اثر فی الناس وكان الشاعران الاعشى وحسان بن ثابت مما احتكما اليه وكذلك الشاعرة لخنساء اهـ

سراج الاعراب ج ۹ ص ۱۵۱ وشعراء النصرانية ج ۵ ص ۱۶۱ وناج العروس ج ۵ ص ۱۵۱ واللسان ج ۹ ص ۲۲۴ و
البدان ج ۶ ص ۱۲۱ وابن خلدون ص ۶۲۲۔

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانہ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مورخ ابن حبیب مجرب میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلى نجد قريبتا من عرفات اه مجرب ص ۲۶۴۔ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصل فی تاریخ العرب ج ۴، ص ۲۴۸ میں ہے و ذکر ان عکاظ نخل فی واديينه و بين الطائف ليلية و بين مكة ثلاث ليال و به كانت تقام سوق العرب وقيل عکاظ ماء ما بين نخلة و الطائف الى بلد يقال له الفوق كانت موسما من مواسم الجاهلية تقوم هلال ذى القعدة وتستمر عشرين يوما وكانت تجتمع فيه قبائل العرب فيتعاكفون اى يتفاحرون ويتناشدون ما احدثوا من الاشعار فيقيمون على ذلك شهرا يتبايعون ثم يتفرون فلما جاء الاسلام هدم ذلك انتهى۔ سراج تاج العروس ج ۵ ص ۱۵۴۔ و فی المفصل وات للباحثين في موضع سوق عکاظ اراء متباينة فيه ولا زالت هذه الاراء متباينة حتى اليوم اهـ۔

سراج لسان العرب ج ۴، ص ۲۲۴۔ البكري ج ۴ ص ۹۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مرصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح ديوان الحماسة ج ۳ ص ۱۵۴ اخبار مكة للازرق ج ۱ ص ۱۲۱ قال في اجبا مكة وعکاظ سراء قرن المنازل بمحلة على طريق صنعاء في عمل الطائف على بريد منها وهي سوق لقيس بن عيلان وثقيف وارضها نصر اهـ۔

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ مجرب۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیع و سوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیع مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیع تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر و کانت اى سوق عکاظ و رابیع تقوما في يوم واحد للنصف من ذى القعدة الى آخر الشهر و كانت عکاظ من اعظم اسواق العرب۔ انت قریش تنزلها و هو اذن و طوائف من افناء العرب اهـ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال للازرق فی اخبار مكة ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا كان الحج في الشهر الذي يسمونه ذا الحجة خرج الناس الى مواضعهم فيقيمون بعکاظ يوم هلال ذى القعدة فيقيمون به عشرين ليلة تقوم فيها اسواقهم بعکاظ والناس على مدا عيهم و راياتهم من حازين في المنازل تضبط كل قبيلة اشرفها وقادتها فاذا مضت العشرة انصرفوا الى حجتها

فاقاموا بها عشراً أسواقهم قائمة فاذا رأوا أهلال ذى الحجة انصرفوا الى ذى المجاز فاقاموا بها ثمان ليال
اسواقهم قائمة ثم يخرجون يوم التروية من ذى المجاز الى عرفة فيتروون ذلك اليوم من الماء لان لا
ماء بعرفة ولا بالمزدلفة يومئذ وكان يوم التروية اخر اسواقهم انتهى۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۳۹۶۔ صحیح الاعشى ج ۱
ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۴۰۴۔ الازمئة والامكنة ج ۲ ص ۱۶۵۔ البيقولى ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصل
ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا۔ محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارباب
ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے و كانت تقوم هذه السوق في قول اول ذى القعدة الى عشرين مندم ثم يتوجهون
الى مكة فيقفون بعرفات ويقضون مناسك الحج ثم يرجعون الى اوطانهم وفي قول اخر انهم كانوا يقبضون
بها جميع شوال الى غير ذلك من الاقوال المختلفة ولعل ذلك لاختلاف العادة في السنين والاختلاف
القبائل في الاقامة في هذا الموسم والذي عليه صاحب قبائل العرب انهم كانوا يقبضون في هذه السوق من
نصف ذى القعدة الى اخره انتهى۔

وفي المفصل وغيره وهم يخطون رأى من يذهب الى ان انعقاد السوق كان في شهر شوال وجمعتهم
ان انعقاد السوق كان في الشهر الحرام ليراعى الناس حرمة تلك الايام فلا يعتدّن على من يقصد السوق
وشهر شوال لا يدخل في جملة اشهر الحرم ويستدلون بدليل اخر هو قتال بعض العرب في ايام عكاظ
فانهم اطلقوا على تلك الحروب والايام ايام الفجاءة هي اربعة ايام يوم شمطه ويوم العبلاء ويوم
الحريزة ويوم شرب وهذه الاسماء اماكن في عكاظ وما كان العرب ليطلقوا على تلك الايام ايام
الفجاءة لو لم تكن قد وقعت هذه الايام والحرب في شهر الحرام انتهى بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانى ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفريد ج ۳ ص ۳۷۷۔ الكامل لابن الاثير ج ۱
ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگران اور متولی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور سٹم وصول کرتے
تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ
کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکار کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے
تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکار محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ
خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی
تھی۔ یعنی چمڑے، غنہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، بانڈیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی زید بن حارثہ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید نبی علیہ السلام کو بہتے لے دیا۔ قال ابن قتیبہ فی المعارف ص ۶۳ ثم ان خدیجہ ملکة زید بن حارثہ اشتراه لها حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعینا درہم فسألہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تہب لہ زیداً وذلک بعد ان تزوجہا فوہبتہ لہ فاعتقہ ووزوجہ اُمّ ایمن فولدت لہ اُسامۃ بن زید ؓ اہ۔ اخبار مکہ ج ۱ ص ۱۲۵ پر از رقی لکھتے ہیں، و کانوا یرون ان افجر الفجوة العمرۃ فی اشہر الحج تقول قریش وغیرہا من العرب لا تحضر اسوق عکاظ ومجتہ وذی المجاز الا فحر میں بالبحر وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئاً من المحارم او یعدّ بعضهم علی بعض فی الاشہر الحرم و فی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعہ نیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصل ولو اخذنا بهذا الرأیة لکن قد جعلنا مبدأ هذا السوق ۵۵ھ او ۵۶ھ للیلاد تقریباً ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعد عهد عن الاسلام فهو قبلہ بنحو ربع قرن وقد اُقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ذلک ۱۵ سنۃ وینہب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخری ہی سوق مجنۃ فیقیمون بها عشرۃ ایام فاذا رُفِ اهللال ذی الحجۃ فی ہایۃ هذه الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وہی سوق جاہلیۃ فیقیمون فیہا ثمانیۃ ایام یدیعون ویشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اہ۔

بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۵ھ میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہو سکا۔ وائرۃ المعارف میں سے عکاظ اشہر اسواق العرب فی الجاہلیۃ واعظہا اتخذت سوقاً بعد عام الفیل بنحس عشرۃ سنۃ ۱۱ سنۃ ۵۳ھ للیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان تہبھا للخوارج للحروریۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ھ للهجرۃ اہ۔

علامہ از رقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت هذه الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثاً من الدرہما عکاظ فاما ترکت عام خروجت للحروریۃ بمکۃ مع الی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینہبوا و خافوا الفتنۃ فترکت حتی لان ثم ترکت مجنۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ۔ وبمئی وبعرفۃ اہ۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۳۵۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانت عکاظ ومجنۃ وذو المجاز اسواقاً فی الجاہلیۃ فلما کان

الاسلام تأتموا من التجارة فيها فانزل الله ليس عليكم جناح في مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا، كذا في ارشاد الساري
ج ۳ ص ۳۰۰ - وفي تفسير الطبري قال ابن عباس كان ذو المجاز وعكاظ منجر الناس في الجاهلية فلما جاء الاسلام
تركوا ذلك حتى نزلت ليس عليكم جناح ان تبغوا فضلا منكم في مواسم الحج - طبري ج ۲ ص ۱۴۳ -

سوق عكاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست
و نگران اعلیٰ بنو تمیم تھے۔ اس میلہ میں بھگڑوں اور خصوصیات کے فیصلے بنو تمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت
کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنو تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تمیم کے رئیس کی یہ عدالت
بڑی محترم و بارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عكاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم
کرتے تھے۔

قال في صحيح الاثني عشر ۱ ص ۱۱۱ والمفصل ج ۷ ص ۳۸۳ كانت في هذه الاسواق مجتمعات تعقد فيها
العقود والمعاهدات والاتفاقات القبلية والعائلية ومواضع يعلن فيها عن التبتى وعن الخلع اى خلع
الافراد بحرايم يتكبرونها ويجب ان لا ننظر الى هذه الاسواق نظرنا الى السوق بالمعنى المفهوم من هذه اللفظة
في الوقت الحاضر فقد كانت اسواق الجاهلية اوسع مجالا من ذلك بكثير كانت مجامع لاهل اللسان من
شعراء ومن خطباء من مهوقين معروفين ومن مغرورين طلاب شهرة وهي ساحات محاكم مجلس فيها
المتخاصمون للاستماع الى قرار حاكم مهاب محترم وقد كانت للحكومة في هذه السوق الى بنو تميم وكانت
اخر من حكم منهم بها الاقرع بن حابس التميمي الصحابي رضي الله عنه انتهى بتصرف.

سوق عكاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی
تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور و موقد و واعظ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے
اور وعظ کی مجلس منعقد کرتے ہوئے لوگوں کو توجید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام
بھی سوق عكاظ و حجتہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوت اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل
انہ علیہ السلام مکت سبع سنین یتبع الناس فی مواسمہم فی سوق عكاظ وكان فیہم دعاهم و کلامہم
ودعاهم الى الاسلام بنوعا من بنوعا - البکری ج ۵ ص ۲۵۹ والبدایة لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۰ -

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے
تھے کہ نبی آخر الزمان قائم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے نبی علیہ السلام
نے انھیں بازار عكاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پا گئے۔
قالوا قس بن ساعدہ اول من قال البینة علی المدعی والیمن علی من انکر و اول من نالہ
من العرب ای ترک عبادة الاوثان و اول من قال اما بعد و اول من کتب من فلان الى فلان و

اول من اتكا على عصا وقوس اوسيف عند الخطبة. روى ابن عباس رضى الله عنهما قال ان قس بن ساعدة كان يخطب قومه بسوق عكاظ فقال سيأتيكم حق من هذا الوجه واشارس بيده الى نحو مكة قالوا له ما هذا الحق؟ قال رجل اليلج احمى من ولد لوى بن غالب يدعوكم الى كلمة الاحلاص وعيش ونعيم لا يتفقد ان فاذا ادعاكم فاجيبوه ولو علمت ان اعيش الى مبعثه لكنت اول من يسعى اليه. قد رويت هذه القصة من طرق متعددة قال الحافظ ابن كثير هذه الطرق كلها على ضعفها كالمعاوضة على اثبات اصل القصة وقال ابن حجر طرق هذا الحديث كلها ضعيفة.

وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال قدم وفد عبد القيس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انيكم يعرف القس بن ساعدة الايادى قالوا كلنا يارسول الله نعرفه قال فافعل قالوا هلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نساءه بعكاظ على جبل اسمر وهو يقول ايها الناس اجمعوا واسمعوا وعوا من عاش مات ومن مات فات وكل ما هو ايت ات ان في السماء نجرا وان في الارض لعبر امهاد موضوع ومقفى مرفوع ونجوم تمول وبجاسر لا تقوى انتم قس قسما حاتم الان كان في الامر رضا ليكون سخطا ان الله ديننا هو احب اليه من دينكم. الذي انتم عليه ما لي اسرى الناس يذهبون ولا يرجعون ارضوا بالمقام فقاموا ام تروكوا هناك فقاموا ثم قال صلى الله عليه وسلم انيكم يروى شعرة فانشده عليه الصلاة والسلام

في الذاهبين الاولين من القرن لنا بصائر
لما رأيت مواسرا داء للموت ليس لها مصادر
ورأيت قومي نحوها تسعى الا صاغر والا كابر
لا يرجع الماضي الى ولا من الباقين غابر
أيقنت اني لا محال لتجيت صار القوم صائر

مراجع لتفصيل ترجمة قس رسالتى النجم السعدى فى مباحث اما بعد وانسان العيون به املا والبداية لابن كثير. روى بعض الناس ان القس كان من اسباط العرب اى من ولد ولد لهم شيخا عمر سبعمائة سنة وقيل ستمائة سنة ادرك من الخواريين سمعان هذا والله اعلم.

اسى سوق عكاظ كسفر كدور ابن جنات نبي عليه السلام كاقرا ن سنا تحا جس كا ذكر قرآن شريف ميں وارو ہے۔ وفي الصحيحين عن ابن عباس رضى الله عنهما قال ما قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ولا سراهم انطلق النبي صلى الله عليه وسلم فى طائفة من اصحابه عامدين الى سوق عكاظ وقد حيل بين الشياطين وخبر السماء فرجعت الشياطين الى قومهم فقالوا ما لكم؟ قالوا حيل بيننا وبين خبر السماء وامر هيلت علينا الشهب فقالوا ما ذلك الا من شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاريبها

فالتقى الذين اخذوا نحو تهامة النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بخلة عامدين الى سوق عكاظ وهو
صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا له وقالوا هذا الذي حال بيننا وبين
خبر السماء ورجعوا الى قومهم فقالوا اناسمنا قرآنًا عجيبًا هدى الى الرش - الآيتين -

وهذا الذي ذكره ابن عباس في اول ما كان من امر الخن مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يكن النبي
عليه السلام راها اذ ذلك انما ادى اليه بما كان منهم - وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال في قوله تعالى و
اذ صرنا اليك نفرًا - الآية قال كانوا سبعة من جن نصيبين فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً
الى قومهم فعلم ان ابن عباس لم ينف كلامه صلى الله عليه وسلم الا حيث استمعوا في صلاة الفجر ولم يرد
نفر الكلام بعد ذلك وقوله فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم دل على ان كلامهم
بعد ذلك ولهذا قالوا يا قومنا اجيبوا داعي الله فذال على انهم اجتمعوا به صلى الله عليه وسلم قبل عودهم
الى قومهم -

واخرج البيهقي باسنادة عن ابن مسعود رضي الله عنه قال هبطوا على النبي صلى الله عليه وسلم
وهو يقرأ القرآن بطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا واحدة وكانوا تسعة احد هم زبعة فانزل الله و
اذ صرنا اليك نفرًا من الجن الى قوله مبين وفي الصحيحين من حديث ابن مسعود انه صلى الله عليه وسلم
اذ نته بهم شجرة -

فائدہ - ارض عرب میں سوق عكاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے۔ سوق عكاظ و محمہ و ذوالحجاء
کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران و سرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹکیس (عشور) کو سٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار
کا ضامن و ذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ
ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا
خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور اردگرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے
تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفاہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع
قبائل کی حفاظت و مدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

يعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازاروں میں۔ قال اليعقوبی فی کتابہ جوامع ۲۳۱ ان اسواق
العرب كانت عشرة اسواق يجتمعون بها في تجار تصهر ويجمعهم فيها سائر الناس ويا منون على دما ثم
واموالهم اء. وفي المفصل ج، ۳۱۱ وتقع هذه الاسواق في مواضع مختلفة متناثرة من جزيرة
العرب في اذن اسواق عمرية وهناك اسواق اخرى قصدها العرب للتجارت في مواسم في اوقات
مختلفة كانت خارج جزيرة العرب في العراق اوفى بلاد الشام اوفى الحبشة اء.

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنة والامکنۃ للمزودتی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ مجمل البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ التقاض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۱۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۳ ص ۱۳۵۔ المعجز ص ۲۶۳۔ البیان والتبيين ج ۳ ص ۱۰۰۔ الاغانی ج ۱۳ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۸۲، ۶، ۱۲ ج ۱۴ ص ۱۵۔ ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔ ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لوٹ مار کرنے والے محتون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۵۷۔ وكان فی العرب قوم یستحلون المظالم اذا حضر وا هذه الاسواق فسموا المحتون وكان فیهم من ینكذ لك ینصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفك الدماء فیسمون الذادة المحرمون واما المحتون فكانوا فباكل من اسد وطی وبنی بكر و قوم من بنی عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فكانوا من بنی عمر بن تمیم وبنی حنظلة بن زید مائة و قوم من هذیل و قوم من بنی شیبان و قوم من بنی كلب بن دبرة فكانوا هوكلو یلبسون السلاح لدفعهم عن الناس۔ انتهى۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ والبیان والتبيين ج ۳ ص ۱۰۰۔

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دوامة الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر سوق عمان۔ ۳۔ سوق المشقر۔ ۴۔ سوق عدن ابین۔ ۵۔ سوق صنعاء۔ ۶۔ سوق حضرموت۔ ۷۔ سوق ذی المجاز۔ ۸۔ سوق مجنتہ۔ ۹۔ سوق عکاظ۔ ۱۰۔ سوق جاشثہ۔ ۱۱۔ سوق صحار۔ ۱۲۔ سوق بدر۔ ۱۳۔ سوق بنی قینقاع۔ ۱۴۔ سوق الشحر۔ ۱۵۔ سوق عثر۔ یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلے سے متعلق ہوتے تھے۔ وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرة كانت فی الجاهلیة ثلاث عشرة سوقا واولها نیاما دوامة الجندل قاله المرزوقی فی الازمنة والامکنۃ ج ۱ ص ۱۷۱۔ وراجع لبیانها الطبری ج ۲ ص ۲۴۶۔ صبح العشی ج ۱ ص ۱۷۱۔ کتاب الصفة ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں :-

(الف) سوق دوامة الجندل۔ یرشام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاول کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیٹہ طی اس سوق کے حیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دوریسوں یعنی اکیڈیجادی شم سکونی اور قناتہ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی العصر ص ۱۷۱۔ فكان العباد یون اذا غلبوا ولیها اُکید و اذا غلب الفسائیون و لوها قنافة و كانت غلبتھم ان الملکین کا ناہنجاجیان فایما ملک غلب صاحبہ باخراج ما یلقی علیہ ترکہ والسوق فصنع فیہا

مأشأء ولم یبع فیہا احد شیئاً الا باذنه حتی یدبع المملک کما اراد یبعہ مع ما یصل الیہ من عشقہا وكان کلکب فیہا قن کثیر فی بیوت الشعر فكانوا یکرهون فقیاتہم علی البغاء وكانوا اکثر العرب وكانت مبايعة العرب فیہا القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع علی السلعة نفر لیسامون بها صاحبها فایم رضی القی حجره فر بما اتفق فی السلعة سخط فلا یجدون بداً من ان یشتروا وهم کاسرهون وربما اتفقوا قالقوا الحجارة جمیعاً اذا کانوا عدد اعلی امر یدینهم فوکسو اصحاب السلعة اذا طابقوا علیه اهـ۔

عبارت حجر سے معلوم ہوا کہ سوق دو مہ بندل میں بیع القاد الحصاة والحجران قحی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فردی مسلم عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغر۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۷ واما بیع الحصاة ففیہ ثلاث تاویلات احدھا ان یقول بعثتک من هذه الاثواب ما وقعت علیه الحصاة التي امریہا اوبعتک من هذه الارض من هنا الى ما انتهت الیہ هذه الحصاة۔ والثانی ان یقول بعثتک علی انک بالحیاس الی ان امری بهذه الحصاة والثالث ان یجد لنفس الرمی بالحصاة بیعا فیقول اذا امریت هذا الثوب بالحصاة فهو مبیع منک هكذا اهـ۔

قال فی المفصل ج ۱ ص ۳۷ وكان اکید صاحب دو مہ بندل یرعی الناس ویقوم بامرهم اول یوم وتتم سوقهم الی نصف الشهر وكان اکید یعیش الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر ٹیکس وصول کرنا۔ بہر حال وہ شرکاء سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) و ربما يتولاها بنو کلب الذین یأتونها متأخرین ینتولونها وتدم عند قدم بنی کلب الی آخر الشهر ویتولونهم حیثئذ تعشیر الناس اهـ۔
راجع البلدان ج ۲ ص ۲۰۷ ج ۲ ص ۲۸۵ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وابن خلدون ج ۳ ص ۷۷۔

و يعرف البیع فیہا بیع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مکس هذه السوق لمن يتولى الاشراف علیہا ودو مہ بندل فی غانط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربہ عین تيم تنسقی ما بہ من النخل والزرع ودو مہ ضاحیة بین غانطها واسم حصنها مارح۔ كما فی تاج العروس ج ۲ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۵۵ وهو حصن قديم و مراد ذکرہ فی الشعر الجاهلی وقد اكتسب شهرة کبیرة بین الجاهلین حتی ضرر بها بله وبالابلق حصن السموأل المثل فی العز والمنعة فقالوا "تمرد مارح وعز الابلق" قالوا تصدتها الزیاد فحجرت عن قنالها نقلت تمر مارح وعز الابلق وذهب مثلاً لكل عزیر متنع۔ ودو مہ بندل مفروق من مفارق الطرق مهم یقصدہ اصحاب القوافل الذہبون الی العراق والی الشام وبالعکس لوجود العذب بها وهي الیوم ینسب للعرف فی المملکة السعویة۔

راجع المفصل ج ۱ ص ۳۷ و الازمنة والامکنة للمروزی ج ۲ ص ۱۷۱ ومرصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۷ و

التاریخ الكبير ج ۱ ص ۱۵۱ والمسالک والممالک ص ۱۵۱ والکامل ج ۲ ص ۱۹۵۔

بعض بعید قبائل سوق دومتہ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجروں و شہر کاہنوں کے بیچوں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ بحر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن و الخجاز یتخفرون بقریش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یھیجهم حلیف لمضرتی کان ذلک بینہم فكانت کلک لا یھیجهم لحلفہم بنی تمیم و طی لا تھیجهم لحلفہم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذقۃ ما اوزننا اسمعیل علیہ السلام من الدین ۸۱۔

(ب) سوق المشقر۔ یہ سوق مقام بحر میں تھا۔ سوق دومتہ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوق مشقر یک جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورا ایک مہینہ جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمنڈ پارکر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ ونگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوک فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ و رؤسار مقرر کیے تھے۔ بازار مشقر کا انتظام بھی دومتہ الجندل کی طرح تھا یہاں کاربیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یومہا من التجار یتخفرون بقریش لانہا لا توفی فی بلاد مضر وکان بیعہم فیہا الملاء و المہمة اما الملامسة فی الایمان یومئ بعضہم الی بعض فیتبايعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماء واما المہمة فکیلا یحلف احدہم علی کذب ان زعم المشتري انہ قد بدالہ۔ کذا فی المحبر۔

وفی المفصل ویحی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورسثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقت ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنة والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد و اخبار العباد ص ۷۳۔ مراد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ فقہ صحیح مسلم ہری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الملامسة و المنابذة قال النودی فی شرحہ ج ۲ ص ۱۷۵۔ ثلاثہ اوجه فی تأویل الملامسة احدہا تاویل الشافعی و ہوان یأتی بنوب مطوی اوفی ظلمة فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیاسر لک اذ امرأیتہ والثانی ان یجلا نفس المس بیعا فیقول اذ المستہ فہو مبیع لک والثالث ان ینبیہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیابان المجلس وغيره وهذا البيع باطل على التاويلات كلها اهـ -

(۷) سوق صحار - یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلدی بن مستکبر اس کا متولی و حاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور و وصول کرتا تھا۔ یہ سوق صحار سوق مشرق کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذافی بحجر - ص ۲۶۵۔ ویدنا کہ بعض اہل الاجناس ان البیع فی سوق صحار هو بالقاء الحجارة - راجع الی یعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ - الازمنة والامکنہ ج ۲ ص ۱۶۳ - المفصل ج ۷ ص ۳۴۷ -

(۵) سوق دبا - یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سند و ہند و چین و اہل مشرق و مغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوق دبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر دکان بیعہم فیہا المساویمہ دکان الجلدی بن المستکبر یعشرہم فیہا و فی سوق صحار ویفعل فی ذلک نعل الملوك بغیرہا۔ اهـ - و دبا احدی فرضتی العرب -

(۸) سوق الشحر شحر مہرہ - سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقول بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بہا عشور لانہا لیست بارض مملکۃ و کانت الحجار تحفرا فیہا بنی محارب بن ہرب من مہرہ و کان قیامہا للنصف من شعبان و کان بیعہم بہا القاء الحجارة۔ کذافی المحبر ص ۲۶۶ و کان غالب ما یعرض فیہا الادم والبر و سائر المرفق و یشترون بہا الکند والصبر ویقصد ہا تجاس من البر والبحر -

راجع الازمنة والامکنہ ج ۲ ص ۱۶۳ و الی یعقوبی ج ۱ ص ۱۲۱ و تاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ و المفصل ج ۷ ص ۳۴۷ -

(۹) سوق عدن - سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا و کافوا لا یتحفرون ہنا باحد لانہا ارض مملکۃ و امرہا حکم و کانت الابناء تعشرہم بہا و لا تشترون فی اسواقہم و لا بیعہم و الابناء ابناء الفرس الذین نقحو الیمن مع و ہرذ و قتلوا الحبشہ۔ کذافی المحبر - و اما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر ہذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدہم و اشہر ما یباع فیہا الطیب و لم یکن احد یحسب صنم الطیب من غیر العرب حتی ان تجاس العرب ترجع بالطیب المعول تفخر بہ فی السد الہند و یرحل بہ کذلک تجار البر الی فارس و الروم -

راجع الی یعقوبی ج ۱ ص ۱۶۳ و الازمنة والامکنہ ج ۲ ص ۱۶۳ و المفصل ج ۷ ص ۳۴۷ -

(۱۰) سوق صنعاء - سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ دکان بیعہم بہا الجس جس الایدی انتہی ما فی المحبر۔ وقد اشتهرت ہذہ السوق ببیع الخرز والادم والبرود و کانت تجلب الیہا معافر و القطن و الکتان و الزعفران و الاصبغ و یشترون بہا من البر و الحدید و حاصلات الیمن -

راجع صبح الاعشى ج ۱ منشا والا زمنة والامكنة ج ۵ مشلا العقبون ج ۱ ص ۲۳۰۔

بیع جس ایدری کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ج) سوق الرابیه - سوق رابیه وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیه حضرت موت یعنی من میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المعجم ما الرابیه فلم یکن یصل الیها احد الا بخفازة لانها لم تکن ارض مملکة وکان من عزّ فیها بزّ صاحبہ فکانت قریش تخفّر فیها بنی اکل المراد سائر الناس یتخفرون بال مسرق بن وائل من کنده۔ اہ۔

(ط) سوق مجنّہ - سوق عکاظ بقول بعض کیم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنّہ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنّہ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکة ج ۱ ص ۱۲۴ ومجنّہ سوق باسفل مکة علی برید منها وہی سوق لکنانہ وارضها من ارض کنانہ وہی التي یقول فیها بلال رضی اللہ عنہ بعد الحجوة ۵

الالیة شعری هل آیتن لیلۃ
بفتح وحولی اذخرو وجلیل
وهل اربدن یوماً مایاۃ مجنّۃ
وهل یبیدون لی شامۃ وطفیل

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنّہ انتی۔

(ی) سوق ذوالحجاز - سوق مجنّہ کے بعد کیم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالحجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالحجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات و منیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حباشہ - یہ عرب کے مشہور و قدیم اسواق میں سے ہے۔ وہی سوق بہامۃ یثا جہر فیہا اهل الحجاز و اهل الیمن وکان فی حبلۃ من حضرها و تا جہر ذہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شہر رجب و حباشہ سوق آخری کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکة ج ۱ ص ۱۲۴ وحباشۃ سوق الازد وہی فی دیار الادصام من بارق من صدقنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وہی من مکة علی ست لیال وہی آخر سوق خربت من اسواق للماہلیۃ وکان والی مکة یتعل علیہا سرجلاً یخیر معہ یجند فیقیون بہا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قتلت الازد والیاکان علیہا من غنی بعثہ داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ فی ۱۹۵ھ فاشاہ فقہاء مکة علی داؤد بن عیسیٰ بتخربہا فخر بہا دبرکت الی الیوم واما ترک ذکر حباشہ مع ہذا الاسواق لانہا لم تکن فی موسم الحج ولا فی اشہرہ واما کان فی رجب انتی۔

حباشہ بضم حاء مملکہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یا توت کتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

بہ فی خطبتہ ومقدّمۃ کتابہ۔ اسی لفظ جاشہ پر یاقوت بن عبد اللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کتنا تھا کہ یہ بضم جا ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ جا مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۰۰۔

فارس۔ آیت وقلنا یا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران کے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تائید وعلیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس سے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتدا مشہور صاحب حرامات صحابی علاء حضرت نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بچپن پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرت نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غرہت المسلمین وامرہ ان یلحقی بسعد بن ابی وقاص بالکوفة فسا رنحوہ فلما بلغ ذاقاوات العلاء للضریحیؓ۔

فاندہ۔ ارض فارس پر زمانہ قدیم سے کسی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت و حکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ اردشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۲۲۴ء قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تا آنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمبر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔

انوشیروان ۶۲۷ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزود ۶۲۷ء میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص ۱۰۰۔ ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن مائسوس بن سام بن نوح۔ وقال ابو بکر احمد

الحولانی سمیت بغارس بن مدین بن اسرم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ وقیل سمیت بغارس بن طرموش
والیہا ینسب الفرس لانہم من ولدہا وکان ملکا عادلا قریب العهد من طوفان نوح علیہ السلام۔

قائدہ۔ شاہان ملک فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع و مفید تاریخی
رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد
اسے کتاب ہذا کا جز بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے :- بسم اللہ الرحمن
الرحیم۔

ملوک شاہان فارس کے دو طبقے ہیں۔ اول قدار جنہیں کینیٹہ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ داران تھا،
جس کو سکندر نے قتل کر لیا۔ عند البعض کینیٹہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومت
کینیٹہ ختم کر دی۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومت کینیٹہ
کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اول حاکم اردشیر
ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدار کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے۔ علماء و اصحاب تاریخ نے
ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسما۔ وکوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے
خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتل دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف
الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی
سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ و اہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول جوس ۲۶۶ سال تک جاری
رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور
شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی
دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف
ہے۔ ابن سید کتاب تاریخ الامم علی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد)
تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسری کہا جاتا ہے۔ اس سے مقدم شاہان
فارس کسری سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر
ہے۔ مؤرخین فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولاد آدم میں اول بادشاہ کیومرث (بائنا) و
التاریخ کا قیل ہے۔

قال في لفظة الجعلان ملكاً أمة الفرس من أقدم أمم العالم واشدهم قرة واثاراً في الأرض و كانت لهم في العالم دولتان عظيمتان طويلتان - الأولى منهما الكينية وهي التي غلب عليها الإسكندرية والثانية الساسانية الكسرية وهي التي غلب عليها المسلمون واما قبل هاتين الدولتين فبعيد اخباره متعارضة ولا خلاف بين المحققين انهم من ولد سام بن نوح عليه السلام وارض ايران هي بلاد الفرس ولما عرت قيل لها اعراق وقيل انهم من ولد ايران بن افريدون وهم ينسبون الفرس الى كيومرث و معناه ابن الطين كانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض في قديم الزمان -

وهم اربع طبقات - الاولى يقال لهم الفيشادية ومعناها اول سيرة العدل وعدلتها تسعة وهم اوشفنج وطمهورث وشمشيد وبيوراسيب وهو الضحاك وافرديدون بن اثقيان ومنوچهر وفرسياب وزر وكرشاسف وهذه الطبقة قد بيمتة وقد نقل في مدة ملكهم وحر و بهر امرياً باباها العقل و يمتجها السمع -

والثانية يقال لهم الكيانية وهم الذين في اول اسمائهم كني و هو لفظة التنوية قيل معناها الرحاني وقيل للجبار و عدة الكيانية تسعة ايضاً وهم كي كاؤس و كينسر و كيلهراسف ، كي بشتاسف و كي از شير و هم و خماني بنت از شير و دال الاول و دال الثاني وهو الذي قتله الاسكندر واستولى على ملكه -

والثالثة - هم بعض ملوك الطوائف و يقال لهذه الطبقة الاشفانية و عدتهم احد عشر -
الرابعة هم الاكاسرة لان كل واحد منهم يقال له كسري و يقال لهم ايضاً الساسانية نسبتة الى جد هم ساسان و ملك منهم عدة من النساء و اولهم از شيرين بابك و اخرهم يزجود الذي قتل في ايام عثمان ابن عفان رضي الله عنه انتهى بجذف -

علامه محمد بن حبيب اخباري متوفى سنة ۲۴۵هـ اپنی کتاب مجر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ کیومرث (کیومرث) جس جن کا فرد تھا نہ کہ جنس انس کا اور کیومرث یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طمهورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوشنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوشنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فبعض المجوس يقول ان آدم ابن شينك وليس كلام يقول ذلك - اور نوع انس میں پہلا بادشاہ جم شاد بن یونجھان من ولد قابیل تھا۔ وكان سمناً ذيقظ الدنيا كل يوم كما تقطعها الشمس يضيئ بالشرق ويمسي بالمغرب ملكها والناس مائة نفس فيما بين نوح و آدم عليهما السلام والثاني بعده نمرود بن كنعان بن حام بن نوح عليه السلام ملكها والناس عشرة الاف نفس والثالث هو الضحاك بن قيس ذو الحيتين صديق ابليس ثم سليمان بن داود عليهما السلام ثم ذو القرنين هو همرمس بن ميطون بن

سرومی بن یطی بن کسلو حین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی۔

قال العبد الضعیف الرحمانی انالاسری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوه۔ منها عدم ثبوت ما ادعی بدلیل شاف اذ من اخبره من ملوک الجن ولم یثبت ذلك بنص۔ ومنها المشهور ان جیورمت واوسہنج من الانس لا من الجن ومنها ان قبل خلق آدم كانت الارض خالیة عن ملک الجن والملائکة اخلت عامۃ الارض عنہم ووزکرم فی الجبال والجزائر كما ثبت فی الاثار الصحیحة ولم ینزک لهم احدا برأس ویملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیورمت واوشینک یعنی اوسہنج وطموت ملک الارض کلہا۔ و منها انک شرا المئثرین صرحا بخلافه وقالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیریم شاذ۔ ومنها ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائة نفس بعید عقلا کیف وعمر آدم علیہ السلام الف سنة وكان نوح علیہ السلام طویل العمر هذه المدة الطویلة توجب لعدۃ الکثیر من الانفس۔ ومنها ان قصرا اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائة نفس خطأ نقلًا وخلاف ما صرح به الثقات من اهل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یمت آدم حتی بلغ ولده وولد ولده اربعین الفابوۃ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۷۔

مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیورمٹ تھا۔ کیورمٹ ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصل نوع انسانی ہے یعنی کیورمٹ آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابن آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیورمٹ کا نام اُمیم ہے۔ وہ اویمیم بن لاوون ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارض فارس میں آباد ہوا تھا۔ (۱) ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوع جن میں سے تھا۔ کما قد منا من ابن حبیب النسابة)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیورمٹ کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیورمٹ بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم و مکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض و عناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ و جدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ صرف رعب و خوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ نوع عالم کبیر یعنی نوع انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسم انسانی پر قیاس کر کے بادشاہ کے وجود کو جو مرکز طاقت اور مرکز تدبیر ہو ضروری سمجھا تفصیل مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت و جسم انسان حساس و دراک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال و گوناگون تصرفات و خواص ظاہریہ و باطنیہ کا ایک مرکز ہے جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس و غیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکز قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضا و اجزا بدن کا بادشاہ و حاکم اعلیٰ و مدبر ہے۔ وہ مرکز قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضا۔ دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و متحد ام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضا باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور بُرے رستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہر حال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالمِ اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالمِ کبیر و نوعِ انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحبِ قوت حاکم اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فریاداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلسِ قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں: **إِنَّ النِّعْمَ لَا تَدُومُ إِلَّا بِالشُّكْرِ وَإِنَّا نَحْمَدُ اللهَ عَلَى آيَاتِهِ وَنَشْكُرُهُ عَلَى نِعَمِهِ وَتَرَعِبَ الِيهْدَى مِنْ زَيْدَةَ وَنَسَأَلُهُ الْمَعُونَةَ عَلَى مَا دَفَعْنَا إِلَيْهِ وَحَسَنَ الْهَدْيِ إِلَى الْعَدْلِ الَّذِي بِهِ يَجْتَمِعُ الشَّمْلُ وَيَصْفَوُ الْعَيْشُ فَتَقْبَلُ بِالْعَدْلِ مَنَّا وَانْصِفُونَا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَوَدُّ كَمَا إِلَى أَفْضَلِ مَا فِي هِمْمِكُمْ وَالسَّلَامُ۔**

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لناخذ الطبیعة بقسطها فیصلح البدن بما یرد الیه من الغذاء وتسکن النفس عند ذلك فتدبر کل عضو من الاعضاء تدبیراً یدى الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفوا الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابله للغذاء ما یناسبها وما فیہ صلاحها فان الانسان متى شغل عن طعامه بضرب من الضرب انصرف قسط من التدبیر وجزء من التغذی الی حیث انصباب الهمه ووقوع الاشتراک فأضر ذلك بالانفس الحیوانیة والقوی الانسانیة واذاکان ذلك ادى الی مفسدة النفس الناطقة لهذا الجسد المرئی و فی ذلك ترک للحکمة وخرج عن الصواب۔ کذا فی المراجہ۔ ج ۱ ص ۲۲۔

بعض اہلِ کتب میں کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشنچ (اوشنق) تھا۔ اوشنچ بطنِ حواری سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۰: **وکان بعضهم یزعم ان اوشنچ هذا هو ابن آدم علیہ السلام لصلبه من حواء واما هشام الکلبی فانہ فیما حدیثت عنہ قال بلفنا والله اعلم ان اول ملک الارض اوشنق بن**

عابرن شالح بن اسرئیل بن سام بن نوح علیہ السلام قال والنہس تدعیہ وتزعم انہ کان بعد فآة آدم بمائتی سنة قال وانما کان هذا الملك فيما بلغنا بعد نوح بمائتی سنة فصیرہ اهل فارس بعد آدم بمائتی سنة ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم مر الطبری قول الکلبی رتخ القول الاول . وقال ان ملک او شہجہ هذا کان اسربعین سنة . مسعودی نے اوشہج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلہ شاہان فرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارداسب بن رستوران بن نیاداس بن طلح بن قروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجیب زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقلیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جاہل و سرکش و ظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب میں کا ایک فرد ہے۔ قالوا هو الضحاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فرعون مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت ہی فرعون مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کمافی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸۔

فرس کہتے ہیں الضحاک هو الازدہاق وهو بیئ اسب بن اسرئیل ناسب وقیل فی اسم ابیہ اسرئیل ناسب وقیل انہ ماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جاہل تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے ساتھ سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت و مورثی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقلیم سبعہ کا مالک تھا۔ سدی الطبری عن الامام الشعبي قال اجد وهو ذو حطی وکلن وسعقص قرشت كانوا ملوکاً جباً بركة ففکر قرشت يوماً فقال تبارک الله احسن الخالقین (ای جعل نفسه احسن الخالقین فسخره الله فجعله اجد هاق وهو معرب اژدہا۔ سانپ) وله سبعة ارضوس فهو هذا الذي بدنيا وندو جميع اهل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملك الاقاليم كلها وانہ کان ساحراً فاجراً، ا۷۔ ثم قال ملك الضحاک بعد جم فيما يزعمون الف سنة وسار بالبحر وبسط يده في القتل وكان اول من سن الصلب والقطع واول من وضع العساق (ای الخوارج) وضرب الدرهم واول من تعنى و

وَعُنَى لَهُ آه.

وفي المروج ج ١ ص ٢٢٣ انه كان ساحراً وملك الاقاليم السبعة وكان ملكه الف سنة وبغى في الارض وتمرد وانه مقيد في جبل دباوند بين الري وطبرستان آه قيده افريدون وفي تاريخ الطبري ج ١ ص ١١٠ كان عمه الف سنة وملكه منها كان ستاً سنة وقيل كان عمره ١١٠ سنة الى ان خرج عليه افريدون فقتله وزعم بعضهم ان نوحاً عليه السلام كان في زمانه وانه ارسل اليه والى من في مملكته.

وقال الطبري ايضاً قبيل هذا ان الضحاک كان عاصياً وانه غصب الارض واهلها بسحره وخبثه وهول عليهم بالحيثين اللتين كانتا على منكبيه فلقى الناس منه كل جهد وذبح الصبيان يقول البعض الذي كان على منكبيه كان لحيثين طويلتين ناتئتين على منكبيه كل واحد منها كراس الثعبان وانه كان مجنونه ومكرة يسترها بالثياب ويقول للتحويل وترويب الناس انها حييتان تقتضيانه الطعام وكانتا تحتركان تحت ثوبه اذا جاع كما تحرك العضمون الانسان عند التها به بالجمع والغضب وكانت الناس منه في جهد شديد ويقال انه خرج في منكبه سلعتان فكانتا نضريان عليه فيشتد عليه الرجوع حتى يطليهما بدماغ انسان فكان يقتل لذلك في كل يوم رجلين ويطلى سلعتيه بما غيما فاذا فعل ذلك سكن ما يجد.

قال هشام بن محمد بلغنا ان افريدون وكان مولده بدباوند خرج حتى ورد منزل الضحاک وهو عنه غائب بالهند فحوى على منزله وما فيه فاقبل الضحاک وقد سلبه الله قوته فادتقه افريدون وصيره بجبال دباوند فالعجم تزعم انه الى اليوم موثق في الحديد بعدد هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسيراً في تلك الجبال موكلاً به قوم من الجن ومنهم من يقول انه قتله هذا ما في تاريخ الطبري وفي كتاب اللقطة من غير من الكتب ما حاصله ان اول من خرج على الضحاک رجل باصبعان اسمه كابي وكان حدثاً فدعا الناس الى مجاهدة الضحاک في ٣٩٣ من هبوط آدم عليه السلام وكان معه عصا فعلق باطرفها جراباً كان عنده ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الى اجابته لما كانوا في فنون البحر فلما غلب كابي على الضحاک تقابل الناس بذلك العلم ففظموا امره وزادوا فيه حتى كان جميع ملوك الفرس عليهم الاكبر الذي يتبركون به وسموه درفش كابيان. فكانوا يظهرونه في الامم النظام وقال هشام بعد ذكر قصة اخرى لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم كان جلد اسد انه لم يزل محفوظاً عند ملوك فارس في خزائهم فالبسمة ملوك فارس الذهب والديبايح يمتناب به طبري ج ١ ص ٩٩ ثم بعد الفخر ملكوا عليهم افريدون.

فائدة. اتخذت الفرس بافريدون يوم قتل افريدون الضحاک وحبسه في جبل دباوند عيداً ويوم نجاة من الافات وسموا هذا العيد عيد المهرجان وكان ذلك في شهر مهر ماه مهر وزدكره الطبري

فی التاریخ ۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیاحتی فی الاسلام عند بعض ملوک العراق وایران کانوا یظہرون فیہما المسرّات وهما مہرجان ونیروز (نوروز) اما المہرجان فقد قرّ وجهه تقریراً -

ومہر فی الفارسیّة اسم الشمس قال القزینی و ذکر وان فی هذا الیوم یوم مہرجان دحا اللہ الارض وجعل الاجساد قرار الارجاج اہ - ویوم مہرجان دائماً یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تكون الشمس فی الاعتدال الخریفی و یعتدل اللیل والنہار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیہ خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیة وتكون فیہا الی ستة اشهر ثم بعد ستة اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربعی فی ۲۱ من شہر مارس (مارچ) و یعتدل اللیل والنہار فی العالم لكون الشمس مسامتة لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشماليّة وتكون فیہا الی نحو ستة اشهر ویوم ۲۱ مارس ہو یوم عید النیروز عند الفرس - نوروز معناه فی الفارسیّة الیوم الجدید وهو اول یوم من السنة الفارسیّة والفرس زعموا ان اللہ فی هذا الیوم ادمر الافلاك وسیر الشمس والقمر والكواكب -

وقد ذکرنا فی ترجمتہ جمشید بالدال العجبة والمہملہ وجہ - بدء النیروز و ذکرنا ہنا لک انہم کانوا یزینون ویظہرون انواع الفرج فی النیروز الی ستة ایام فكان عیدہم الی ستة ایام - وکذلک مہرجانہم الی عدّة ایام بل قال البعض انہم کانوا یجمعون جمیع الشہر عیداً باظہار انواع الزینة والفرج -

قال فی المروج ۲۷ ۱۹۴ ان شہر تشرین الاول ۳۱ یوماً فیہ المہرجان و بین النیروز والمہرجان ۱۶۹ یوماً وعند الفرس فی معنی المہرجان انہ کان لهم ملک فی قديم الزمان من ملوک الفرس قد عثر ظلمه خواص الناس وعوامہم وكان یسمی مہر وكان الشہر تسمی باسماء الملوك فقیل مہر ماہ ومعنی ماہ هو الشہر وان ذلک الملك طال عمرہ واشتدّت وطأتہ فمات فی النصف من هذا الشہر وهو مہر ماہ فسمی ذلک الیوم الذی مات فیہ مہرجان وتفسیرہ نفس مہر ذہبت وبعض اهل العراق وغيرہم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء بأہ بتصرف -

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انہ نبیہم وجاء بکتاب ادعاه و حیاً من اللہ تعالیٰ هو الذی سرتب لهم عیدین النیروز فی الاعتدال الربعی والمہرجان فی الاعتدال الخریفی و کان زرادشت کما قیل فی ایام ہشتاسف -

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ و جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے :-

هذا جدول ملوك فارس من بدو نوع الانسان الى ظهور الاسلام

تسلسل الملوك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٢٠	كيومرث - هو اول من ملك الارض وتزوج بتاج قيل هو آدم وقيل ابن آدم وقيل من نسل نوح عليه السلام وقال ابن حبيب المؤرخ كان من الجن قيل آدم عليه السلام -	١
٢٠	ثم اوشهنج بن فرمال بن سيامك بن يزيق بن كيومرث وقيل هو اخر الكيومرث بن آدم كان ينزل الهند -	٢
٣٠	ثم طهموت بن توبجهان بن اسرغشت بن اوشهنج كان ينزل سابقا وظهر في عهد بو اسف الذي احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطى طهموت لطاعته قوة وقال الكلبى اعطى من القوة ما خضع له ابليس وشياطينه وقيل انه ابنتى مدينة سابقا ونزلها وانه وثب على ابليس فكببه فطاف عليه في جميع الارض وانه اول من امر باتخاذ الكلاب لحفظ المواشى -	٣
٩٠٠	ثم جمشيد اخو طهموت قيل كان في زمنه الطوفان وقيل كان قبل الطوفان - وهي اول من امر بغزل الابرسيم والقطن	٤

له قال ابن حبيب كان من الجن ملك الارض كلها وحكى الطبري في تاريخه جبراصته انه اول من اقطع الشجر وبنى البناء واول من استخرج المعادن والحديد وانه بنى مدينة الرمي وانه قهر ابليس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مرتدتهم وملك الاقاليم كلها ١٢٠٠ سنة وشين مضاه عنهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشيد بحاله واسمه الاصل جم ملك ٦٠٠ سنة وقيل ٩٠٠ سنة وستة اشهر كما في المروج جبراصته ٢٢٠ وانه سحر الشياطين على ما زعمت الفرس وذلكهم واهمهم بعمل الرغام واللبص وصنعة النواة واهمهم بجملته من زجاج فصعد فيها الشياطين وركبها واقبل عليها بمساة عدة الشياطين في الهواء من بلدة من ديباند الى بابل في يوم واحد وذلك في يوم النيروز فانخذ الناس للاعجوبة التي سראوه عيد نوروز واهمهم باتخاذ ذلك اليوم وخمسة ايام بعده عيد وهو عيد الفرس المسمى بالنيروز (نوروز) ودفع الله عن وعنهم الحزن والبرد والاسقام والهوم والصد الى مدة طويلة ثم ان جمشيد بطر تكبر بعد ما كان مطيعا لله خاضعا له ومجدا احسان الله واخبرهم

عدد الملوك بالسنة	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٠٠٠	ثم بيوراسب بن امراد سب وهو الضحاك وهو الذي قتل بمشيد -	٥
٥٠٠	ثم افريدون بن ابقابان بن بمشيد ملك الاقاليم السبعة وكانت دار مملكته بابل وهو اشهر ملوك الفرس -	٦

بمشيد انه وليهم ورتبهم والدافع عنهم بقوته الاسقام والهزم وغيره لك فجاه النقص والهوان في ملكه بعد ما ادعى الربوبية ووثب عليه بيوراسب فغلبه على ملكه وقتله - كذا ذكر الطبري ج ١ ص ٥٥ -

١٣ وكان الضحاك ساحرا ملك الاقاليم السبعة وفي اللقطة من ان يقال له الدهاك ومعناه عشراقات فلما عتب قيل الضحاك وكان ابراهيم عليه السلام في اواخر ايام الضحاك واول ملك افريدون والفرس يجعلون الضحاك قبل الطوفان لانهم يعترفون بالطوفان وفي الطبري ج ١ ص ٩٩ قال بعض العلماء ان الضحاك هو مزور وهو الذي اراد احراق ابراهيم عليه السلام - ١٢ -

١٤ وفي زمنه ومن بيوراسب كان ابراهيم المنصر عليها السلام كما في الطبري ج ١ ص ١٩١ ويقال كان افريدون قبل ابراهيم الخليل عليه السلام بكثير ويقال ان افريدون هو نوح النبي عليه السلام والصحح انه من ولد بمشيد بينهما تسعة ابناء وانه الذي عاى اثارهم وقيل هو ذو القرنين المذكور في القرآن ويدل كلام الطبري في تاريخه ج ١ ص ١٩٢ ان ابراهيم وموسى والمنصر عليهم السلام وفرعون مصر كلهم كانوا في زمن بيوراسب و افريدون والمؤرخين في ذلك اختلاف كثير وافر يدون هو الذي قتل الضحاك الذي كان اظلم الناس سجلا ساحرا وقيل حسبه وجعلوا يوم قتل الضحاك عيداً سموه المهرجان وقد تقدم بيانه وبين النيروز -

وافريدون اول من سمي بكى ومعناه التنزيه اى مخلص متصل بالروحانيات وقيل معناه البهاء لانه كان يغشاه نور من يوم قتل الضحاك وقيل معناه مدرك الثار وفي تاريخ الطبري ج ١ ص ١٩١ قيل ان افريدون اول من سمي بالكيفية فقيل له كى افريدون وتفسير الكيفية التنزيه كما يقال روحانى يعنون به ان امره مخلص منزلة متصل بالروحانية وقيل ان معنى كى طالب الدخول وقيل معناه البهاء وان البهاء فيسبه افريدون حين قتل الضحاك -

وكان افريدون رجلاً جسيماً بهيئاً مجزباً عادلاً في ملكه وكان طوله تسعة اسماح كل رمح ثلاثة ابرواح وعرض مجزته ثلاثة اسماح وعرض صدره اربعة ابرواح -

وكان له ثلاثة ابناء اسم الاكبر سمرم والثاني طوج والثالث ابرج وهو اصغرهم وقسم الارض بينهم

بالسنة	اسماء الملوك وبعض احوالهم	رقم
١٣٨	ثم منوچهر (منوچهر) بن ايران بن افریدون وكان ينزل بابل دار مملكته قيل كان في زمانه موسى وهارون ويوشع عليهم السلام -	٤
٦٠	ثم سهرم بن ابان بن اثعبان بن يوحنا بن منوچهر كانت دار مملكته بابل قاله المسعودي	٨

اثلاثا وجعل ايرج ملك العراق والهند والبخارا وجعل صاحب التاج والسرير ونوض اليه الولاية على اخيه قيل وبها سميت مملكة بابل وارضها وما حولها ايران فايرج مصحف لفظه ايرج وقيل سميت ارض بابل لهذا السبب ايران شهر قيل ان افریدون اول من نظر في الطب والنجوم واول من ذل الفيلة وامطأها وتبع البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ويقال ان الترك من اولاد افریدون فان الترك الذي تنسب اليه الاترك كان ابن اسر شسيب بن طوچ بن افریدون ويقال فاشسب شهر اسب -

هو هو اول من خند الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخرون افرقيس بن اسحاق بن ابراهيم عليها السلام انتقل اليه الملك بعد ان مضى ١٩٢٢ سنة من عهد جيوهرت ذكره الطبري والفرس ينكر هذا النسب ولا تعرف لها ملكا الا في اولاد افریدون تملك منوچهر (منوشهر) ١٢٠ سنة ثم وثب عليه ابن الاين طوچ التركي فقناه عن العراق ١٢ سنة ثم غلب عليه منوشهر وملك بعد ذلك ٢٨ سنة فذل جميع ملكه ١٣٨ سنة وكان ملك اليمن في هذه الراش بن قيس بن صبيح بن سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان ويقال ان موسى عليه السلام ظهر في سنة ٦٠ من ملك منوشهر -

قال الطبري وقد زعم بعض المجهوس ان افریدون وطى ابنة لابنه ايرج يقال لها كوشك فولدت لافريديون جارية اسمها فركوشك ثم وطى افریدون فركوشك هذه فولدت لافريديون جارية اسمها زوشك ثم وطى افریدون زوشك فولدت لافريديون جارية اسمها بيتك ثم وطى افریدون بيتك هذه فولدت لافريديون جارية اسمها ايرك ثم وطى افریدون ايرك هذه فولدت لافريديون جارية اسمها ايرك ثم وطى افریدون ايرك هذه فولدت لافريديون جارية اسمها ويرك ثم وطى افریدون ويرك هذه فولدت لافريديون ابناً اسمه منشخروفاغ وبنناً اسمها منشجرك ثم ان منشخروفاغ وطى اخته منشجرك فولدت له ابناً اسمه منشخرو وبنناً اسمها منشجرك ثم ان منشخرو وطى اخته منشجرك هذه فولدت له منوشهر اي منوچهر وكان مولده بد ناباوند وقيل بالرقي -

ثم ان منوشهر يد اكبصر الى جد افریدون فتوسم فيه افریدون الخبير وتوجه بتاجه -٣-

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٢	ثم فرسياب بن اطوچ بن ياسر بن رامي بن ارس بن بولك بن ساساس بن زسست بن نوح بن دهر بن سرور بن اطوچ بن افريدون وكان عمره اربعاً وستة سنين -	٩
٣	ثم زون بن طهاسب وقيل في اسمه زاب وقيل زاغ وكان محمود السيرة محسنًا في سير عيته وهو الذي طرد فراسيات بن فشنج بن رستم بن ترك وتترك هذا جده سائر الترك الموجودين اليوم -	١٠
١٠٠	ثم كيقباد بن زاغ بن نوحاه بن ميسون نوذر بن منوشهر قيل ان الملوك الكبيئية واولادهم من نسله -	١١
١٥٠	ثم كيقاوس بن كبيئية بن كيقباد الملك قيل ان الشياطين كانت مستخرة له عن امر سليمان بن داود عليهما السلام -	١٢

١٣ قيل بعد موت منوشهر (منوجهر) غلب على مملكة فارس فراسيات (فراسياب) بن فشنج بن رستم بن ترك فهو من الترك لا من الفرس وقيل ان فراسيات من نسل افريدون فهو من الفرس وقيل ان الترك كلهم من اولاد افريدون وكان فراسيات جائراً اجباراً عظيم جوراً وخرّب ما كان عامراً من بلاد فارس ودفن الانهار القنى ولم يزل الناس منه في اعظم البلايا والفتن الى ان ظهر عليه زون بن طهاسب من نسل منوجهر فطرده زون الى تركستان فعمر زون ما خرب وافسد ويوم طرده زون فراسيات اخذته الفرس عيلاً ويوم سرور لما رفع الله عنهم شر فراسيات وجعلوه الثالث من اعيادهم النوروز والمهرجان ١١ -

١٤ كان كيقاوس في زمن سليمان عليه السلام قيل بنى كيقاوس بلدة كبيرة بمساعدة الشياطين لها سور من صفر وسور من شبه وسور من نحاس وسور من نحاس وسور من فضة وسور من ذهب وكانت الشياطين بنوا هذه البلدة ما بين السماء والارض مع ما فيها من الحيوانات والناس وكان كيقاوس لا يحدث اى لا يبول ولا يتغوط وهو يأكل ويشرب وكان منصوراً مظفراً في كل امر فلما رأى عزه تجبر فغزا بلاد اليمن وعلى اليمن بن مثنى ذو الاذعار بن ابرهة ذى المنابر الرأش فظفر بكيقاوس وحبسته في بئر ثم جاء رستم واطلق كيقاوس - يقال لكيقاوس قابوس ايضاً ١٢

رقب الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٤٠	ثم كيشتر بن سياوخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدة في الملك وتناك فغاب للعبادة فلا يدري اين مات قيل ان سياوخش والد كيشتر بنى في حياة ابيه مدينة القند هاسر من ارض افغانستان وكيقاوس بنى مدينة كشمير في ارض الهند ولم يكن لكيشتر وعقب -	١٣
١٢٠	ثم لهراسف بن تنوچ بن كيمس بن كيناسس بن كيناسته بن كيقاد الملك و قد احسن و عدل في الرعيّة و بنى بلدة بلخ -	١٢
١٥٠	ثم بشتاسب بن لهراسب وهو الذي اطلق سبايا بنى اسرائيل و اساراهم اذن لهم بالذهاب الى ارضهم بلاد الشام و فلسطين و عمارة بيت المقدس بعد ما خرجها بخت نصر فعمروها -	١٥
	ثم بكمين بن اسفنديار بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ و يقال له اردشير بهمن بن اسفنديار كان متواضعا مريضاً يكتب في كتبه من اردشير عبد الله و خادم الله	١٦

وهو الذي غضب على بنى اسرائيل و اهلكهم و سبّت سبلهم حيث عين بخت نصر مرزبان بابل و العراق معنى مرزبان النائب و الحاكم على حصّة من الملك (اى گورنر) و كان اسمه بالفارسيّة بخرشاه و هذا هو الاصح و قيل كان بخت نصر ملكاً مستقلاً قال الطبرى في تاريخه جازاً ان كان بخت نصر في زمان لهراسب و كان بخت نصر اصبهذ (گورنر) ما بين الالهوا الى ارض الرّم من غربى دجلة اة بحاصله و بخت نصر هو الذي سبى بنى اسرائيل قتلهم و حتر ب بلادهم و كان ينزل بابل و كان في زمانه ارميا النبي عليه السلام الذي مكث في نومه ٤٠ سنة او مكث ١٠٠ سنة كما في القرآن المجيد قاله الطبرى و قيل كان ذلك عزير النبي عليه السلام و كان بخت نصر بعد داود و قيل عيسى عليها السلام و يوضح كثير من القدماء كبطليموس صاحب الجسطى تاريخ الامم من عهد بخت نصر و كانت نيابة بخت نصر ٢٠ سنة و قيل عاش اكثر من ٣٠٠ سنة و كان في خدمة لهراسب ثم في خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم في خدمة متهمن ١٢

و في زمن انبى ارميا و عزير عليها السلام من النوم بعد ٤٠ سنة او ١٠٠ سنة فنظر الى بيت المقدس كيف تعمر و يبني مسجد ها و قال اعلم ان الله على كل شى قدير و في عهد بشتاسب و قيل اسمه يستاسف ظهر زرادشت الذي تزعم المجوس ان نبينهم و كان زرادشت عند البعض من العلماء خادماً لبعض نلامذة ارميا النبي عليه السلام

بالتسوية
بالتسوية

اسماء الملوك وبعض احوالهم

- ١٤ الساس لاهركم وهو ابو اسر الكبر و اوساسان ابي الملوك الساسانية من القبر المنأخرة على ماسياقي توفى بهممن وله ابان داسرا الكبر و ساسان و بنت اسمها خاني وقيل حمية - ١١٢
ثم حمية بنت بهممن بن اسفنديار كانت حسنة السياسة قاله المسعودي وقال الطبري اسمها خاني وتلقبت بشهرزاد وانما ملكت خاني بعد ابيها لانها حملت من ابيها فسألته ان يعقد التاج له في بطنها ففعل ذلك بهممن فلما رأى ساسان ذلك وكان كبيراً حينئذ لحق باصطخر قترهد و لحق بالجمال يرعى الغنم ولذا قيل له الراعي - ٣٠
١٨ ثم اخوها وابنها اي داسرا بن بهممن وكانت داسر مملكة بابل وهو داسر الكبر ابو ساسان ابي الملوك الساسانية وبعد ما كبر داسرا حولت اختها وامها خاني التاج عن راسها اليه وبني هو مدينة بفارس سماها داسرا بخرم وكانت داسر مملكة بابل كاضابطا لمملكه قاهر من حوله من الملوك وكان مجباً بابنه داسرا الاصغر من جهة اياه سماه باسم نفسه وصير له الملك من بعده - ١٢
١٩ ثم داسرا الاصغر ابن داسرا الكبر بن بهممن اساء السيرة في سير عيته وقتل رؤساء هم وكان غرّاً جبّاراً حقيقاً - ١٣

اشيراعندة فكذب عليه فدعا عليه الله فبرص فلهق ببلاد اذربيجان فاطهر بهاد بن المجب سيته ثم توجه الى بشتاسب وهو ببلخ فاعجبه ودخل بشتاسب في المجوسية وقصر الناس على الدخول فيه وقتل في ذلك سر عيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا على دين الصابئين ١٢
١٣ وهو اخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد مله اهل فارس واحبوا الراحة من غزاة الاسكندر الرمي فلهق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقى ببلاد الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلي الفخر فاقتل سنة ثماناً اشديداً ثم ان داسرا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الى الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزء من اجترأ على ملكه وكان الاسكندر امر ياسر داسرا عدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجد يجرى بنفسه فوضع رأسه في حجره وبكى عليه وقال سلفي حوالمجت فسأله داسرا ان يتزوج ابنته رشنك ويقتل قاتليه فوفى له الاسكندر وتزوج بروشنك وبعد قتل داسرا سهل لاسكندر التسلط على جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم والشام ومصر وهدم كثيراً من المدن والحصون وبيوت النيران في فارس واحرق كتبهم ودواوين داسرا

تاريخ الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	٢٠
١٣	ثم الاسكندر بن فيلفوس المقدوني اليوناني الرومى كان فيلفوس ابوه ملكا على اليونانيين وكان من بلدة مقدونيا - ثم بعد موت الاسكندر ملك كل قطر ناحية امراء الاسكندر وكان ابنه صغيرا وذكر الطبري ان اسم ابنه الاسكندر وس وانه ابى واختر النسك والعبادة فحلت اليونانية عليهم بطليموس ابن لوغوس وكان على مصر والشام ونواحي المغرب ملكه وكل من ملك هذه البلاد يسمى بطليموس وكان ملكه ٣٨ سنة -	
٣٨	ثم ابنه اورفاطس	
٢٩	بطليموس ساطر	
١٤	بطليموس الاحسند	
١١	بطليموس الذي اختفى عن ملكه	
٨	بطليموس دوسيوس	
١٤	بطليموس قالوبطرى - وكل هؤلاء من اليونانيين -	
١٤	ملك الشام فيما ذكر الروم المصاص فكان اول من ملك منهم جايوس يوليوس	
٥	ملك الشام اغوستوس ولما مضى من ملكه ٣٢ سنة ولد عيسى عليه السلام	
٥٤	وبين مولده وقيام الاسكندر ٣٠٣ سنة -	

ودفاتر علومهم وكان يعبد الاصنام ومعاقبه ومشيئة ارسطو الفيلسوف ١٢
 الله وكان يعمل للخراج الى ملك الفرس فلما ملك الاسكندر انكر عن اداء ذلك فوعدت الحرب بينه وبين دارا و
 كان ما كان قيل كان يونانيا وقيل روميئا والطبري حتى كل ذلك وغزا الهند ووصل الى فنجاب اقليم باكستان ثم
 رجع فمات بناحية السواد فحمل الى الاسكندرية في نابوت من ذهب وكان ملكه ١٣ سنة وقتل دارا كان في
 اول السنة الثالثة من ملكه وبني اثنتي عشرة مدينة وسماها كلها اسكندرية منها الاسكندرية بمصر ومنها
 مدينة اصبهان ومدينة هراة ومدينة مرزومدية سمرقند وقر في كل ناحية من فارس وغيرها نحو اباله
 وخاطب كل واحد بالملك ونحو ذلك من الالقاب وكان مراد الاسكندر تشبثت كلتهم وعلبة كل رئيس منهم
 على ناحية فينعدم نظام الملك والانتقاد الملك واحد على الاسكندر ليجمع الامر اليه كان ذلك بانشارة ارسطو معلما ١٢

سنة الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٥٢٣	ثم نرجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ٥٢٣ سنة او اقل لا يخضعون لاحد.	٢١
١٥ تقريباً	ثم ملك الفرس كلها ارجشيرين بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسلهم ابن اسفنديار اى من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف.	٢٢
٣١	ثم كسر سابور بن ارجشير كتب اليه ملك الروم بلغنى حسن سياستك لرعيتهك وسلامة مملكته وانى احببت ان اسلك طريقته فكتب اليه سابور نلت لك بتمان خصال لم اهزل فى امر ولا نهى ولم اخلف وعداً ولا وعيداً قط وحاربت للغنى لا للهوى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلاكرة وخوفاً بلامقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعمت بالقوت وحسنت الفضول.	٢٣
١	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة فى رعيته.	٢٤
٣	ثم بهرام بن هرمز وكان جليماً فاستبشر الناس بولايته وفى عهده كان مانى بن يزيد الزنديق داعى المذهب الثنوى.	٢٥

٢٦ فيران من كان يملك بلاد الجبل بعددته اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائماً الى ملك ارجشير بابكان وفى هذا الزمان كان سرفر عيسى وقتل الانبياء منهم يحيى وذكر يا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبرى وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فى النواحي ٥٢٣ سنة اذ وقيل ٢٤٦ سنة وقال المسعودى ٥١٤ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر ارجشيرين بابك بن ساسان الذى هو جد الملوك الساسانية ١٢ -

٢٧ قالوا ان ارجشير غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فى اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانى كان يلقب بكسر واخر من ملك منهم يزيد جرح قتل فى عهد عثمان رضى الله عنه وكانت مدة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ١٢

٢٨ قال الطبرى دعاه مانى الزنديق الى دينه فوجدته داعية الشيطان فامر بقتله وسلمه جلدًا وحشوةً تبتاً وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندى سابور وقتل اصحابه اهل. وفى المروج ج اصف ان مانى بن يزيد عرض على بهرام مذهب الثنوية فاجابه احتيلاً من عليه الى ان احضر دعاه المتفرقين فى البلاد فقتله

رقم القصة	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٤	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملك ١٨ سنة او ١٤ سنة وكان في اول ملكه مشغولاً في اللذات واليهود والصيد والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطم الضياع لخواصه فحلت من عمارها وقتل مال الخزانة -	٢٦
٣	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٣ سنين او تسعاً -	٢٤
٩	ثم نرسی بن بهرام وهو اخو بهرام المذكور من قبل اى اخو بهرام الثالث -	٢٨
٤	ثم هرمز بن نرسی - ثم هلك ولا ولد له فشق ذلك على الناس وكانت بعض نساءه حبلى فلكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابقاً ذاك الكتاب -	٢٩

قتل الرءساء من اصحابه وفي ايام ما في هذا ظهر اسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زرادشت بكتاب اسمه البستاه ثم تفسره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بيا نالتا ويل المتقدم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذي هو الزند قالوا هذا زندي اى منحرف عن ظواهر المنزل الى تاويل هو بخلاف المنزل فعره بتنه العرب وقالوا زندين والشويته هم الزنادقة ١٢

١٥ قيل انه ساريلية مع الموبدان (قاضى القضاة) في منزهاته وصيده نحو المدائن فتوسطوا خريبات لا انيس بها الا اليوم واذ ابرم يصير واخر يجاوبه فقال بهرام للموبدان هل احد اعطى فم منطلق الطير فقال الموبدان انا فمهم فقال ما يقول هذان الطائر ان قال الموبدان هذا يوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعيني من نفسك حتى يخرج منا اولاد يستبحون الله ويبقى لنا عقب يكثرون ذكرنا فاجابت البومة نعم هذا هو للحظ الا وفر لكن بشر نصال اولها ان تعطينى من خريبات امهات الضياع عشرين قرية مما قد ضرب في ايام هذا الملك فقال اليوم ان دامت هذا الملك اعطيتك مما يجرب من الضياع الف قرية فما تصعين بها؟ قالت في اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولادنا قرية من هذه الخريبات فقال لها الذكر هذا سهل امر سألته وانا ملئ بذلك فهاق ما بعد ذلك - فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبدان استبقيت من نومه قال ما الغرض الذى له قصدت بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبدان ايها الملك ان الملك لا يملك عزه الا بالشرعية والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه ولا قوام للشرعية الا بالملك ولا عز للملك الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليفة نصيب الرب وجعل له قوما وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمارها وهم ارباب

عدد الملوك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٤٢	ثم سابور ذو الاكتاف وخلفه والده حملاً وتقلد الوزراء والكتاب اعمال المملكة .	٣٠
٣	ثم اردشير بن هرمزين نوسى فخلع بعد اربع سنين وكان جائراً مفسداً قتل العظماء .	٣١
٥	ثم سابور بن سابور ذى الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنا بها وكان عادلاً .	٣٢
١١	ثم اخوة بهرام بن سابور ذى الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتناء برمية نشابة قتله كان لقبه كرم ان شاه .	٣٣
٢٢	ثم يزيد بن بهرام كرم ان شاه وقيل هو اخو كرم ان شاه .	٣٤

الخارج واقطعها الحاشية واهل البطالة فقلبت العارفة والاموال فانترع الملك الضياع ورتها الى اربابها وتوجه الى امور الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعياداً ١٢

ثم وضع امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحي والاقاليم فقلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغر الايادى فلما بلغ عمر سابور ١٢ سنة فتح جميع النواحي واكثر من القتل والسبي والتخريب وقتل العرب وغز الروم وبني في هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهي الاشبار بارض الالهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من الجوس يعبدون النار كانت لهم بيوت النار في شتى المواضع كانت دار ملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضاً جند نيسابور من بلاد خوزستان و في المروج ١٧٢٥٩ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربي المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقي من المدائن وبني هناك الادوان المعروف بابوان كسركا وكان في زمنه ملك الروم قسطنطين الذي بنى مدينة قسطنطينية وكان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمي سابور بذى الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكتافهم ظمناً . فلما هلك سابور اوصى بالملك لاهية اردشير بن هرمز ١٢

١٣ وكان يلقب بالاثيم وكان جباً راجراً شيطانياً يريد ان يقتل ابي عاقب بادنى زلة سبي الخلق منها للناس لا يأمن احداً على شئ وكان الناس من العظماء وغيره منه في بلاد عظيم فصرعوا الله تعجل انقاذهم منه فانفق ارضه فرس على فتاده رحته هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس في مكانه فكانوا يقولون لم يره هذا الفرس من قبل ان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ١٢

۳۵	اسماء الملوك بعض احوالهم	۳۵
۲۳	ثم بهرام جو بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وهو ابن عشرين سنة وكان ذا قوة وبطش شديد وجراحة كبيرة فغرق مع فرسه فی جب الوحل ولم يجدوا جثته -	

فائدة ملک فارس کی ارض عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہ فارس کی طرف سے بعض نابین مقرر تھے یہ نابین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسری کے تابع تھے۔ ان نابین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البداء بن عمر ملک الحیرة وهو صاحب الخورنق والخورنق قصر له اشهر من قفانک یضرب المثل ببانیہ ستما سر وكان النعمان المذكور فی زمان یزدجرد الاثیم هذا۔

وكان سبب بناء الخورنق فيما ذكره الطبري في تاريخه ج ۲ ص ۴۷ ان یزدجرد الاثیم كان لا یبقی له ولد فسأل عن منزل بری مرئ یصحیح من الداء والاسقام فدل على ظهر الحیرة فدفع ابنه بهرام جو الى النعمان هذا وامره ببناء الخورنق مسکنًا له وانزله اياه وامره باخراجه الى البادية من بوادی العرب وكان الذی بنی الخورنق رجلاً یقال له ستمار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لوعلت انکم توفوننی اجری وتصنعون بی ما انا اهله بنیته بناء یدر مع الشمس حیث دارت فقال وانک لتقد علی ان تبني ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات ستما راه۔ فضره وابوالمثل لمن ظلم محسنة۔ ولمن كان مكفراً قال ابو الطیمان القینی ۷

جزاء ستماہر جزاها و سر بہا وباللات والعزی جزاء المكفر

وقال سلیط بن سعد ۷

جزی بنو ابا الغیلان عن کبر وحسن فعل كما یجزی ستماہر

وقیل ۷

جزای جزاه الله شر جزایہ جزاء ستماہر وماکان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق هو المنذر بن النعمان وهو الذی استخضه یزدجرد ابنه وكان اسم هذا الابن

بهرام جو بن یزدجرد الملك ۱۲

۱۸ حکى من قوتہ انه ركب يوماً قبل ان یتمک الى الصید فاذا هو باسد قد شد علی میرفتناول لاهد ظهر العیر بقیه لیفتسه فرماه بهرام رمیته فی ظهرة فنقذت النشابة من بطنه ثم من ظهر العیرالی سرتہ حتی

تاريخ
الملك

اسماء الملوك وبعض احوالهم

١٩

٣٦ ثم يزجرج بن بهرام جرد سار فيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احد هما فيروز
والاخر هرز.

افضت الى الارض فساخت فيها الى قريب من ثلثها فتحركت طويلاً فامر بهرام فصب ما كان منه في امر الاسد
العير في بعض مجالسه - ومما حكى من شدة بأسه وشجاعته انه اخذ الراية والتاج بين اسدين ضارين و
قتلها من غير سيف وذلك انه لما مات ابيه يزجرج الاثيم وكان ظالماً تغاقد العطاء ان لا يملكوا احداً من
ذرية يزجرج لسوء سيرته فملكوا رجلاً من عترة اسد شيرين بابك يسمى كسرى فطلب بهرام جرد ان يكون ملكاً
في مقام ابيه واجتمع بالوزراء والكبار القصة طويلاً وصالحوا على ان يلقي التاج والراية بين اسدين
ضارين مشبلين فمن تناولهما من بين الاسدين فهو الملك وبهرام جرد هو الذي اشار بهذا
الطريق من الصلح فعملوا التاج والراية بين اسدين مجوعين وارضى وثاقها وكان هذا بحضور
جمع عظيم ثم قال بهرام لكسرى دونك التاج والزينة فقال كسرى انت اولى بالبد فلم يكره بهرام قوله
ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرداً ومشى الى الاسد بن فبد اليه اسد فلما دان من بهرام وثب وثبة
فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبى الاسد بفضديه عصرًا اثخنه وجعل يضرب على راسه
بالجرد ثم شد الاسد الاخر عليه فقبض على اذنيه وعركهما بكلمات يديه فلم يزل يضرب راسه
برأس الاسد الاخر الذي كان ساكبه حتى دمغها ثم قتلها بالجرد فتناول التاج والزينة وصار
ملك الفرس كلها وكتب على خاتمه بالافعال تعظم الاخبار - ولم يزل ملكا على الفرس فركب
يومًا للصبيد فشد على غير (الحمار الوحشى) فغاص هو فرسه في حومة حامة فغرق فسارت الدابة
الى ذلك الجب والحومة وامرت بنقل الطين فنقلوا طيناً كثيراً حتى جمعوا من ذلك اكماماً عظماً ولم
يقدروا على جثته بهرام كذا في كتب التاريخ ١٢

١٩ احضر يزجرج هذا رجلاً من الحكماء لا قنباس الراى منه يسوس به سر عيته فقال له
يزجرج ايها الحكيم الفاضل ما صلاح الملك ؟ فقال الرفق بالوعية واخذ الحق منهم من غير مشقة
والتوجه اليهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك ؟ فقال
وزرارة واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسدوا ١٢

تاريخ الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٢٤	ثم هرمزين يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوة فيروز فقتله فيروز وولد الملك ثم فيروز بن يزدجرد تملك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فظهر العدل وحسن السيرة -	٣٤ ٣٨
٣	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه في الملك اخوة قباد ففر قباد الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبني بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه -	٣٩
٣٣	ثم قباد بن فيروز وقيل في اسمه قباد بالمهله . وفي زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباد في المزدكية فقتل ابنه انوشتران هذا الزنديق -	٣٠

٤٠ تحق الناس في زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزان وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر
ان يكون حال الغنى والفقير والشريف والوضيع في التامى واحدا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيامات
جوعا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعا الا رجلا واحدا ثم استهل الى ربه فانزل
الغيث هلك فيروز في الحرب على يدي ملك الهياطلة المسمى اخشنوار في بلاد خراسان ١٣
٤١ كان قباد عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستصرا به على اخيه بلاش ففر بجود
نيسابن ومعه جماعة متكررين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباد الى الجاغ وامران تلتس له امرأة ذات
حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلا من الاساورة وكانت له ابنة بكفانقة في الجمال
فكلم معها ان تبعت بابنتها الى قباد فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرقيق واسمه زرم مهر يرغب المرأة وزوجها
حتى فعلا وصارت الابنة الى قباد واسمها نيوندخت فغشيها قباد فحملت انوشتران وهو الملك المشهور بالعدل
فامر لها بجائزة حسنة وجباها حياء جزيل وما كانت تعلم ان قباد من ابناء الملوك -

وقيل ان ام تلك الجارية سالتها عن هيئة قباد فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سر اوله فسوجا
بالذ هب فعلمت انها من ابناء الملوك وسرها ذلك ومضى قباد الى خاقان فوجه مع قباد جيشا فلما
انصرف قباد بذلك الجيش وصار في ناحية نيسابن استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلاما
فانتته ومعها انوشتران وقد شابها في جماله وصورته وفي هذا الموضع وحز الخبز يموت بلاش فامر بحمله و
حمل امه على امراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكا بغير حرب لموت بلاش -

تاريخ
الملك

اسماء الملوك وبعض احوالهم

٢١ ثم كسرى أنوشروان بن قباد بن فيروز بن يزدجرد بن بهرام جى وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً -

٢٨

وعمر قباد في عهده مدناً منها مدينة الرجان (ارجان) ومدينة حلوان وظهر في عهده مزدك رئيس المزدكية الزنادقة وتابعه قباد فبعد مضي عشرين من ملكه اجتمع العظماء فعزلوا قباد وحبسوا المتابعة مزدك والمزدكية شيوعية العهد القديم كانت المزدكية تقول الناس شركاء سواء في كل شئ من الاراضى والدمر المالى الابرزاق حتى النساء فدخل السفلة في هذا الدين وتابوا مزدك فوقع الناس منهم في بلاد عظيم وقوى امر المزدكية حتى كانوا يدخلون على الرجل في داره فيغلبونه على منزله ونساء وامواله لا يستطيع الامتناع منهم حتى كانت افة عمياء وفتنة دهياء وصائر الا يعرف الرجل منهم ولده ولا المولى اباه ولا يملك الرجل شيئاً مما يتسرع به -

وكان مزدك يبنى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رأى ان اكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احل النساء واباح الاموال وجعل الناس شركاء فيها كما شتر اكرمهم في الماء والنار والكلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانوية في القول بالاصليين النور والظلمة وكان يقول ان النور يفعل بالارضيات والظلمة تفعل على الخبط والاتقان والنور عالم حساس والظلام جاهل اعنى ويقول ان الاركان ثلاثة الماء والارض والنار لما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبر الخير ومدبر الشر فاما كان صفوها فهى مدبر الخير ما كان من كدها فهم مدبر الشر ورؤى عنه ان معبوده قاعد على كرسيه في العالم الاعلى هيئة قعود الملك في العالم الاسفل وبعد عزلهم قباد ملكوا اخاه جاماسب وكان ملك جاماسب ست سنين ثم فر قباد من الحبس بجيلة وغلب على اخيه في الملك فملك مرة ثانية وكان ملكه مع سقى ملك اخيه ثلاثاً واربعين سنة وبغير سقى ملك اخيه سبعمائة وثلاثين سنة ١٢

٢٢ فتح بلاد كثيرة من ملك فارس التي قبض عليها بعض الملوك في زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وكان منصوراً مظفراً قتل مزدك بن بامداد واصحابه وثبتت المجوسية مذهب اجدادهم ووردت الاموال التي اخذتها اصحاب مزدك الى اهلها -

كان انوشروان ذارفاً برعيته شديداً على اعدائه فخر انطاكية وكثيراً من بلاد الروم ومملكته تعابه جميع الامم وكان مكرماً للعلماء وزوجاً خاقان ملك الترك ابنته وها دنه ملوك الهند وغيرها وكثر جنده وحملت اليه الهدايا من سائر الملوك -

وفي زمانه كان مولد النبي عليه السلام ومولد ابيه عبد الله بن عبد المطلب وفي زمانه كان ملك الحبيشة على اليمن وقوع واقعة اصحاب الغيل الذين جاؤ الهدم بيت الله وكان مولد النبي عليه السلام لمضى سنة من ملك انوشروان قاله الطبري ولما كانت ليلة ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم اسرت جنس ايوان كسرى وسقطت من اربع عشرة شرفة وسجدت نارسا فارس التي كانت الفرس تعبد ها ولم تخد قبل ذلك بالف عام وغاضت بحيرة ساوة وسراى الموبدان ابلاصعابا تقود خيلا عرابا قد قطعت دجلة وانتشرت في بلادها فافزع كسرى ما سراى وجمع العظاء ثم ورد عليه كتاب بخود النارسو قص عليه الموبدان ما سراى فازداد غمًا فقال حادث يكون من عند العرب -

فكتب كسرى الى النعمان ملك الحيرة ان يوجه اليه عالمًا بما يريد ان اسأله عنه فوجه اليه عبد المسيح بن عمر بن حيان الغساني فاخبره ما سراى فقال عبد المسيح لا علم لي بذلك وعلم ذلك عند خالى فى مشارف الشام يقال له سطيح قال فانه واتى بجوابه فركب عبد المسيح حتى قدم على سطيح وقد اشفى على الموت فحياه -

فقال سطيح له عبد المسيح على جمل يسبح الى سطيح وقد ادنى على الضريح بعثك ملك بنى ساسان لاسرت جنس الايوان ونحو النيران وسراى الموبدان يا عبد المسيح اذ كثرت التلاوة وبعث صاحب الهراة وفاض وادى السعارة وغاضت بحيرة ساوة وسجدت نارسا فارس فليست الشام لسطيح شأما يملك منهم (اي من الساسانية) ملوك وملكات على عدد الشرفات وكل ما هو ات ات ثم مات سطيح مكانه ثم قام عبد المسيح وقدم على كسرى واخبره بقول سطيح فقال كسرى الى ان يملك منا اربعة عشر ملكًا قد كانت امم ملك منهم عشرة فى اربع سنين وملك الباقون الخلافة عثمان رضى الله عنه واخرهم يزود وقل فى خلافة عثمان رضى الله عنه -

كان وزير انوشروان رجلاً حكيمًا اسمه بزرجهر ولهذا الحكيم اقوال فى الادب والحكمة مشهورة و انوشروان كسرى هو الذى ورد عليه ابن دى يزن من اليمن يستنصره على الحبيشة الذين تمكروا على اليمن فبعث معه جيشًا عليه قائد له اسمه وهرن فافتتحوا اليمن ونفوا السودا وكان ملك انوشروان كما قال ابن قتيبة فى المعارف سنة ٢٩٠ سبعا واربعين سنة وسبعة اشهر اة - وكان لانوشروان مائدة من الذهب عظيمة عليها انواع من الجواهر مكتوب عليها ما اكلته وانت تشتهي فقد اكلته ما اكلته وانت لا تشتهي فقد اكلت كان انوشروان يدعى كسرى اللخير -

وجلس يوماً للحكام لياخذ من ادايم فقال لهم دولوى على حكمة فيها منفعة خاصة نفسى وعامة سر عيتى فتكلم كل واحد منهم ثم قال بزرجهر بن البختكان ايها الملك انا جاملت ذلك فى اثنتى عشرة كلمة

فقال هات فقال اولهن تقوى الله في الشهرة والرغبة والرغبة والرهبة والفضب والهوى فاجعل من ذلك كله
 لله لا للناس والثانية الصدق في القول والعمل والوفاء بالعادات والشروط والعهود والمواثيق والثالثة
 مشورة العلماء فيما يحدث من الامور والرابعة اكرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والكتاب
 وللخول بقدر منازلهم والخامسة التقهيد للقضاء والفضص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم
 باحسانه والمسيئ على اساءته والسادسة تعهد اهل السجون بالعرض لهم في الايام لتستوثق من
 المسيئ وتطلق البرئ والسابعة تعهد سبيل الناس واسواقهم واسعارهم وتجارتهم والثامنة حسن
 تأديب الرعية على الجرائم واقامة الحدود والتاسعة اعداد السلاح وجميع الات للحرب والعاشرة اكرام
 الولد والاهل والاقارب وتفقد ما يصلحهم والحادية عشرة اذكاء العيون في الثغور ليعلم ما يتخوف
 فيؤخذ له اهبتة قبل هجومه والثانية عشرة تعهد الوزراء وللخول والاستبدال بنى الغش و
 العجز عنهم.

فامر انوشروان ان يكتب هذا الكلام بالذهب وهذا مشتمل على مياسة المملكة وسئل
 انوشروان ما اعظم الكون وانفعها عند الاحتياج فقال معرف اودعته الاطرا وعلم تورثه الاحقاب و
 قيل له من اطول الناس عمرا فقال من كثر علمه فتأدب به من بعده او معرفه فيشرف به عقبه انوشروان
 قال يوما لبرزجهم من يصلح من ولدي للملك فقال لا اعرف ولدك ولكن اوصف لك من يصلح لذلك .
 اسامهم للمعالى واطلبهم للادب واجزهم من العامة وارأفهم بالرعية وادصلهم للرحم وابعدهم من الظلم .
 كان ملك اليمن في ايام قبا وانوشروان تبع واسمه تيان اسعد ابوكرب وتبع هذا فتح بلاد كثيرة من
 المشرق وسار في اطراف الاراضي فمر في مسيرة على المدينة المنورة فلم يجر اهلها وخلف بين اظهروهم
 ابناله فقتل غيلة فخارب الانصار عليهم عمرو بن عبدول فكانوا يحاربونه بالنهار يقره نه بالليل فيجبهه
 ذلك منهم ويقول والله ان قومنا هؤلاء كرام فجاء خبر ان من اليهود حين سمعان تبع يريد اخراب
 المدينة الشريفة فقال له ايها الملك لا تقعل والالم نأمن عليك عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر
 نبي يخرج من قريش في اخر الزمان فتناهي عما اراد وانصرف الى اليمن معه الخبران المذكوران ولما وصل مكة
 وكانت مكة في طريق اليمن فاخبره نفر من الهذليين ان في الكعبة مآلذ اثر من اللؤلؤ والزبرجد و
 الياقوت والذهب والفضة و اراد الهذليون هلاكه تبع بطريق الحيلة اذ قد عرفوا من هلاكه من اراد
 الكعبة وبغى عليها فاجتمع ثم ناه الخبران وقال له انهم ارادوا هلاكك وامراه بتعظيم بيت الله والطواف و
 الخضوع عنده ففعل .

وارى في المنام ان يكسوه فكساه فهو اول من كسا البيت كفا في تاريخ الطبري وكان تبع من يعبد الوثان

اسماء الملوك وبعض احوالهم

بالتاريخ

٢٢ ثم هرغزين انوشير ان و امه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الليل على العطاء والاشراف لاستنطاقهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العطاء في التكبر والظلم على الضعفاء -

١٢

فهمود باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام في من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبي من قريش وانما يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصّد في الكاهن فقال له تبع ما بقى من علك فهل تجد لقوم ملكاً يوازي ملكي قال لا الا الملك غسان بنجل قال فهل تجد ملكاً يزيد عليه -

قال نعم قال ولمن؟ قال اجدها لباقر مبرور ايتد بالقهوق ووصف في الزبور وفضلت امتي في السفور يفرح الظلم بالنور احمد النبي طوي لامته صلى الله عليه وسلم -

٢٣ قيل ان هرغزين كان عادلاً اريباً ردي النية وانما كان مانعاً للاشراف من التجار على الضعفاء مقصياً لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٤٠٠ رجلاً ولم يكن له رأي الا في تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه وصار للملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحرب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرغزيناً كان ابرويز غائباً -

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضي مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حرب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر اسكندرية وبيت المقدس و فلسطين وحاصرت القسطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الملائكة ودعا الله ان ينقذاه ووعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلادهم وغلب على بلاد فارس حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز في المدائن خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحرب بعد مضي اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ٢٨ من ملكه كما يعلم من كلام الطبري ج ٢ ص ١٣ وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة -

وفي هذه الحرب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم في ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون في بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

السنة والملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم
٣٣ ٣٨	<p>ثم كسرت ابروزين هرمز بن اوشروان كان اشده ملوكهم بطشاً وابعدهم غوثاً وبلغ من جمع البأس والجدّة والنصر الظفر جمع الاموال ومساعدة القدر مبلغاً كبيراً ولذلك سمي ابروزين ومعناه بالعربية المظفر وقرن منها بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التي نزلت فيها الم غلبت الروم للخرثم قتل ابنه شيرويه بن ابروزين.</p>
<p>وَعَدَّ اللَّهُ لَا يَخْفَى اللَّهُ وَعَدَّةٌ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - الروم - رُوي أَنَّ فِي الْأَرْضِ يَوْمَ أُذِرْعَاتٍ بِهَا التَّقْوَى فَهَزَمَتْ فَارِسُ الرُّومِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَهُمْ بِمَكَّةَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَظْهَرَ الْإِيمَانُ لِلْمُشْرِكِينَ مِنَ الْمَجُوسِ عَلَى أَهْلِ الْكُتُبِ مِنَ الرُّومِ وَفَرَحَ الْكُفَّارُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ وَشَمَتُوا فَقَالُوا لِلْمُسْلِمِينَ أَنْتُمْ أَهْلُ كِتَابٍ مِثْلَ النَّصَارَى وَهِيَ أَقْيَمُونَ مِثْلَ الْمَجُوسِ وَقَدْ غَلَبَ إِخْوَانُنَا عَلَى إِخْوَانِكُمْ وَأَنْتُمْ أَنْ قَاتَلْتُمُونَا نَظْهَرُونَ عَلَيْكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْمَ غَلَبَتِ الرُّومُ لَمْ يَفْرَحِ الْمُسْلِمُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ -</p> <p>فلقي ابوبكر الصديق رضي الله عنه ابي بن خلف الجمحي فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبينا فقال ابي بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخطرة عشرة قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبي عليه السلام فقال ما هكذا ذكرت لك انما البضع مابين الثلاث الى التسع فزايدة في القلائص ومادة في الاجل فلقي ابوبكر ابياً فجعلها مائة قلوص اى ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من وريثة ابي بن خلف -</p> <p>٣٣ قال هشام بن محمد في سنة عشرين من ملك ابروزين بعث الله محمداً صلى الله عليه وسلم وهاجر في سنة ٣٣ من ملكه الى المدينة وقال الطبري ولحقه ٣٢ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يوماً من ملكه ها جر النبي صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قباد وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة ففرح -</p> <p>ثم ان ابروز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم يره مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة المحججين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبياً اوهو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا -</p>	

الملك
الملك

اسماء الملوك وبعض احوالهم

٣٣ ثم شيرويه بن ابرويز بن هرم بن نوشروان وكان اسم شيرويه قباده ملك بعد
قتل ابيه والفرس تسميه المشعوم وفي ايامه كان الطاعون بالعراق واقاليم فارس كان ملكه
سنة وستة اشهر قاله المسعودي وقال الطبري كان ملكه ثمانية اشهر -
٨- اشهر

وعن الحسن البصري ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا يا رسول الله ما حجة الله على كسركم
فيك قال بعث الله اليه ملكا فاخر جريدة من سواد ربيته الذي هو فيه تلاءم نور فلما راها فزع فقال
لم ترع يا كسركم ان الله بعث رسولا وانزل عليكم كتابا فاتبعه تسلم دنياك واخرتك قال ما نظرت قال المسعودي
في المروج ج ١ ص ٢٤٠ ان ابرويز هو الذي قتل الويز للمكيم المشهور بزرجه بن البستان حيث اقمه بالميل الى
الزنادقة من التنوية ومال بعد ذلك ابرويز الى الظلم وتجبور الناس منه في بلاد عظيم وكانت عندنا
عشرة الف امرأة وجارسية ونحو الف فيل فملكوا شيرويه وحبسوا ابرويز ثم امر بقتل ابرويز ثم ابرويز
هذا هو الذي ارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب يدعوه الى الاسلام بيد شجاع بن هب
وفي رواية بيد عبد الله بن حذافة فترقه فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يمزق كل ممزق
وفي كتب الحديث ان ارسال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتب الى الملوك كان بعد الحديبية ونظرا الى
هذا الاصح ان قتل شيرويه لابرويز كان بعد الحديبية وما ذكر الطبري ان خبر قتله وصل الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية كما قد منا فمشكل الا ان يقال ان المراء من يوم الحديبية فكلام الطبري
زمن قضاء عمرة الحديبية بعد عام صلح الحديبية -

٣٤ كانت الفرس تسمية المشعوم لسوء سيرته وقبح افعاله وكان في زمانه الطاعون في فارس فهلك فيه
ماثا الف من الناس فالكثير يقول هلك نصف الناس والمقل يقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرويز
خرق جيبه وبكى بكاء كثيرا ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخلاله وذلك بمشورة وزيره فيروز فاستلبوا بالاعظام
ولم يلبث بشئ من لذات الدنيا وخرق لقتل اخوته جزعاً شديداً وفي اليوم الثاني من قتل اخوته دخلت
عليه اختاه بونان وادرت ميدا حخت فاعظمت له وقالت حملك الحرص على ملك لا يتم على قتل ابيك و
جميع اخوتك فبكى بكاء شديداً ورمى بالتاج عن رأسه ولم يزل ايامه كلها مغموماً مدنياً ويقال انه هلك
من قدر عليه من اهل بيته قاله الطبري وقال ابن قتيبة في كتاب المعارف ص ٢٩٣ ان شيرويه امر
بابيه فسملت عيناه وقتل من اخوته ثمانية عشر رجلاً وخفف المؤنة على الناس ورفع الخراج لظهور الطاعون

سنة الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١١ سنة	ثم ارحشيرين شيرويه بن ابرويزين هرغزين اوشردان وكان ارحشير صغيراً ابن سبع سنين فقتله شهر يار سماه الطبري شهر يراز وسماه ابن قتيبة خرها ن وكان اذلك ارحشير سنة وستة اشهر قاله الطبري وقال المسعودي وان قتيبة كان ملكه خمسة اشهر -	٢٥
٢٠ يوماً	ثم شهر يراز (شهر يار) وهو قزح خان مائة اسفند اسرا القاتل لارحشير ولم يكن من بيت المملكة -	٢٦
١١ سنة	ثم بوران بنت ابرويزين هرغزين اوشردان فقالت يوم ملكت البر انوي بالعدل امر واحسنت السير في الرعيّة ووضعت بقايا الخراج عن الناس وامر تهر بالطاعة والمناصحة -	٢٧
شهران	ثم جُشندة وقال المسعودي اسمه فيروز خشنده من بني عم ابرويزو كان ملكه اقل من شهر وقال المسعودي كان ملكه شهرين -	٢٨
٦ اشهر	ثم ابنة كسرى ابرويز يقال لها آرزى دخت -	٢٩

فهلك فيهن هلك فيه وكان ملكه خمس سنين واشهر مضت من مقدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وكان ملكه سبعة اشهر ١٢

٢٤ ولما جلس على سرير الملك ضرب بطنه عليه وبلغ من شدة ذلك عليه انه لم يقدر على اتيان الخلافة فبسط فوضع امام السرير فيبرز فيه فقتل بعد اسبعين يوماً من ملكه وقيل بعد ٢٢ يوماً منه قيل احتسب له امرأة من اهل بيت الملك يقال لها بوران فقتله وقيل اسمها آرزى ميدخت فملكوا عليهم بوران بنت كسرى ابرويز ١٢

٢٥ وقال الطبري اسمها آرزى ميدخت يقال ارسل اليها عظيم فارس فرشح هرغزين لها ان تزوجه نفسها فارتدت اليه ان التزوج للملكة غير جائز وقالت انك تريد قضاء الشهوة متى نصرت لي ليلتك وكذا فركب اليها في تلك الليلة وامرت آرزى ميدخت الى صاحب حر سها ان يقتل ليلته التواعد فقتله فبلغ الخبر رستم بن فرخهرم خليفته اليه بخراسان فاقبل في جند عظيم الى المدائن المملوكة وسمل عيني آرزى ميدخت وقتلها وقيل بل سميت وكان ملكها اشهر وقيل اربعة اشهر وقال المسعودي سنة واربعة اشهر وقيل غير ذلك ١٢

تاريخ	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
عقد ايام	٥٠ ثم كسرى بن مهران جشش وكان من عقب ابراهيم شيرين بابك وقتل بعد ان ملك بايام.	
عقد اشهر	٥١ ثم قيل ان الذي ملك بعد آزر ميدخت اسمه خزر زاد خسر وقال المسعودي اسمه فرج خسر بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه.	
عقد ايام	٥٢ ثم فيروز بن مهران جشش وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرها وكان رجلا ضخما الرأس فلما نزع قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظام من افتتاحه كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام.	
٦ شهور	٥٣ ثم فرخ زاد خسر بن كسرى ابرويز.	
٢٠ سنة	٥٤ ثم يزيد جرد بن شهر ياسر بن ابرويز بن هرم بن انوشروان	
<p>٢٨ وقال الذين قالوا ملك بعد آزر ميدخت كسرى بن مهران جشش لما قتل كسرى هذا طلب عظام فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولومن قبل النساء فا تو ارجل يقال له فيروز بن مهران جشش ويسمى ايضا جشش سنة ١٢</p>		
<p>٢٩ وكان قد فر الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظام فجاءوا به اذ لم يجدوا احدا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد سنة اشهر. وقيل ملك بعد فرهاد خسر رجل اسمه يزيد جرد بن شهر ياسر بن ابرويز وهو اخر الملوك ١٢</p>		
<p>٣٠ ظفرب اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبري حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرهاد خسر وكان ملكا في مقابلة ملك ابائه كالحجبال والحلم وكانت الولى يد برون امر الملكة لحوالته سنة وضعف امر الملكة الفارسية واجتأر على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلادهم بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو اخر ملوك الساسانية قتل في خلافة عثمان رضي الله عنه بمصر من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل سنة ٢٨ سنة قال المسعودي وذلك لبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضي الله عنه وهي سنة ٣١ وقيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك أه. ويورد جرد هو الذي قاتل المسلمون افواجهم في خلافة عمر رضي الله عنه وبعده.</p>		

قائمة قد أن لنا ان نذكر هنا تفصيل ما كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس وغيره من الملوك فنقول وبالله التوفيق ان الذي كتب اليه النبي علي السلام من ملوك فارس اسمه ابرويز ابن هرمزين انوشيروان وابرويز هذا هو جد زيودج . واختلفوا في زمن كتب النبي عليه السلام الى الملوك فذكر الواقدي ان ذلك كان في اخر سنة ست في ذي الحجة بعد الحد بيبة وذكر اليهم في هذه الكتب بعد غزوة مؤتة التي كانت في جمادى الاولى سنة ولا خلاف بينهم ان بدأ هذه الكتب كان قبل فتح مكة و بعد الحد بيبة . كذا في البداية لابن كثير ج ٣ ص ٢٦٢ -

قال الواقدي وفي سنة ست من الهجرة في ذي الحجة منها بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة نفر مصطحبين حاطب بن ابي بلتعنة الى المقوقس صاحب الاسكندرية وشجاع بن وهب الى الحارث ابن ابي شمر الغساني يعني ملك العرب النصارى ودحية بن خليفة الكلبى الى قيصر وعبد الله بن حذافة السهمي الى كسرى وسليط بن عمرو الى هوذة بن علي الحنفي وعمر بن أمية الى الجاشي آة . وقد روى مسلم في صحيحه عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب قبل موته الى كسرى وقيصر والى الجاشي والى كل جبار يدعونهم الى الله عز وجل وليس بالجاشي الذي صلى عليه .

واما كتابه الى هرقل فكتب فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد فاسلم تسلم وتوكلت الله اجره مرتين فان ابنت فان اشرك الاكاسيين عليك . وفي رواية اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم وتوكلت الله اجره مرتين فان توليت فانما عليك اثم الارييسيين ويا اهل الكتاب تقالوا الكلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا باننا مسلمون قوله بدعاية الاسلام اي بالكلمة الداعية للاسلام وهي كلمة التوحيد والارييسيون والاكاسيون هم الفلاحون في القرى .

www.KitaboSunnat.com

واما كتابه الى الجاشي ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى الجاشي ملك الحبشة سلم انت (اي انت سالم لان السلم يأتي بمعنى السلامة) فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم رشح الله وكلمته القاها الى مريم البتول (اي المنقطعة عن الرجال ادعن الدنيا والعفيفة) واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله واني ادعوك وجنوك الى الله وقد بلغت نصحت فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدى .

واما كتابه للمقوقس ملك القبط وهم اهل مصر والاسكندرية ففيه بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن عبد الله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى اما بعد فاني ادعوك
بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتت الله اجره مرتين فان توليت فانما عليك اثم القبط ويا اهل
الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا
بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون -

واما كتابه الى المنذر بن ساوى التميمي وكان بالبحرين ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد
رسول الله الى المنذر بن ساوى ففيه سلام عليك فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو واشهد
ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله اما بعد فاني اذكرك الله عز وجل فانه من ينصحه فانما ينصحه
لنفسه وانه من يطع رسلي ويتبع امرهم فقد اطاعني ومن نصه لهم فقد نصه لي وان رسلي قد اثنوا
عليك خيرا واني قد شفعتك في قومك فاترك للمسلمين ما اسلموا عليه (اي من مال وزوجات) وغفرت
من اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مما تصلم فلن نعزلك عن عملك ومن اقام على يهوديته او مجوسيته
فعليه الجزية -

قال اهل التاريخ كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا في جواب كتاب ارسله المنذر جوابا
لكتاب اخر ارسله له صلى الله عليه وسلم قبل ذلك يدعوه الى الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامه - واما
الكتاب الاول لرسول الله صلى الله عليه وسلم للمنذر ففي شرح المواهب قال ولو نرا هذا ذكر لفظ ذلك
الكتاب -

واما كتابه صلى الله عليه وسلم الى الحارث بن ابي شمر الغساني وكان بد مشوق نائبا من قيصر
ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى الحارث بن ابي شمر سلام على من اتبع الهدى و
امن وصدق فاني ادعوك الى ان تؤمن بالله وحده لا شريك له يبقى لك ملكك -

واما كتابه الى كسرى ملك فارس وهو ابرويز بن هرم بن اوشن ان ففيه بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى وامن بالله ورسوله وشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله ادعوك بدعاية الله فاني انار رسول الله
الى الناس كافة لا نذر من كان حيا ويحيى القول على الكافرين اسلم تسلم فان ابيت فعليك اثم
المجوس -

ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاب كسرى على يد عبد الله بن حذافة لانه كان يتردد
عليه كثيرا وقيل بيد اخيه خنيس وقيل اخيه خارجة وقيل شجاع بن وهب وقيل عمر بن الخطاب رضي
الله عنهم - وفي انسان العيون للحلبي ج ٣ ص ٢٢٤ - قال عبد الله بن حذافة رضي الله عنه فاتيته الى باب

وطلبت الاذن عليه حتى وصلت اليه فدفع اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ عليه فأخذها
وهزقها اي دق رايته ان كسرى لما علم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بحامل الكتاب ان يدخل
عليه فلما وصل امر كسرى ان يقبض منه الكتاب فقال لاحق ادفعه اليك كما امرني رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال كسرى انه قد نافنا ولته الكتاب -

فدعا من يقرأه تقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس فأغضب
حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل
ذلك الكتاب فأخرج فلما رأى ذلك فقد على سراحته وسار فلما ذهب عن كسرى سورة غضب بعث
فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق
كسرى ملكه -

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغني ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم
انه نبي فير اليه فاستتبه فان تاب والآ فابعث الى برأسه يكتب الى هذا الكتاب اي الذي بدأ فيه
بنفسه وهو عبيد اي وفي رواية ان تكفييني رجلا خرج بارضك يدعوني الى دينه والآ ففعلت فيك كذا
يتوقده فابعث اليه رجلين جلدتين فيأتيا في به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبي صلى الله عليه وسلم
مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان يصرف
معهم الى كسرى فخرجوا وقد ما الطائف فوجدوا رجلا من قريش في ارض الطائف فسألاه عنه فقال هو بالمدية
فلما قد ما عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قال له شاهنشا مملك الملوك كسرى بعث الى الملك باذان
بأمره ان يبعث اليك من يأتي بك وقد بعثنا اليك فان ابيت هلكت واهلكت قومك وخرت
بلادك -

وكانا على زى الفرس من حلق حاهم واعفاء شو اسر بهم فكرة النبي صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال
لها ويلكما من امركما بهذا قالوا امرنا ربنا يعنينا كسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرني ربى بعفاء
لحييتي وقص شاربي ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيا في غد واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان
الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله في شهر كذا في ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله
صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدني ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان
توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى في اليوم الذي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
على يد ولده شيرويه قيل قتله ليل بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم في تلك الرواية
مجرد الوقت اي وفي رواية قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربى قد قتل بك

الليلة ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة فكان كما اخبر صلى الله عليه وسلم -
 فلما جاءه صلى الله عليه وسلم هلاك كسرى قال لعز الله كسرى اول الناس هلاكاً فارس ثم العرب وعن
 جابر بن سمرة رضي الله عنهما انه صلى الله عليه وسلم قال لتفتحن عصابتة من المسلمين اورهط من امتي كوني
 كسرى التي في القصر الابيض فكنتم انا وابي فيهم واصبنا من ذلك الف درهم وقدم على باذان كتاب ولد
 كسرى شيرويه فيه اما بعد فقد قتلت كسرى ولم اقتله الا غضباً لفارس فانه قتل اشراخهم تنفراً للناس
 فاذا جاءك كتابي هذا فخذ لي الطاعة ممن قبلك وانظر الرجل الذي كان كسرى يكتب اليك فيه فلا ترجمه
 حتى ياتيك امرى فيه فبعث باذان باسلامه واسلام من معه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم -
 وفي تاريخ ابن خلدون ج ٣ ص ٣٢ لما اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كسرى مرن في كتابي قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم مرن الله ملكه وفيه ان باذان بعث قهرمانه بانويه مع خرخره من الفرس
 قال لقهرمانه اختر الرجل وعرفني بامرء وفيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهما ان الله ساطع على
 كسرى ابنه شيرويه ليلة كذا ومن شهر كذا اذ لك لعشر مضين من جمادى الاولى سنة سبع وقال اذ هيا و
 اخبراه بذلك عتي وقولا له ان ديني وسلطاني يبلغ ما يبلغ ملك كسرى وان اسلمت اعطيتك ما تحت يديك
 وملكك على قومك -

واعطى خرخره منطقة فيها ذهب وفضة وكان بعض الملوك اهداها له صلى الله عليه وسلم فقد ما على
 باذان واخبره فقال ما هذا كلام ملك ما ارى الرجل الا نبياً كما يقول ونحن ننظر مقالته وكانت سمير تسمى
 خرخره ذالمفخرة للمنطقة التي اعطاها اياها النبي صلى الله عليه وسلم والمنطقة بلسانهم المفخرة وقد كان
 بانويه قال لباذان ما كلمت رجلاً قط اهيب عندي من قال هل معه شرط قال لا انتهى وكذا في البداية
 ج ٣ ص ٢٤ -

وفي الحديث مرفوعاً عن ابي هريرة اذ اهلك كسرى فلا كسرى بعده واذا اهلك قيصر فلا قيصر بعده
 فولذي نفسي بيده لتنفقن كنوزهما في سبيل الله اخرج مسلم - وقال الشافعي لما اتي كسرى بكتاب رسول الله
 صلى الله عليه وسلم مرنه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مرنك وحفظنا ان قيصر اكرم كتاب رسول الله
 صلى الله عليه وسلم ووضعه في المسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثبتت منك فباد ملك الاكاسرة
 بالكلية وزال ملك قيصر عن الشام بالكلية وان ثبت لهم ملك في الجملة ببركة دعاء رسول الله صلى الله
 عليه وسلم لهم حين عظموا كتابه - قال ابن كثير وفي هذا بشارة عظيمة بان ملك الروم لا يعود ابداً الى
 ارض الشام وكانت العرب تسمى قيصر لمن ملك الشام مع الجزيرة من الروم اه -

فائدة - قال المسعودي في المروج ج ١ ص ٢٢ ذهب الاكثر من الناس ان جميع من ملك من آل ساسان

من ارض شيبون بابك الى يزدجرد بن شهريار من الرجال والنساء ثلاثون ملكاً امرأتان وعثمانية وعشرون
رجلاً وقيل اثنان وثلاثون ملكاً وعدة الملوك الاول وهم الفرس الاول من كيومرث الودار يزداد التسعة
عشر ملكاً منهم امرأة وهي حماية بنت بهمن وفراسياب التركي وسبعة عشر رجلاً وعدة ملوك الطوائف احد
عشر ملكاً فجميع الملوك من كيومرث الى يزدجرد ستون ملكاً منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملكو اربعة الاف
سنة واربعمائة وخمسون وقيل ان عدة الملوك من كيومرث الى يزدجرد ثمانون ملكاً -

وذهب بعض اهل السير الى ان سني الفرس الى الهجرة ٣٦٩ سنة منها من كيومرث الى مؤشهر
١٩٢٢ سنة ومن مؤشهر الى زرادشت ٥٨٣ سنة ومن زرادشت الى الاسكندر ٢٥٨ سنة وملك الاسكندر
خمسة سنين ومن الاسكندر الى ارض شيبون ٥١ سنة ومن ارض شيبون الى الهجرة ٣٠٢ سنة انتهى باختصار لاصحاب
التاريخ في ذلك اختلاف كثير -

قال الطبري في تاريخه ٢٦٩٠ م في تاريخ ما مضى من السنين من هبوط آدم عليه السلام الوقت الهجرة
على زعم اليهود ٣٦٣٢ سنة واشهر وعلى زعم النصارى ٥٩٩٢ سنة واشهر وعلى قول المجوس من الفرس ٢١٨٢
سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر يوماً على انه داخل في ذلك مدة ما بين وقت الهجرة ومقتل يزدجرد وذلك ثلاثون
سنة وثمانون وخمسة عشر يوماً -

واما علماء الاسلام فقال بعضهم كان بين آدم ونوح عليهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة و
بين نوح و ابراهيم عليهما السلام عشرة قرون وبين ابراهيم وموسى عليهما السلام عشرة قرون وبين موسى و
سليمان عليهما السلام ٦٣٦ سنة وقيل غير ذلك ومن بناء سليمان بيت المقدس الى الاسكندر ٤١٤ سنة
ومن الاسكندر الى مولد عيسى عليه السلام ٣٦٩ سنة ومن مولد عيسى السلام الى مبعث محمد صلى الله
عليه وسلم ٥٥١ سنة وقيل من عيسى الى محمد عليهما السلام ٦٠٠ سنة -

وعن بعض اهل الكتاب قال من آدم الى الطوفان ٢٢٥٦ سنة ومن الطوفان الى وفاة ابراهيم
عليه السلام ١٠٢٠ سنة ومن وفاة ابراهيم عليه السلام الى دخول بني اسرائيل مصر ٤٤ سنة ومن دخول يعقوب
عليه السلام مصر الى خروج موسى عليه السلام منها ٢٢٠ سنة ومن خروج موسى من مصر الى بناء سليمان
عليهما السلام لبيت المقدس ٥٥٠ سنة ومن بناء بيت المقدس الى ملك بخت نصر وخراب بيت المقدس
٢٢٦ سنة ومن ملك بخت نصر لملك الاسكندر ٣٢٦ سنة ومن ملك الاسكندر السنة ست ومائتين من الهجرة ١٢٣٥ سنة هذا
خلاصة ما ذكره الطبري - هذا اخره سالتنا التاريخية المسماة بعبرة السانس باحوال ملوك فارس -

وبالله الحمد والمنة :

الفترۃ - آیت کان الناس امة واحدة اور آیت فلولا فضل الله عليكم ورحمته کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانہ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے جسے بمسئولہ النظرۃ الی الفترۃ میں پراس کا اندراج (معمولیٰ تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم زمانہ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے کتابوں میں تینوں اقسام متعلق ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غار حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربك الآية نازل ہو جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانہ انقطاع زمانہ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترت وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سیوطی ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطی دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قوم فاندز۔

الآیات۔ کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لغترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربك حزناً شديداً و مکث مدّة لا یبری جبریل حتی غدا امرأاً کی یتزّی من رؤوس شواہق الجبال فکلما وافی بدرة جبل کی یلقى نفسه منها تبدی له جبریل علیه السلام فقال یا محمد انک رسول الله حقاً فیسکن لذلك جأشه ای قلبه وتقرّ نفسه ويرجع فاذا طالت عليه فترۃ الوحی عند المثل ذلك فاذا وافی بدرة جبل تبدی له مثل ذلك و فی ساریة انہ لما فتر الوحی عند صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شديداً حتی کان یغدو الی شبرمرة والی حراء مرة أخرى یبید ان یلقى نفسه منها فکلما وافی بدرة جبل منها کی یلقى نفسه تبدی له جبریل فقال یا محمد انت رسول الله حقاً فیسکن لذلك جأشه وكانت تلك المدّة اربعین يوماً وقيل خمسة عشر وقيل اثني عشر يوماً وقيل ثلاثة ايام کذا ذکر بعض المفسرین و اهل التاریخ و فی فتح الباری وغیرہ من شرح الحدیث انہا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرة بثلاث سنین عدم مجی جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقة چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیش نظر فترت وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانہ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سیبلی رحمہ اللہ روض الانفاج الصلّٰی پر لکھتے ہیں وقد جاء في بعض الاحاديث المسندة انها كانت سنتين ونصف سنة فمن هنا يتفق ما قاله انس رضي الله عنه از مكته بمكة كان عشرين وقول ابن عباس ثلاث عشرة سنة وكان قد ابتدئ بالربّي الصادق سنة اشهر من عدّة الفطرة واذناف اليها الا شهر الستة كانت كما قال ابن عباس ومن عدّها من حين حمى الوجى وتتابع كما في حديث جابر كانت عشرين ووجه اخرى في الجمع بين القولين ايضاً وهو ان الشعبي قال وكل اسرايل بنبوة محمد ثلاث سنين ثم جاءه بالقرآن جبريل واذا صح فهو ايضاً وجه من الجمع بين الحديثين انتهى۔

بيان سابق سے معلوم ہوا کہ فترت وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپ کے ساتھ تسلی آمیز کلام فرماتے تھے باس الفاظ انیت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزول قرآن تین سال تک موقوف رہا۔

قسم دوم۔ عمد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانہ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ اور یس علیہ السلام ای الزمان الذی ہو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعث ہوج علیہ السلام ومثل الفترۃ بین آدم وادریس علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین تطویل زمانہ جاہلیت زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲۷۔ والفترۃ التي كانت بينهما اربعمئة سنة وقيل ستمائة سنة وقيل زيادة عشرين سنة اہ۔

فائدہ۔ زمانہ فترت کے بعض اہم واقعات و امور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امراؤل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول انا اولی الناس با بن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبينہ نبی اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوة اولاد علات و لیس بینی وبين عیسی علیہ السلام نبی اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ واخرج احمد ایضاً عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوة علات و دینہم واحد اہماتم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبينہ نبی واند نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانہ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحب کتاب مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلغ و مقرر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان بھی ہیں۔ یہ زمانہ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیث ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روئی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباس قال جاءت بنت خالد بن سنان الى النبي صلى الله عليه وسلم فبسط لها ثوبه وقال بنت نبي صبيعه قومہ وروى الحافظ ابوبكر البزار باسنادہ عن سعيد بن عباس قال ذكر خالد بن سنان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ذلك نبي صبيعه قومہ ثم قال ولا نعرفه مرفوعاً الا من هذا الوجه وكان قيس بن الربيع الراوى للحديث ثقة في نفسه الا انه كان من الحفظ وكان له ابن يدخل في احاديثه ما ليس منها. خالد بن سنان عروبی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلہ بنو عیس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثار قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانہ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رس کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقا مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقا کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاوی نے تبعاً صاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عروبی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اضرح ابو یعلیٰ الموصلی باسنادہ ان رجلاً من عبس یقال له خالد بن سنان قال لقومہ انی اطفح عنکم ناس الخرتین فقال لہ رجل من قومہ (ہو عمارۃ بن زیاد کما صرح بہ فی المستدرک) واللہ یا خالد ما قلت لنا قلاً الا حقاً فما شانک و شان ناس الخرتین تزعم انک تطفئہا فخرج خالد ومعہ اناس من قومہ فیہم عمارۃ بن زیاد فا توھا فاذا اھی فخرج من شق جبل فخط لهم خالد خطاً فاجلسہم فیہا فقال ان ابطأت علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنھا خیل شقریتبع بعضها بعضاً فاستقبلها خالد فجعل یضربها بصاۃ وهو یقول بدل بدل کل ہدی زعم ان سراعیۃ العزی انی لا اخرج منها وشیابی بیدی حتی دخل (خالد) معها (ای مع الناس) الشق ما بطأ علیہم فقال لهم عمارۃ بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیاً لقد خرج الیکم بعد قالو افا دعوت باسمہ قال فقالوا انہ غانا ان ندعوت باسمہ فدعوت باسمہ۔

فخرج وهو أخذ برأسه فقال الم انہکم ان تدعونی باسمی ؟ فقد واللہ قتلتونی فادفوننی فاذا امرت

بكم الحجر فيها حمارا ابتز فانبتوني فانكم تجدون في حيا فدفنوه فمرت بهم الحجر فيها حمارا ابتز فقلنا انبتوه فانته
امرنا ان نبتشه فقال لهم عامرة لا تنبتوه لا والله لا تجدث مضرا ان انبتش موتانا وقد كان قال لهم خالد
ان في عكن امرأته لو حيين فان اشكل عليكم امر فانظروا فيها فانكم ستجدون ما تسألون عنه قال ولا يمتها
حائض فلما رجعوا الى امرأته سألوها عنهما فانخرجتهما اليهم وهي حائض فذهب ما كان فيهما من علم.

علامه على بن بريان الدين جلي سيرة النبي ص ٢١١ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعة مستقلة من العرب

بعد اسمعيل الا محمد صلى الله عليه وسلم واما خالد بن سنان وان كان من ولد اسماعيل على ما قيل فقال بعضهم
لم يكن في بنى اسمعيل نبى غيره قبل محمد صلى الله عليه وسلم الا انه لم يبعث بشريعة مستقلة بل بتقرير بشريعة
عيسى عليه السلام اى وكان بينه وبين عيسى ثلاثمائة سنة وخالد

هذا هو الذى اطفأ الناس التى خرجت بالبادية بين مكة والمدينة كادت العرب ان تعبدها كالمجوس
كان يرى ضوءها من مسافة ثمان ليال ودر بما كان يخرج منها العنق فيذهب في الارض فلا يجد شيئا الا اكله
فامر الله تعالى خالد بن سنان باطفاؤها وكانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن
سنان يضرها ويقول بدأ بدأ اكل هدى دهى تتأخر حتى نزلت الى البئر فنزل الى البئر خلفها فوجد كلابا
تحتها فضرها وضرب الناس حتى اطفأها ويدر كوانه كان هو السبب في خروجها فانه لما دعا قومه كذبوه
وقالوا له انما تحو فانا لناس فان تسل علينا هذه الحجرة نارا اتبعناك فتوضأ ثم قال اللهم ان قومي كذبوني ولم
يؤمنوا بي الا ان تسيل عليهم هذه الحجرة نارا فارسلها عليهم نارا فخرجت فقالوا يا خالد اسردها فانا مؤمنون
بك فردها.

قيل وكان خالد بن سنان اذا استسقى يدخل رأسه في جيبه فيجى المطر ولا يقطع الا ان فمر رأسه
قيل وقد امت ابنته وهي عجز على النبي صلى الله عليه وسلم فتلقاها بخير وكرمها وبسط لها حراة وقال لها
مرحبا بابنة اخي مرحبا بابنة نبي ضييعه قومه فأسلمت وهذا الحديث مرسل رجاله ثقات وفي البخاري
انا اول الناس با بن مريم في الدنيا والآخرة وليس بيني وبينه نبى قال بعضهم وبه يرد على من
قال كان بينهما خالد بن سنان وقد يقال مرادة صلى الله عليه وسلم بالنبي الرسول الذى يأتي بشريعة
مستقلة.

وحينئذ لا يشك كل هذا لما علمت انه لم يأت بشريعة مستقلة ولا ما جاء في رواية اخرى ليس
بينى وبينه نبى ولا رسول ولا ما في كلام البيضاوى تبعا للكشاف من ان بين عيسى ومحمد صلى الله
عليهما وسلم اربعة انبياء ثلاثة من بنى اسرائيل وواحد من العرب وهو خالد بن سنان وبعده
حنظلة بن صفوان عليها السلام ارسله الله تعالى لاصحاب الرأس بعد خالد بمائة سنة لانه يجوز

ان يكون كل من هؤلاء الثلاثة لم يبعث بشريعة مستقلة بل كان مقرراً للشريعة عيسى عليه الصلاة والسلام
ايضاً كحالدين سنان -

والرسول البئر الغير المطوية اي الغير المبينة كذا في الكشف والذي في القاموس كالصباح المطوية باسقاط
غير فاقم قتلوا حنظلة ودسسه فيها اي وحين دسسه فيها غار ماؤها وعطشوا بعد ريمم وبسيت اشجارهم وانقطعت
ثم ارمهم بعد ان كان ماؤها يروهم ويكفي ارضهم جميعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشة وبعد الاجتماع الفرقة لانهم
كانوا ممن يعبد الاصنام اي وكان ابتلاهم الله تعالى بطير عظيم ذي عنق طويل كان فيه من كل لون فكان
ينقض على صبيانهم يخطفهم اذا اعوز الصييد وكان اذا خطف احداً منهم اغرب به اي ذهب به الى
جهة المغرب فتعيل له طول عنقه ولذا هابه الى جهة المغرب عنقاء مغرب فشكوا ذلك الى حنظلة عليه
السلام فدعا على تلك العنقاء فارسل الله تعالى عليها صاعقة فاهلكتها ولم تعقب وكان جزاؤه منهم ان
قتلوه وفعلوا به ما تقدم -

وذكر بعضهم ان حنظلة هذا كان من العرب من ولد اسمعيل عليه السلام ايضاً عليه الصلاة والسلام
ثم سريت ابن كثير ذكر ان حنظلة هذا كان قبل موسى عليه السلام وان لما ذكر ان في زمن عمر بن الخطاب
فقتت تستر المدينة المعروفة وجدوا تانونا وفي لفظ سريراً عليه انيال عليه السلام ووجدوا طول انفه
شبراً وقيل ذراً عاد وجدوا عند راسه مصحفان فيهما ما يحدث الى يوم القيامة وان من وفاته الى ذلك اليوم
ثلثمائة سنة ثم قال ابن كثير في البداية ۲ من لكان ان كان تاسر حنظلة محفوظاً من ثلثمائة سنة فذات نبال
ليس بنبي بل هو رجل صالح لان عيسى عليه السلام ليس بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم
نبي بنص الحديث الذي في البخاري - قال الحلبي اقول وقد علمت للجواب عن ذلك بان المراد بالنبي
الرسول وفيه ان هذا يبعده عطف الرسول على النبي المتقدم في بعض الروايات الا ان يجعل من عطف
التفسير انتهى -

مؤرخ مسعودي نے مروج الذهب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں -
ومن كان في الفترة خالد بن سنان العباسي وهو خالد بن سنان بن غيث بن عباس وقد ذكره النبي صلى
الله عليه وسلم فقال ذلك نبي اصابه قومه ثم ذكر قصة الناس وانما اطفاها ثم قال فلما حضرت خالد بن
سنان الوفاة قال لاحوته اذا نادفت فانه سيجي عانة من حمير يقدمها غير ابتر فيضرب قبري بجافرة
فاذا سرتهم ذلك فانبشوا عني فاني ساخرج اليكم فاخبركم بجميع ما هو كما كن فلما مات ودفنوا سرا واما قال
فارادوان يخرج حجة ففكره ذلك بعضهم وقالوا يخاف ان تنسبنا العرب الى نبشنا عن ميته لنا واتت ابنته
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته يقرأ قل هو الله احد الله الصمد فقالت كان ابي يقول هذا

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و مؤدب و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اولاً تو اس لیے کہ عیسیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح کجڑ چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتذرقوا ما ماتہم من نذیر من قبلک سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایہ ۲۱۲۲ قال ابو یونس قال سماک بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاک نبی اصابہ قومہ قال ابو یونس قال سماک بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحباً باین اخی فهذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولین فیہ انه کان نبیاً والمرسلات التي فیہا انه نبی لا یحتمل بها ما هنا والاشبه انه کان رجلاً صالحاً له احوال وکرامات فانه ان کان فی زمن الفترة فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انالانہ لیس بینی وبنیہ نبی۔ وان کان خالد قبل الفترة فلا یمکن ان یمکن نبیاً لان اللہ تعالیٰ قال لتذرقوا ما ماتہم من نذیر من قبلک۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالیٰ لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیاً فی العرب الا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا بہ ابراهیم الخلیل وبشرت بہ الانبیاء لقومہم حتی کان اخر من بشر بہ عیسی بن مریم علیہ السلام وبهذا المسکت بعینہ یرد ما ذکرہ السہیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال له شعیب بن ذی مہزم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حظلة بن صفوان فکذبوہا فسلط اللہ علی العرب یحنت نصر فقال منهم من القتل والسبی نحو مال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاهر ان ہولاد کانوا قومًا صالحین یدعون الی اللہ انہی۔

اخر ثانی۔ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی زمانہ فترت میں تھے۔ یہ قبیلہ طلی سے تھے۔ طلی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مراء ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارم اخلاق و مناقب و مغاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضا اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایہ وکانت لحاتم مائت و امو مجیدۃ و اخبار مستغربۃ فی کرمہ یطول ذکرہا ولكن لم یکن یقصد بہا وجہ اللہ والذالذ الاخرة وانما کان قصده السمعة والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاک امرأ فادرک۔ و اخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنی من اجر قال ان اباک طلب شیئاً فاصابہ واخرج الیہمقی باسناده عن علی رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازهد کثیراً من الناس فی خیر عجیباً لرجل یحبہ اخوہ المسلم فی حاجۃ فلا یرى نفسه للخیر اهلاً فلو کان لا یرجو ثواباً ولا یحشی عقاباً لکان ینبغی له ان یمسرع فی مکاسرم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیہ رجل قال فذلک ابی واقی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منہ (اسمعته عن علیہ السلام ما هو خیر من ہذا)۔

لما أتى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طی وقعت جاریتہ سملہ لساء زلفاء عطاء شہاء الانف صعدت القامتہ والہامتہد سراء الکعبین خد تجہ الساقین لفاء الفخذین خمیصۃ الخصرین ضامۃ الکشیین مصقولۃ المتین قال فلما رأیہما عجبت بہا وقلت لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعلما فی فیئ فلما تکلمت أنسیت جمالہما رأیت من فصاحتہا فقالت یا محمد ان رأیت ان تخلی عنی ولا تشمت بی أحياء العرب فانی ابنۃ سید قومی وان ابی کان یحی الذمار یفک العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یرد طالب حاجۃ قطاً وانا ابنۃ حاتم طی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریتہ ہذہ صفۃ المؤمنین حقاً لو کان ابوک مؤمناً لرحمنا علیہ خلقوا عنہا فان اباہا کان یحب مکاسرم الاخلاق واللہ تعالیٰ یحب مکاسرم الاخلاق فقام ابورودہ رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ واللہ یحب مکاسرم الاخلاق؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابوعبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متکس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں سے

قلیل المال تَصْلِحُه فَبَقِيَ ۱ ولا یبقی الکثیر علی الفساد

وحفظُ المال خیرٌ من فناءہ ۲ وعسفٌ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا مالہ قطع اللہ لسانہ حمل الناس علی البخل فہذا قال ۳

فلا یلج یفنی المال قبل فناءہ ۳ ولا البخل فی مال الشحیم یزید

فلا تلتمس مالا بعبیش مقتر ۴ لکل غدیر رزق یعود جدید

الم تر ان المال غاد و سراح ۵ وان الذی یعطیک غیر بعبید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قولہ وان الذی یعطیک غیر بعبید ولو کان مسلماً لرمی له الخیر فی معادہ

وقد قال الله تعالى في كتابه واسألوا الله من فضله. وقال تعالى واذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان. انتهى -

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تر ان المال لم یحکم بہت خوب ہے۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غادر و سرائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیک غیر عبید حاتم کے ایمان بانسہ اور موحد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانہ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء۔ بہر حال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید کا معترف تھا۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ قریب و غیر عبید ہیں نحن اقرب الیہ من جبل الودید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا۔

دلیل دوم۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد

ان یغنّ ما عندنا فالله یرزقنا یمتن سوانا ولسنا نحن نورزق

یہ قول فائدہ یرزقنا یہ ظاہر حصہ پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحد تھا اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا۔

دلیل سوم۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا۔ لوگوں کی خیر خواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان بانسہ و خوف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ ذکر الدار قطعی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امراة حاتم لحاتم یا ابا سفانۃ اشتہی ان اکل انا و انت طعاما و حدنا لیس علیہ احدًا فامرہا فحولت خیمتها من الجبلۃ علی فرس و امرہ بالطعام فہیتی وھی مرخاة ستورہا علیہ و علیہا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسہ ثم قال ے

فلا تطبخی قدری و ستورک دونہا علی اذن ما تطبخین صرام

ولکن بهذاک الیفاع فاقدی بجزل اذا و قدت لا بصرام

قال ثم کشف الستور و قدم الطعام و دعی الناس فاکل و اکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابها فانی لا نظا و عنی نفسی و نفسی اکرم علی من ان یشنی علی هذا و قد سبق لی السخاء ثم انشاء یقول ے

أَمَارِسَ نَفْسِي الْبِخْلَ حَتَّى أَعْزَهَا وَاتْرَكَ نَفْسَ الْجُودِ مَا اسْتَشِيرَهَا

وَلَا تَشْتَكِينِي جَاسِرَتِي غَيْرَ أَنِهَا إِذَا غَابَ عَنْهَا بَعْلَهَا لَا أَزُورُهَا

سَيَبْلُغُهَا خَيْرِي وَدَرْجِعُ بَعْلَهَا إِلَيْهَا وَلَمْ تَقْصُرْ عَلَيْهَا سَتُورُهَا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق کی فطرت بن گئے اور بڑا پاک دل تھا۔ ہمسایہ کو توں کو کبھی بڑی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بیچاری سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول 'نفسی اکرم علی من ان یشنی علی ہذا' قابل غور فکریہ ہے اس کو واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوار یا اور صرف حسن شننا اور دنیاوی شہرت نیک نامی حاصل کرنے کے لیے بے نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار نیچے ہیں وہ اپنی عقبت اور ارضی عورتوں کو بڑی نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ۷

إِذَا مَابَتْ أَشْرَابُ فَوْقَ سَرِيٍّ لَسُكْرِ فِي الشَّرَابِ فَلَا سَرِيٍّ

إِذَا مَابَتْ أَخْتِلُ عِزًّا جَارِيٍّ لِيُخْفِيَنِي الظَّلَامُ فَلَا خَفِيٍّ

أَأَفْضَحُ جَاسِرَتِي وَأَخُونُ جَارِيٍّ فَلَا وَاللَّهِ أَفْعَلُ مَا حَيِيٍّ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول 'فلا والله اشرب ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا اور نہ یہاں پر بت کی قسم کھا کر اللات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے نیچے کہتا ہے ۷

مَا ضَرَّ جَائِمًا الْفُجَاءُ وَرُءَا أَنْ لَا يَكُونَ لِبَابِهِ سِتْرٌ

أَغْضِي إِذَا مَا جَاسِرَتِي بَزْرَتٌ حَقِّي يُوَارِي جَاسِرَتِي الْجَدُّ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ۷

وَمَا مِنْ شَيْمِي شَتَمَ ابْنِ عَمِّيٍّ وَمَا أَنَا مُخْلِفٌ مَنْ يَرْتَجِيَنِي

وَكَلِمَةٌ حَاسِدٍ مِنْ غَيْرِ صِرِّهِ سَمِعْتُ وَقَلْتُ مَرَّي فَاغْتَدِيَنِي

وَعَابُوهُ عَلَيَّ فَلَمْ تَعْبِيَنِي وَلَمْ يَعْزِقْ لَهَا يَوْمًا حَبِيَنِي

وَذِي وَجْهَيْنِ يَلْفَانِي طَلِيْقًا وَلَيْسَ إِذَا تَغَيَّبْتُ يَا تَسِيَنِي

ظَفَرْتُ بَعِيْبَهُ فَكَفَفْتُ عَنْهُ مَحَافِظَةً عَلَيَّ حَسْبِي وَدِيَنِي

ان پانچ ابیات پر غور رکھنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعرا و اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو بڑا نہیں کہتا اور سب و شتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی نصلت ہے۔ واذ اخاطبہم الجاہلون قالوا سلامًا۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امیدوار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی نصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہونا بلکہ انھیں معاف کر دینا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ دو وہ جہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرع میں ہے کہ وہ یہ تمام افعال حسنہ و خصال طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیش نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریاد و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ ”دینی“ دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ ”دینی“ خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے

وانك ان اعطيت بطنك سُؤْلَه و فرجك نكاحاً مستهياً الذم اجمعاً

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شہادتاً حاتم ایک کبک بنی سہل فقال لی ای بنی انی اعهد من نفسی ثلاث خصال واللہ ماخالک جاسراً لویبة قط ولا اوتمنت علی امانتہ الا اذ یتہادک اذی احد من قبلی بس۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے برابر ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسنادہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ انھی الناس یعنی سب کے نیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر جمع میں انھی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالب نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابو بکر بن عیاش قیل لحاتم هل فی العرب اجود منك فقال کل العرب اجود منی ثم انشأ یحییٰ حاتم قال نزلت علی غلام من العرب یتیم ذات لیلۃ وکانت له مائۃ من الغنم فذبح لی شاة منها وانا نانی بها فلما قرب الی دماغاً قلت ما اطیب هذا الدماغ قال فذهب فلم یزل یأتینی منه حتی قلت قد اکتفیت فلما اصبحت اذا هو قد ذهب المائۃ شاة وبقی لا مثی لہ

فقيل فما صنعت به فقال ومتى ابلغ شكركه ولو صنعت بكل شئ قال على كل حال فقد اعطيت ما تاتاه
من خياري ابي ۵۱۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ
کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قوله فلا والله انفل ما حیت فی الشعر
المد کو لمن قبل۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق و مطی اور قریب کھنے کے علاوہ کثرت سے ان شائد کا استعمال
اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قوله لزوجة نواس فی زمن القحط۔ اسکتی فوالله لا شبعنک انشاء الله
حاتم کی بیوی نوار بیچکامیت بیان کرتی ہے کہ قحط سال میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ
سفانہ اور عدی بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے
سے سلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمساہی عورت نے آکر کہا کہ میرے
بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا
اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت له ماذا صنعت اضطجع والله

لقد تضاعی اصیبتک فما وجدت ما تعلیہم فکیف بهذا وولدہا فقال حاتم اسکتی فوالله لا شبعنک
ان شاء الله فقام الی فرسہ فوجأ بحربہ فی لبتہ ثم قدح زینہ وادری نارہ ثم جاہم بدیتہ فکشط عن
جلدہ ثم دفع المدیة الی تلك المرأة ثم قال دونک ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانک فبعثتہم ثم قال سوقة
اتاکلون شیئا دون اهل الصرم فجعل یطوف فیہم حتی هبوا وابتلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم
اضطجع ناحیة ینظر الیہنا والله ما ذاق مزعة وانه لا حوجہ الیہ فاصبحنا وما علی الرض آة اعظمو
حافو کذا فی البدایة۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد و مؤمن باشندہ و بصفت اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر و مشرک اللہ کی بجائے
واللات والعزی اور ان شائد اللہ کی بجائے ان شائد اللات والعزی یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر
کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو
حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھہرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایة ج ۷ ص ۲۱۶ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسناد
عن المحرر مولی ابی ہریرة قال مترنفر من عبد القیس بقبر حاتم طی منزلوا قریبا منه فقام الیہ بعضهم یقول
له ابو الخیر جعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال له بعض اصحابہ ما تخاطب من
سقتہ وقد بلیت واجتہم اللیل فاما و فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بعتیکم فان

حائماً اتانى فى النوم وانشدنى شعراً وقد حفظته يقول ۛ

ابا الخيبرى وانت امرؤ ظلوم العشيقة شتاً مہا
 ايت بصحك بغي القرى لدى حفرة قد صدت هامها
 اتبغى الذنب عند المبيت وحولك طيناً وانعامها
 وانا لنشبع اضيافنا و تانى المعطى فنعتامها

قال واذا ناقة صاحب القول تكوس عقيراً فأنحروها وقاموا يشنون ويأكلون وقالوا والله
 لقد اضافنا حاتم حياً وميتاً قال واصبح القوم وارح فوا صاحبهم وساروا فاذا امرجل بنوبه بهم سراكباً
 جلاً ويقود اخر فقال ايكم ابو الخيبرى قال انا قال ان حاتم اتانى فى النوم فاخبرنى انه قرى اصحابك
 نانتك و امرنى ان اسلك وهذا بعيد فخذوه و دفعه اليه اۛ

یہ قصہ صاحب احوال و کرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ مومنین و مومنین کے ہاں
 ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے خدا
 ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت و اعانت نہیں کر سکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم
 بت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جا کر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ
 دلچ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رازق و متصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا
 کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش
 کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسب استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرنا اور
 ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر و سعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر و مشرک ہوتا اور ثواب
 آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی و شہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مرد و جہ اور ان کے
 زعم کے پیش نظر معزز و قابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے
 مقصود یعنی حصول شہرت و نیک نامی میں کامیابی حاصل ہو جاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں
 کے بت سے قصے کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شکر کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا
 نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست
 و مشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانہ فترت میں تھا اور اشاعرہ و محدثین و مفسرین کے بے شمار ائمہ عظام و علماء کرام نے
 اہل فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والین و اجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطی وغیرہ علمائے متعدد اولیٰ نے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السيوطي رحمه الله تعالى في رسالته التعظيم والمنتهى عند بيان مذهب اهل السنة فيمن هو قبل الدعوة - قال اهل الاصول قاطبة شكر المنعم ليس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلة قال الكيا الهزاسي وغيره المراد بشكر المنعم امتثال الاوامر اجتناب النواهي من الكفر وغيره - وقد راجع ابن السبكي في شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذين هم من اهل السنة وقالوا بوجوب شكر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلة ثم قال ابن السبكي وعلى مسألة شكر المنعم تتخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجياً ولا يقاتل حتى يدعى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والديتة ولا يجب القصاص على قاتله على الصحيح اذ هو ليس بمسلم انتهى بحاصله قال السيوطي وهو صحيح في نجاته وان لا يدخل النار انه يدخل الجنة مع كون لا يسمي مسلماً اهـ -

ثم قال السيوطي في ذكر عذر من كفر من اهل الفترة وكونهم ناجين - ولم يكن كفر العرب انكاراً للصانع ولا لاوهيته ولا اذعوا في الاصنام انها مخلوق وتدبر كما ادعى نمرود وقومه بل كانوا يقربون الله بالالهية وانه الخالق المدبر كما قال الله تعالى ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله وكانوا يرجعون في الاصنام انها تشفع لهم عند الله كما قال تعالى حكايمة عنهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى -

دلیل نمہ مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں عدی بن حاتم کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان ابائک طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موقد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ محمل وہم یا ذومعینین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد و مطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیث بڑا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اولاً تو بہم و ذومعینین ہے جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موقد و جنتی ہونے پر بھی محمل ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر و ثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے

پالیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رانگاں نہیں گئے۔ باقی باطن و نیت قلب کہ یہ تعین و نشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثواب آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور بہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیت قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحب الداد آدمی بنا فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المع مع من أحب ہے۔ حدیث ہذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقت اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبت کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبت صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبت شیطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاکم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیث مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المومع من أحب جیسے مبہم و ذمینی جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا **فالتائب**۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہما ان رجلاً قال یا رسول اللہ ابن ابی؟ قال **فالتائب**۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاکم طائی کی طرح سخی و اجواد عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ینفعہ ذلك یوم القیامتہ فقال لا۔ انہ یقل یومئذ ینبغ فیہ خطیبتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاکم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکرم اخلاق و خصال منومنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اولاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃ و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت راہبہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاکم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصال طیبہ مثل پاک دامن، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاق شریفیہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاکم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاکم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور ہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت و شہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقی حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہر حال ظاہری قرآن کے پیش نظر حاتم ناجی و مومود معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملہ توحید مستور و پوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل و قس بن ساعدہ و زید بن عمرو بن نفیل کا معاملہ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان بانہ و اعتقاد توحید کا بر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ باطل و واضح تھا۔ دریا ربوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

احراج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امتہ وحلہ و فی مزایۃ یحشر ذلک امتہ وحدہ بینی و بین عیسیٰ بن مریم و قال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدہ رحم اللہ قسًا اما انتہ سیبعث یوم القیامۃ امتہ واحدہ و سردی البیہقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثاً فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثن بالحق لقد امن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستورا کمال موحدین و نامین لوگوں کے بارے میں آپؐ مبہم جواب پر اکتفا فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مومن و موت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع و ذمومین جملہ پر اکتفا کرتے ہوئے فرمایا ان ابالک طلب شینثا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مومن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاسرینہ ہذا صفتہ المؤمنین حقًا لوکان ابولہ مؤمنًا لترجمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستورا کمال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مومن و مسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اہم ترجم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبدالمطلب وغیرہ اجداد نبی علیہ السلام پر ترجم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء و ائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال راجح نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن بکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ تعظیم الملتہ ص ۲۱ میں تصریح کی ہے کہ اہل فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تشریح خلاصہ کلام یہ ہے کہ حاکم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حاکم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب میں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاکم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اولاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں (متعدد محدثین و ائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کردیں۔ فان کان ما ذکرنا حقاً نئن اللہ وتوفیقہ وان کان خطا فاستغفر اللہ عزوجل۔ هذا والله اعلم وعلمہ اتم۔

اخر الثالث۔ عبداللہ بن جردان بن عمر و اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جردان کی سخاوت بھی عرب میں مشور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بریہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاہلیۃ المطعین للمستئین وکان فی بدء امرہ فقیراً مملقاً وکان شریراً یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واهلہ وقبیلتہ ابغضہ حتی ابوغرچ ذات یوم فی شعاب مکتہ حائرًا باثر افراسقانی جبیل فظن ان یکون بہ شیئاً یؤذی فقتلہ لعلہ یموت فیستریح ما هو ہونیہ فلما اقترب منه اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئاً فلما دنا منه اذا هو من ذہب ولہ عینان ہایا قوتتان نکسرہ و اخذاکو دخل الغار فاذا فیہ قبول لرجال من ملوک جرمہ ومنہم الحارث بن مضاض الذ عطلت غیبته فلا یدری ابن ذہب ووجد عندہ ستم لوحاً من ذہب فیہ تارخیخ وفاتمہ ومدلاً یتہم۔ واذ عندہم من الجوہر واللائی والذہب والفضۃ شیء کثیر فاخذ منه حاجتہ ثم خرچ وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاهم حتی احبوا وسادہم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنة یأکل منہ الراكب علی بعیرہ ووقع فیہا صغیر ففرق۔

وذكر ابن قتيبة وغيره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقد كنت استظل بظل جفنة عبد الله بن جردان وفي حديث مقتل ابي جهل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاصحابه تطلتوا بين القتلى وتعرفوا بشيعة في ركبته فاني تزاممت انا وهو على مأذبة لان جردان قد نعتته فسقط على ركبته فاشتمت فاثربا في ركبته فوجدته كذلك وجعل ابن جردان مناديا ينادي كل ليلة على ظهر الكعبة ان هلموا الي جفنة ابن جردان وفي صحيح مسلم ان عائشة قالت يا رسول الله

ان ابن جدعان كان يطعم الطعام ويقرى الضيف فهل ذلك يوم القيامة فقال لا ان لم يقل يومئذ اغفر لي
خطيئتي يوم الدين -

قال ابن حبيب الموصوف في كتابه المصبر ۱۳ لما سئل ابن جدعان بن عمر وجر عليه رهط فكان
اذا اعطى احدًا شيئاً رجوا على المعلى فاخذوا منه فكان اذا سأل سائل قال كن مني قريباً اذا جلست
فاني ساطرك فلا ترض الآباء ان تظنني بلظمتك او فتقدى لظمتك بغداً مرغيب ترضاه وله يقول ابن
قيس الرقيات ۷

والذي از اسرار نحوك لظماً تبع اللطم نائل وعطاء

وذكره ان امية بن ابي الصلت دخل على عبد الله بن جدعان وعندة قينتان له فلما رآها قال انعم صباحاً
ابا زهير ثم انشأ يقول ۷

أأذكر حاجتي ام قد كفاني حياؤك ان شيمتك الحياء

فقال له خذ بيد ايها شئت فاخذ احداها ثم خرج على مجالس قریش فقالوا له يا امية اتيت شيخنا و
سيدنا وعندة جاسر يتان له تلهيانه فسلبته احداها فتذم امية من ذلك فرج فلما رآه عبد الله
قال له اكفف حتى اخبرك ما الذي سر ذلك جرت على قریش فقالوا لك كذا وكذا انا اعاهد الله
لتأخذن الاخرى فان احداها لا تصلح الا بالآخرى فاخذها وخرج وهو يقول ۷
عطاؤك زين لآخرى ان حبوته بفضل وما كل العطاء يزين

أمر الرابع - اهل جاهليت و فترت کے ناجی و غیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے بعض علماء کہتے
ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہذا وہ معدوم ہیں اور ہر روز قیامت
نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرہما عن قتادة فی قوله تعالیٰ وما كنا معدن
حتى نبعث رسولا - قال ان الله ليس بمعدن احدًا حتى يسبق اليه من الله خبراً او يأتيه من الله
بينته - علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا -
ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفي معنی المسلم ہیں - یہ تینوں گروہ عام
اشاعرہ و شوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں -

قال الحافظ السيوطي رحمه الله تعالى في كتابه مسالك الخفاء ما قد طبقت ائمتنا الاشاعرة
من اهل الكلام والاصول والشافعية من الفقهاء على ان من مات ولم تبلغه الدعوة يموت ناجياً
وانه لا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وانه اذا قتل يضمن بالديته والكفارة نص عليه الامام الشافعي
رضي الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انه يجب قتله القصاص ولكن الصحيح خلافه

لانہ ليس بمسلم وشرط القضا صر المكافحة -

وقد عكّل بعض الفقهاء كونها اذا مات لا يُعَدَّب بانہ على اصل الفطرة ولم يقع منہ عنّا ولا جاءہ رسول فكن بہ وسئل الشيخ شيخ الاسلام شرف الدين المناوي الشافعي المتوفى سنة ۷۶۵ عن الدرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل هو في النار فزجر السائل زجراً شديداً فقال له السائل هل ثبت اسلامہ فقال انه مات في الفترة ولا تعذيب قبل البعثة ونقل سبط ابن الجوزي في مرآة الزمان ذلك عن بعض العلماء حيث قال وقال قوم قد قال الله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا و الدعوة لم تبلغ اباه ولا امه فماذا بينهما؟

انقلت هل في القرآن اشارت الى ذلك -

قلت نعم - عدة آيات من القرآن تشير الى انه لا تعذيب قبل البعثة -

الاولى قوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا - وهذه الآية هي التي اطبقت ائمة السنة على الاستدلال بها في انه لا تعذيب قبل البعثة ورحم ابها على المعتزلة ومن واقفهم في تحكيم العقل -

الثانية قوله تعالى ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون - اخرج هذه الآية زمخشري في شرح جمع الجوامع استدلالاً على قاعدة ان شكر المنعم ليس بواجب عقلاً بل بالسمع الثالثة قوله تعالى وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في اممهم رسولا يتلو عليهم آياتنا اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس وقتادة في الآية اي لم يهلك الله تعالى اهل مكة حتى يبعث اليهم محمداً فلما كذبوا وظلموا فبدلت هلكوا -

الرابعة قوله تعالى وما اهلكنا من قرية الا لاهلها منذرون ذكرى وما كنا ظالمين - اخرج ابن المنذر وابن ابي حاتم عن قتادة في الآية قال ما اهلك الله من قرية الا بعد الحجّة والبيّنة والعدو حتى يرسل الرسل وينزل الكتب تذكرة لهم وموعظة وحجّة لله ذكرى وما كنا ظالمين - يقول ما كنا نعدّ بهم الا من بعد البيّنة والحجّة -

بعض علماء كثرے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجے میں وہ دونوں میں جائیں گے یا جنت میں یا جہنم میں احمد فی مسندہ والبیہقی فی کتاب الاعتقاد وصحاحہ عن الاسود ابن سہیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجلٌ اصمٌ لا یسمع شیئاً ورجلٌ اعمى ورجلٌ ہر ورجلٌ مات فی فترۃ - اما الاصم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئاً و اما العمی فیقول رب لقد جاء الاسلام والصبيان یخذونی بالبر واما الهرم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئاً واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لك رسول فیاخذ مواثیقہم

ليطيعته فيرسل اليهم ان ادخلوا النار فمن دخلها كانت عليه برداً وسلاماً ومن لم يدخلها يستجر اليها -
 واخرج البراء في مسندة عن انس مرفوعاً يؤتى بأربعة يوم القيامة بللوح وللعتوة ومن مات في الفترة
 وبالشيخ الفاني كلام يتكلم بحجته فيقول الله تبارك وتعالى لعنق من جهنم امرئ ويقول لهم اذ كنت ابعث
 الى عبادي رسلاً من انفسهم واني رسول نفسي اليكم ادخلوا هذه فيقول من كتب عليه التقوى يارب
 انك دخلها ومنها كنا نفر؟ ومن كتب له السعادة يمضي فيقتحم فيها مسرعا فيقول الله قد عصيتوني فانتم
 لرسلي اشد تكذبا ومعصية نيدخل هؤلاء الجنة وهو لا النار -

وقال تاج الدين السبكي في شرح مختصر ابن الحاجب على مسألة شكر النعم فيخرج مسألة من لم تبلغه
 الدعوة فعندنا يموت ناجياً ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب
 القصاص على قتله على الصحيح وقال البغوي اما من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل ان يدعى الى الاسلام
 فان قتل قبل ان يدعى الى الاسلام وجب في قتله الدية والكفارة وعند ابي حنيفة لا يجب الضمان
 بقتله واصله انه عندهم محجوج عليه بقتله وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه لقوله
 تعالى وما كنا معدن بين حتى نبعث رسولا - فثبت انها لا تجت عليه قبل مجي الرسول انتهى -

وقال الغزالي المتوفى سنة ٤٥٠ في البسيط من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص
 على الصحيح لانها ليس مسلماً على التحقيق وانما هو في معنى المسلم اه - هذا الحكم الذي قرره اهل
 الجاهلية قالوا ان ليس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة بني اصيل اما من بلغته منهم دعوة احد
 من الانبياء السابقين ثم اصبر على كفره فهو في النار قطعاً وهذا لا نزاع فيه -
 اقول صححت احاديث تعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره -

قلنا اجاب عن ذلك عقيل بن ابي طالب بثلاثة اجوبة - الاول - انها اخبار آحاد فلا تعارض
 القاطع - الثاني قصر التعذيب على هؤلاء والله اعلم بالسبب - والثالث قصر التعذيب في هذه الاحاديث
 على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام -

القسم الاول من ادرك التوحيد بصيرته ثم من هؤلاء من لم يدخل في شريعة كقسن بن
 ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل ومنهم من دخل في شريعة قائمة حقيقة كتبعم ونحوه -

القسم الثاني من بدل وغير واشرك ولم يؤحد وشرع لنفسه فحلل وحرم وهم الاكثر كعمرو بن ملحى اول
 من سن للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام ببحر البصرة وسيب السائب وزادت طائفة من العرب
 على ما شرعه ان عبدوا الحجر والملائكة وخرقوا الله البنين والبنات -

والقسم الثالث - من لم يشرك ولم يؤحد ولا دخل في شريعة نبي ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع

وفي البداية ج ۲ ص ۱۱۳ انہ اسماء دقیانوس۔ مسعودی بلوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملک دقیوس یعد الاوثان ستین سنةً وامعن فی قتل النصرانیة وطلبہم ومن هذا الملك هرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنہم من رأى ان اصحاب الکھف هم اصحاب الرقيم وزعموا ان الرقيم هو ما رقم من اسماء اهل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلك المغارة ومنہم من رأى ان اصحاب الرقيم غير اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف هو الموضع المعروف من بلاد الروم بخارمى کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۰۰۔

ثم قال وفي ایام ملك الروم المسمى بأوالس وكان علی دين النصرانیة استيقظ اصحاب الکھف من وقد تم ببعثوا كما فی القرآن المجید احدثهم بولقهم الی المدينة وكانوا من اهل المدينة افسيس من ارض الروم اه وفي البداية ويقال اسم القرية دفسوس۔

کھف والے پہاڑ کا نام طبری نے بجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ سینہ سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کھف کے پاس بادشاہ نے کنیسر یعنی عبادت گاہ بنا لی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کھف بعویس وفات پا گئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادة وغزاة ابن عباس رضی اللہ عنہما مع جیب بن مسلمة فمروا بالکھف فاذا فيه عظام فقال رجل هذا عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذهبت عظامهم منذ اکثر من ثلاثائة سنة اه وقال اللہ تعالیٰ ولبنوا في کھفهم ثلاثائة سنين وازدادوا تساعا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفي البداية يقال انہوا استمروا وراقدین ويقال بل ما توابعد ذلك اه۔ اصحاب کھف کی صحیح تعداد و نصوص قطیعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا تو اس سے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکشبینا مستینا۔ میلیخا۔ مرطوس۔ کسوطونس۔ بیرونس۔ رٹونس۔ بطونس۔ قالوس۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطیعیہ لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البداية ج ۲ ص ۱۱۳ ان اصحاب الکھف کما قيل من ابناء الملوك اوقيل من ابناء الالهة واتفق اجتماعهم فی يوم عيد لقومهم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلة هذا الکھف فقال کثیر هو بارض ايلة وقيل بارض نينوى وقيل باللقاء وقيل ببلاد الروم وهو اشبه وقال شعيب الجبائي اسم کلبهم حمران واسم کھفهم حيزم واما الرقيم فمن ابن عباس انہ قال لا ادري ما المراد منه وقيل هو الكتاب المرقوم فيه اسماءهم وما جرى لهم من بعدهم وقيل هو اسم الجبل الذي فيه کھفهم وقال ابن عباس واسمه بناجلوس وقيل هو اسم واد عند کھفهم وقيل اسم قرية هناك هذا حاصل ما فی البداية۔

علامہ حلبي رحمه اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النيشاپوري عن ابن عباس رضوا اللہ عنہما ان اسماء اصحاب الکھف تصلى للطلب والهروب واطفاء الحريق تكتب فی خرقاة ويرمي بها في وسط الناس وبقاء الطفل يوضع

تحت رأسه في المهد والحوت يكتب على القرطاس ويرفع على خشب منصوب في وسط الزرع والمضربان
والجمل المثنتا والصداع والغنى والمجاهة والدخول على السلاطين يشد على الفخذ اليمنى ولعسر الولادة تشد على
فخذها اليسرى ولحفظ المال والركوب في البحر والنجاة من القتل والله اعلم انتهى۔

و في قطب الارشاد ۴۳ ولدفع الفارسة من الزرع يكتب اسماء اصحاب الكهف في اربع قطع
قرطاس ثم توضع في اربع حرات صغيرة من الخذف ثم تدفن تلك الحرات في اربع اركان الزرع تقرباً
منه الفارسة باذن الله تعالى ۸۱۔ ويكتبها بعض العلماء للجنبة ولدفع عقم المرأة ولدفع العين وعن
بعض السلف ان يكتب اسماء اصحاب الكهف على ناحية السفينة امان من الغرق ثم ذكر اسماء اصحاب
الكهف وهي يليخا۔ مكسينا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ كشيظ يونس۔ تبيونس۔ قطير وهو اسم
كلبهم۔ وفي اسماءهم اختلاف كثير۔

اصحاب كهف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱ ص
۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۲، قطب الارشاد ص ۴۶۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰۔ تفسیر القرطبی ج ۱
ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقيم الذي
فيه الكهف على فرسخ من عمان او قرية صغيرة بالقرب من البحر الميت او انها البترا ۱۵ بترہ ایک
جگہ کا نام ہے۔ مقام بترہ کے قریب ایک شق (پھاڑی غار) میں بعض کتبات و خطوط کی دریافت سے پتہ
چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مر گئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔
لیکن جب ان خطوط و کتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب
کہف سے قبل مقام جرش سے آ رہی تھی اور شق بترہ میں مر گئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ تارکی نامی
شخص نے پڑھا۔

دايرة آثار مملکت اردن میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف
ایک چھوٹے سے شہر رجب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف حجر کے رجب مستعمل ہوا۔
اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۳۵۰ء ہے۔ یہ قیصر ثیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا
جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال في المفصل ج ۳ ص ۲۰۰ وذهب من رأى ان كهف الرجب هو كهف اصحاب الكهف الى
ان دخول الفتية الكهف كان في ايام الطاغية تراجان سنة ۱۹۰ م المشهور فاتح الكورة العربية
ومؤسسها والامر بانشاء المعبر للبحر المعروف باسم طريق تراجان وباني مدينة ايلة الرومانية وصاحب

الملعب الرماني والآثار العديدة للمباني التي اقامها بعتان وبعدها اخرى من الامم وقد كان
شديداً عاتياً قاسياً على النصارى عدم خونة مرقية خاسرجون على الدلة والقانون لذلك اصدرة
۱۱۲ شہ بقتل كل نصراني لا يخلص للقيصر والدلة فتكتم منه النصارى ومن جملة من تكتم وانزوى
اصحاب الكهف اءه -

امير سادس عمرو بن لُحی بھی اسی زمانہ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا
بادشاہ تھا۔ قبیلہ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمعیل
علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیت بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو نجرم کے پاس رہی۔
پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ تھا
خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعہ بن عارض بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لُحی کہا جاتا
تھا۔ کمانی تاریخ مکہ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لُحی کے بعد عمرو بن لُحی سربراہ و متولی بنا۔ عمرو بن لُحی نے
بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہور اسلام سے پانچ چھ سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک بیت اللہ
شریف کا متولی رہا۔ کمانی تاریخ مکہ۔ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لُحی جاہلیت میں بڑا
معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا توگ اُسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔

علامہ سیبلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لُحی حین غلبت خزاعۃ علی البیت
وفنت جرہم عن مکة قد جعلته العرب رباً لا یبتدع لہم بدعة الا اتخذوا ہا شرعاً لانہما کان
یطعم الناس ویکسو فی الموسم فرمما فخر فی الموسم عشرة آلاف بدنة وکسا عشرة آلاف حلة حتی
قيل انه اللات الذی یلبث السویق للحجیب علی صخرة معرفۃ تسمى صخرة اللات ویقال دام امرؤ
و امرؤ لدة علی هذا بمكة ثلاثمائة سنة فلما هلك سمیت تلك الصخرة اللات مخضفة التاء ولتخذ
صناً یعبدانہی -

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لُحی بلغ بمكة وفي العرب من الشرف ما لم یبلغ
عربی قبلہ ولا بعدہ فی الجاہلیة وهو الذی قسم بین العرب فی حطیة حطسوا عشرة آلاف ناقۃ و
قد کان قد اعرس عشرين فحلاً وكان الرجل فی الجاہلیة اذا ملك الف ناقۃ فقا عين فحل ابله فکذا
قد فقا عين عشرين فحلاً وكان اول من اطعم الحاج بمكة سلايف الابل وكما انها علی الثريد وعم فی
تلك السنة جمع حاج العرب بثلثة اثواب من برود الیمن وكان قد ذهب شرف فی العرب كل مذهب
وكان قوله فیهم دیناً متبعاً لا یخالف اءه -

مؤرخ مسعودی مروج الذهب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لمی کا نام حارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مؤرخین کے نزدیک لمی نام ہے ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا۔ گماؤ گمنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا منولی عمرو بن لمی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا منولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعہ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد كانت ولائمة البيت في خزاعة ثلاث مائة سنة ثم اخذ الولاية قصي بن كلاب بن مرة واخر من ولي البيت من خزاعة حليل بن حبشية بن سلول بن كعب بن عمرو عامر وقال ايضا ان عمرو بن لمي قد عمرفات وله من الولد وولد الولد الف الف انتهى بتصرف۔

عمرو بن لمی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لمی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تبلیغ جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لمی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بقرہ میں مقام تاب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لهم عمرو بن لمي ما هذه الاصنام؟ قالوا هذه اصنام نعبدها فانستطرها فمطرينا ونستنصرها فننصرنا فقال لهم الا تقطوني منها صمنا فاسيرب الي ارض العرب فيعبدونہ فاعطوہ صمنا يقال له هبل فقدم به مكة فنصبته وامر الناس بعبادته وتعظيمه كذا في البداية لابن كثير ج ۲ ص ۱۵۵۔

وقال الازرقی وهو الذي بخر البعيرة ووصل الوصيلة ونصب الاصنام حول الكعبة وجاء هبل من هيت من ارض الجزيرة فنصبه في بطن الكعبة فكانت العرب وقریش تنقسم عند ذلك الى اقسام وهاول من غير الخيفية دين ابراهيم عليه السلام۔ انتهى۔

علامہ سیسی روض الانف میں لکھتے ہیں وكانت التلبية من عهد ابراهيم عليه السلام لبنيك لا شريك لك لبنيك حتى كان عمرو بن لمي فبينما هو يلقى مثل له الشيطان في صورة شيخ يلبى معه فقال عمرو لبنيك لا شريك لك فقال الشيخ الا شريكنا هو لك فانك ذلك عمرو وقال ما هذا؟ فقال الشيخ قل مثلك و ما ملكك فان لا باس بهذا فقالها عمرو فذانت بها العرب انتهى۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تبیین پڑھتے تھے بئیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکنا ہو لک تملک و مالک۔ پس توحید بالتبیین میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اشارے نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون ای ما یؤحدوننی لمعرفة حتی لا یعجلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرة ابن ہشام۔

وفی صحیح البخاری عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہم فرعوناً اول من سیب السوائب وعبدا الاھنام
ابن خزاعة عمرو بن عامر انی رأیت بحیرة أمعائہ فی الناس۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ہریرة فرعوناً
رأیت عمرو بن عامر الخزاعی بحیرة قُصبہ فی الناس هو اول من سیب السوائب۔

وقال محمد اسحق عن ابی ہریرة ینقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی
یا اکثم رأیت عمرو بن لُحی بحیرة قُصبہ فی الناس فخرأیت رجلاً اشبه برجل منک بہ ولا ینک منہ فقال
اکثم عسی ان یضرتنی شہبہ یا رسول اللہ قال لا انک مؤمن وهو کافر انما کان اول من غیردین
اسمعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحر البحیرة وسب السائبة ووصل الوصیلة وحی الحامی
قال اللہ تعالی ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حاکم ولكن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب
واکثرهم لا یعقلون۔

وعن سعید بن المسیب قال البحیرة التي ینع دترها للطرائغیت فلا یجلبها احد من الناس و
السائبة التي کانوا یسبونھا لآلہم لا یجل علیھا شیء وفی سیرة ابن ہشام ج ۱ ص ۱۰۱ قال ابن اسحق اما
البحیرة فہی بنت السائبة والسائبة الناقۃ اذا تابعت بین عشرا ناث لیس بینھن ذکر سببت فلم
یرکب ظھرھا ولم یجوز وبرھا ولم یشر بلبھا الا ضیف فما تجت بعد ذلك من انثی شقت اذ نہا ثم
خلی سبیلھا مع اطفال فلم یرکب ظھرھا ولم یجوز وبرھا ولم یشر بلبھا الا ضیف كما فعل بامھا فی البحیرة
بنت السائبة والوصیلة الشاة اذا یامت عشرا ناث متتابعات فی خمسة ابطن لیس بینھن ذکر جعلت
وصیلة قالوا قد وصلت فكان ما ولدت بعد ذلك للذکور منهم دون انا ثمھم الا ان بیوت منها شیء
فی شترکوا فی کله ذکورھم وانا ثمھم والحام الفحل اذا انجم له عشرا ناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی
ظھرہ فلم یرکب ولم یجوز وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لا ینتفع منه بغير ذلك اء۔ وللفسیرین فی تفسیر
اقوال۔ هذا تمت رسالة النظرة فی الفترة۔ واللہ الحمد علمہ انعم۔

فلسطین۔ آیت وقلنا یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة کی شرح میں مذکور ہے۔ فلسطین کبیر
فار وفتح لام وکون سین ہے۔ نسبت فلسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نجات کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ وہ
غیر منصرف ہے اور یہ لازم ہے بہر حال میں۔ تقول هذا فلسطین وראیت فلسطین وھربت بفلسطین بنیر
تنوین۔ دوم یہ کہ وہ بمنزلة جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثل جمع تقول هذه فلسطون وראیت فلسطین و
ھربت بفلسطین بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیش نظر ملک شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف - قیساریہ - ناپلس - اریحا - عمان اس کے مشہور شہر ہیں۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم بن ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے۔ اور یہ روایت ہشام بن محمد فلیث بن بن کسلو خیم من بنی یافت بن نوح علیہ السلام سے سنی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلو خیم بن صدقیان کنعان بن عام بن نوح علیہ السلام کے ام کو منسوب ہے۔ ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدّسة التّوکتب اللّٰہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التّی باسکنّا فیہا للعالمین میں ارض سے ارض فلسطین مراد ہے۔ کذّٰلک المجمل۔

الفرات بضم الفاء تجہری من تحتها الانہاس کی شرح میں مذکور ہے۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تظاول اس کا نام فرات رکھا گیا۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللّٰہ تعالیٰ ہذا عذب فرات و ہذا ملح اجاج۔ اور فرات کا مقابل ما ملح ہے یقال فرات الملو فراتاً اذا عذب فهو فرات۔ دریائے فرات کا منبع و مخرج جبال ارمنیہ ہے۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزیر کی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جالتی ہیں۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے۔ فرات شہر و قلعہ منبع شہر باس۔ شہر رقہ۔ شہر عانہ شہر بیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط و بصرہ کے مابین جا نکلتا ہے۔

مقام صفین جہاں پر معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۱ ص ۱۱۱، فیکون مقدراً جریباً علی وجہ الارض نحواً من خمسائے فرسخ وقد قیل اکثر من ہذا آگے جا کر فرات خلیج فارس میں گزرتا ہے۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۱۱۱ و یبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومتراً ویصب عند مدینتہ عبادان علی الخلیج الفارسی ص ۱۰۱۔ وفی معجم البلدان ج ۳ ص ۲۳۲ ثم یصب فی بحر الہند اہ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں سنی ان اربعۃ انہاس من الجنۃ النیل والفرات و سیحون و جیحون و سنی عن علی رضی اللہ عنہما قال یا اہل الکوفۃ ان نھرکم ہذا یصب الیہ میزاباً من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرّات من انہاس الجنۃ ولولا ما یخاطہ من الاذی ماتنا وای بہم فیض آلا ابراہ اللّٰہ تعالیٰ وات علیہ ملکنا ید و دُعنا الآدوار۔ و سنی ان عبد اللّٰہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرّات ثم استزاد ثم استزاد فحمد اللّٰہ وقال نھرکما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطّائین ما اغتمس فیہ ذوعا ہتہ آلا برا و عمایروی عن السدی واللّٰہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفرّات فی زمن علی رضی اللّٰہ عنہ فالقی رمانتہ قطعت الجسر من عظمها فأخذت فکان فیہا کتر حبّ فامر المسلمین ان یقتسموها بینہم وکانوا یرونها

من الجحثة۔ وهذا باطل لان فواكه الجحثة لم توجد في الدنيا كذا في معجم البلدان قلت لاشك في بطلان هذا
بعض ما ذكر من قبل نعم خبر اربعة انهار من الجحثة مرى في الاحاديث الصحيحة والحسنة۔ وقد فصلناه
في بيان النيل من هذا الكتاب فرجعه۔

قریش۔ آیت فمن فرض فيهن الحج فلا حرج الاية کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ
الصلاة والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولاد نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں
سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مورخین کے نزدیک نضر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا پس
اولاد قریشی ہے اور جو شخص نضر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قول اول مختار
ہے۔ واختره ابو عبیدة معمر بن اثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایة
والنہایة لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۶۰۔ فر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب
میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن
قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن نضر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکرہ۔
کذا فی سیرة ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قيل من التقرش وهو التجمع بعد التفرق وذلك
في زمن قصي بن كلاب كذا في البدایة ج ۱ ص ۲۰۰ وفيد نظر اذ قریش ليس لقب قصي بل كان هذا
الاسم قبل قصي قال العلامة السهيلي في مرض الانف ج ۱ ص ۶۰ بعد ذكر هذا القول والدليل على اضطراب
هذا القول ان قریش لم يجتمعوا حتى جمعهم قصي بن كلاب۔

(۲) وقيل من التقرش وهو التكبس والتجارة قال الجوهری القُرش التكسب والمجمع قال الفراء وبه
سميت قریش۔

(۳) وقال ابن الكلبي سمي النضر قریشاً لانما كان يقرش اي يُفتش عن حاجة الناس فيسدها
والتقریش هو التفتيش وكان بنوه يقرشون اهل موسم الحج عن الحاجة فيؤردونهم بما يكفهم
بلادهم۔

(۴) وفي مرض الانف ج ۱ ص ۶۰ ان قریشاً تصغير القرش وهو حوت في البحر يأكل حيتان
البحر سمي بها ابو القبيلة اذ مرى البيهقي ان معاوية رضى الله عنه قال لابن عباس لم سميت قریش
قریشاً فقال لا بد ان تكون في البحر تكون اعظم دوابها قال فانشدني في ذلك شيئاً فانشده شعر الجمحي

وقریش هی التي تسکن البحر
 بها سمیت قریش قریشاً
 تأکل الغنّ و السمین ولا
 تترکّن لذي الجناحین ریشاً
 هكذا فی البلاد حتی قریش
 یاکلون البلاد اکلاً کمیشاً

(۵) وقیل سُمّوا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانہ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارة فكانت العرب تقول قد جاءت عید قریش قالوا بدین قریش هو الذی حضر البئلمنسوبة الیه التي كانت عندها الوقعة العظمی فی صحیح مسلم عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله اصطفی کنانہ من ولد اسمعیل واصطفی قریشاً من کنانہ واصطفی هاشماً من قریش واصطفانی من بنی هاشم - ایک اور حدیث شریف ہے الاثنا من قریش - احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے -

قحطان - خطبہ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے - قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے - اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل مین قحطان کی اولاد میں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد میں - قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں - اولاد قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں - اس کے سلسلہ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں - (۱) حسب قول بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شایخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - یہ اکثر تائبین کی رائے ہے -

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ و سیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ - و مرجع الذب ج ۱ ص ۲۶۶ - نہایت الارب ج ۲ ص ۲۴۵ والاخبار الطوال ص ۹ و کتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکیل ج ۱ ص ۸۶ و تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ و ابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک -

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فہو یقطان بن عابر بن شایخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ نما بعد ہا - نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ - یہ دونوں سلسلہ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں -

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہذا وہ یوں سلسلہ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شایخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - لیکن بعض مؤرخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے - بقول بعض علماء قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے - کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۳ - بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے -

فی انسان العیون للعلی بن اہم لقحطان اول من قیل له ابیت اللعن وادل من قیل له انہ صبا حو یعرب بن قحطان

قيل له ايمن لان هو حج انبي الله صلى قال له انت ايمن ولدى وسهى اليمن يمتا بنزوله فيها وهذا يدل على ان قحطان هو حج عليه السلام -

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولاد اسماعیل ہیں۔ فہو قحطان بن تمیم بن قیصر بن اسمعیل علیہ السلام۔ وقد احتج لكون قحطان من ولد اسماعيل عليه السلام بقول بنتنا عليه السلام اسمها يا بنى اسمعيل فان اباكم كان راميا قال هذا القول لقوم من اسلم بن افضى واسلم اخو خزاعة وهم بنو خزاعة بن ثعلبة ابن عمر بن عامر ابن عامر بن سبا بن يشجب بن يعرب بن قحطان انتهى يتصرف ما في الروض الانفج املا اور اہل سبا اہل یمن میں معنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولاد اسمعیل ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولاد اسمعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن هشام فی سیرتہ فالعرب کلہا من اسمعيل عليه السلام وقحطان اى كل العرب اما من اسماعيل واما من قحطان فہم نوعان بعضهم من اسماعيل وبعضہم من قحطان وبعض اهل اليمن يقول قحطان من ولد اسماعيل ويقول اسمعيل عليه السلام ابو العز كلها آہ ج ۱ ص ۱۱۔

وفی دائرة المعارف ج ۲ ص ۵۲۳ عند ذکر التبابعة ملوک الیمن وهم بنو حمیر كانوا باليمن ولهم یکنوناً یمتون منهم الملک بقیع حتی یملک الیمن واول من ملک منهم قحطان بن عامر بن صالح و هو اول من لبس التاج سنة ۲۰۳ قبل للبلاد ولما مات تولى بعده ابنه يعرب بن قحطان وهو من كبار ملوک العرب یقال انه اول من حیاه ولد بقولہم ابیت اللعن وانم صباحاً ثم ملک بعده ابنه یشجب بن یعرب آہ۔

قریظہ۔ آیت دان یا توکم اُسراری تُفاد وہم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قریظہ کی جلاوطنی کے بعد وہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ جنگ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس جیبی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوہ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ سہ ماہ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ روز قعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قزح - آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْرِعِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قزح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا ضحاکے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگارنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس نظر آتی تھی وعن جبیر بن الخیرث قال رأيت ابا بكر الصديق رضي الله عنه على قزح وهو يقول ايها الناس اصبحوا ثم دافع واني لا نظرت الى نخذه وقد انكشف ما يحضره بعيره بجمعه۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے پار نام میں مزدلفہ وجمع وقزح ومشعر حرام۔ قال البيضاوي في تفسيره للمشعر الحرام (هو) جبل يقف عليه الامام وروى يسهى قزح ۸۱۔

الكوفة - شرح تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہے اس کے علاوہ مکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی حکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر مکہ کو ہوئی قبیل سہلہ و قبیل شامہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ فوج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر رہتے تھے فکتبت عمرا رضي الله عنه اليها ان العرب لا يصلحها من البلدان الا ما اصلم الشاة والبعير فلا تجعل بيني وبينهم حجرا و عليك بالريف ۸۵۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بنانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اولاً جھونپڑیوں اور چھتروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاوئی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سميت بذلك لاحتماع الناس بها من قولهم قد تكوف الرمل اي اجتمع وراكب بعضه بعضا۔ (۲) قيل اخذت من الكوفان يقال هم في كوفان اي في بلاد وشر۔ (۳) او سميت بذلك لانها قطعة من البلاد من قول العرب قد اعطيت فلا تاكيفة اي قطعة ثم انقلبت الياء في الكوفة واذا الانضمام ما قبلها۔

(۴) قال قطرب سميت بموضعها من الارض وذلك ان كل رملة يخاطبها حصبا تسهي كوفتا۔ (۵) اولات جبل ساتيد ما يحيط بها كالكفاف عليها (۶) قال ابن الكلبي سميت بجبل صغير في وسطها اسم كوفان۔ (۷) وقال ابن القاسم سميت الكوفة لاستلارتها اخذت من قول العرب آيت كوفانا وكوفانا للرؤيلة المستديرة۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں واما مفاخره و مناقضه ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو او بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشرف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی طرح میں کہا الكوفة سفلت عن الشام ووبائها وارتفعت عن البصرة وحرها ففى برية مريضة مريضة اذا اتتنا الشمال ذهبَت مسيرة شهر على مثل مرضاض الكوفة واذ اهبَّت للجنوب جاءتنا سيج السواد ووردة ياسمينه وأترجيه ماؤنا عذب وعيشنا خصب فقال فى جوابه عبد الملك بن الهمخن والله أوسع منهم تربية وأعدّ منهم فى السرية وأكثر منهم ذميمة وأعظم منهم نفراً ولا يخرج من عندنا إلا سائق أو قاتل.

فقال للحجاج ان لى بالبلدين خبراً فقال هات. فقال اما البصرة فبحسب شطاء بخراء ذفراء أو تبت من كل حلقة واما الكوفة فيكون عاطل عيطاء لاحت لها ولا زينة.

فقال عبد الملك ما أراك إلا قد فضلت الكوفة. حضرت على رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الكوفة كثر الايمان وحجة الاسلام وسيف الله وسرجه يضعه حيث شاء والذي نفسى بيده لينصرون الله باهلها فى شرق الارض وغربها كما انتصر بالبحار سلمان فارسى رضى الله عنه فرماتے ہیں اهل الكوفة اهل الله و هي قبلة الاسلام فيمن اليها كل مؤمن. كذا فى المعجم ج ۴ ص ۲۹۳.

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وقامر التثور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر وحدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناياك عن اهل مكة وخذوا القرارة عن اهل المدينة وخذوا الحلال والحرام عن اهل الكوفة۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔
قائدہ۔ نجات و علماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سررت من البصرة الى الكوفة اس مقولہ کی وجہ استعمال دوہرہ تقدیم ذکر بصرہ و تاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق و لطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیة الكامل شرح محصول و حاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فرابعها تری لطائف خلت عنها الأسفار۔

بحرمان۔ وقتلنا یا آدمہ اسکن انت وزوجک الجنة کی شرح میں مذکور ہے۔ بحرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے۔ یہ فارس و بحرمان و خراسان کے مابین ہے۔ بحرمان کے مشرق میں بحرمان ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں بھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز و شاداب نظر ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بکرمین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرانِ فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص مسند پار کرتے ہوئے ارضِ فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابنِ عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابنِ عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہِ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی اور عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوارِ رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا نقطہ ہے جو آفرینشِ ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر ہمیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اول بیت وضع للناس للذی بیگتہ مبسکاً کا وہ کعبۃ للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اول یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غنائاً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باسبعین سنۃً ومنہا دجیت الارض وعن مجاہد یقول خلق اللہ عز وجلّ هذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارضین وعن عطیاء عن ابن عباس انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالیٰ سراجاً ہکافاً فصققت الماء فابرزت عن خشفۃ (المخشفۃ بجارۃ تنبت فی الارض نباتاً) فی موضع هذا البیت کانہا قبۃ فدا اللہ الارضین من تحتہا فمادت ثم مادّت فادتھا اللہ تعالیٰ بالجبال فكان اول جبلٍ وضع فیہا ابوقیس فلذلک سمیت مکۃ أمّ القری۔ وعن مجاہد قال لقد خلق اللہ عز وجلّ موضع هذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعد فی الارض السابعة السفلی۔ ذکر هذا الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدہ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیبث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا البیت خامس شمسہ عشرین سابعۃ منها فی السماء الی العرش وسبعۃ منها الی تخوم الارض السفلی

لکل بیت منها صحر محکوم هذا البيت - ذکرة الازسرقی - آسانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے - بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماں دوسرے میں ہے -

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیٹائی السماء يقال له ضراح بحیال الكعبة یدخله کل یوم سبعون الف ملك من الملائكة ما دخلوه قط قبلها - مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبہ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک محجوف سرخ یعنی یا قوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا - طوفان نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھایا اور حجر اسود کو جبل ابوتیس میں بطور امانت رکھا - فرعی ابن جریر کان بمکة البيت المعمور فرجع زمان الغرق فهو فی السماء -

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے جگہ خدایاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی - کما هو لذلک فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البيت واسمعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آ رہا ہے - بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعد شیبث ابن آدم نے تعمیر کی کما ساقی بیانہ -

ثالث کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے - ملوک فارس کسری وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے - چنانچہ غزالی کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ بعد المطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں -

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے - اور وہ کنواں اب بھی سونے اور شیشی ہاموتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے - تراجم مورخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے - نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے -

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتم مکة فی الحبث الذی کان فیہ سبعین الف اوقیة من الذهب مما کان الملوك یدون للبيت فیها الف الف دینار

مرتين بما تقي قنطاراً زناً. وقال علي بن ابي طالب مرضى الله عنده يا رسول الله لو استعنت بهذا المال على حريك فلم يفعل ثم ذكر لابي بكر فلم يحركه. قاله الازرقى - وفي البخارى بسنده الى وائل قال جلست الى شيبه بن عثمان وقال جلس الى عمر بن الخطاب فقال همت ان لا ادع فيها صفره ولا بيضاء لا فتمها بين المسلمين قلت ما انت بفاعل قال ولم ؟ قلت لم يفعله صاحبك فقال هما اللذان يقتدى بهما وخرجه ابو داود وابن ماجه -

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الى ان كان فتنة الافطس وهو الحسن بن الحسين ابن علي بن علي زين العابدین سنة تسع وتسعين ومائة حين غلب على مكة عمدة الكعبة فاخذ ما في خزائنها وقال ما تصنع الكعبة بهذا المال موضوعا فيها لا يستفح بها نحن احق به نستعين به على حربنا وخرجه وتصرف فيه وبطلت الذخيرة من الكعبة من يومئذ - كذا في تاريخ ابن خلدون وغیره۔
خامس - بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاة والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیا علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کچھ نبیوں اور بعض دیگر مؤمنین کے نزدیک انبیا بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا يا محمد ولاك عن قبلتنا التمكنك عليها وانت تزعم انك على ملة ابراهيم ددینه وفي سرائية انهم قالوا للمسلمين ما صرتمكم عن قبله موسى ويعقوب وقبله الانبياء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیا علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فری عن الزهری انه قال لم یبعث الله منذ هبط آدم عليه السلام الى الارض نبيا الا جعل قبلته صخرة بيت المقدس - بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنا یا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپ دیگر انبیا علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک ہے۔

لیکن محقق و صحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیا علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیة كانت الكعبة قبله الانبياء وكان موسى عليه السلام يصلي الى صخرة بيت المقدس وهي بينه وبين الكعبة -

وذكر بعض العلماء ان ذلك مما كتبه اليهود لان اليه حرم لم يجد كون الصخرة قبله في التوراة وانما كان تابوت السكينة على الصخرة فلما غضب الله على بنى اسرائيل رفعه ووصلوا الى الصخرة بمشاورعة منهم وادعوا انها قبله الانبياء۔

ناہر میں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صحرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صحرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامة علی الجلی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تھوہل قبلہ پہلا رخ ہو جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبی نبیاً قط فی قبلہ الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فہو مخالف لغيرہ من الانبیاء فی ذلك وهذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سُادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وہم یسئلون نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردش کو اکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مروط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذوالسویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گھرا دے گا اور یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض متجہین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجہین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کو کعب کی سرپرستی کا مرہون منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجہین کا اتفاق ہے کہ کوکب زحل بد بخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذهب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجہین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذهب قوم الی ان البیت الحرام علی مراد اللہ هو معظم فی سائر الاعصار لانه بیت زحل وان زحل نوکادہ ولان زحل من شانہ البقاء والثبوت فاکان لزحل فغیر زائل ولا دائر و عن التعظیم غیر ضائل انتہی۔

شایع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور کھپکشتی نے بیت اللہ شریف کا حکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے۔ یہ کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکہ للازرقی ج ۱ ص ۱۷۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمعیل۔

علاء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کنی بارہوئی ہے۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر رہے ہیں :-

اول بناہ ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن الحسن کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالیٰ بعث ملائکۃ فقال لهم ابنوی بیئانی الارض بمنالہ وقد اے مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بهذا البیت۔ حلبی ج ۱ ص ۱۳۸۔

ثوم بناہ آدم علیہ السلام۔ بناہ آدم من خمسة اجبل من صراء وطلہ سیناء وطلہ زیتا وطلہ جدی ولبنان کذا فی الازرقی۔ شری البیہقی فی دلائل النبوة عن عبد اللہ بن عمرو فروعا بعث اللہ جبریل الی آدم وحق اء فامرہما ببناء الکعبۃ فبناہ آدم ثم اصرۃ بالطواف بہ وقیل لہ امت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس۔ سوم بناہ شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناہ ابراہیم علیہ السلام فی الرض الانف ج ۱ ص ۱۲۰ فی آثارہ مدینۃ ان ابراہیم بناہ من خمسة اجبل وان الملائکۃ کانت تأتيہ بالحجارة منها وھی طولہ سیناء وطلہ زیتا اللذین بالشام وطلہ جدی ولبنان حراء وھما فی الحرم فشاکل ذلك معناھا اذھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اء۔ وفی تاریخ مکتبہ ج ۱ ص ۱۲۰ فبناہ من خمسة اجبل من حراء وشدیر ولبنان وطلہ و الجبل الاحمر اء۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کوڑھنیر بنائے تھے۔ سب سے پہلے شیخ یعنی اسد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنا دی تھی۔ قال الاثری فی تاریخ مکہ: حج امسک ولم یکن ابراہیم مسقف الکعبۃ ولا بناہا بعدد وانما رخصہا رخصۃ اہ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص ۲۰۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کر لی تو اسمعیل علیہ السلام سے فرمایا اسمعیل ابغی حجراً اصعباً مہنا یكون للناس علیاً یتد ثون منه الطواف ذنہ اسمعیل یطلب لہ حجراً ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وكان اللہ عز وجل استوحى الرکن اباقیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی بینی بیتی فأخرجہ لہ فجاءہ اسمعیل فقال لہ یا اباہ من ابن لک هذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکن لی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فمکانہ وهو حیث تذلک تلالاً لؤلؤاً من شدۃ بیاضہ فاضاء نوره ثم قاور غراباً ویمناً وشاماً فكان نوره یضئ الی منتهی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن النبی لما أمر ابراہیم علیہ السلام ان ینبئ البیت وانتهی الی موضع الحجر قال لاسمعیل اثنی بحجر لیکون علیاً للناس یتد ثون منه الطواف فاناه بحجر فلم یرضہ فأتی ابراہیم بهذا الحجر۔ وعن عبد اللہ ابن عمر ان جبریل هو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنة وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن ترالوا جبر ما دام بین ظہور انکم فتمسکوا بہ ما استطعتم فانہ یوشک ان یجئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عز وجل یا آدم انی مہبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویصلی عندہ کما یصلی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بقوا لابرہیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء و تیسیر و لبنان والطوب والجبیل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء و طور زینا و لبنان و الجودی و حراء و ذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سُمیت الکعبۃ لانہا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنیہ اساس آدم علیہ السلام اہ۔ کعب کا معنی لغتاً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینش ارض کے وقت پانی سے بلند تھا اور پہلے یا ٹیلے کی طرح اونچا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلادی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفي انسان العيون ج امسا جعل ابراهيم اس ارتفاع البيت تسعة اذرع قيل وعرضه ثلاثين ذراعاً قال البعض وهو خلاف المعروف ولم يجعل له سقفاً ولا بناءً بعداً وإنما رصده رصاً وجعل له باباً اى منفذاً لاصطفاً بالارض غير ترفع عنها ولم ينصب عليه باباً يقفل وإنما جعله تبع المحمري بعد ذلك و حفرة له بئرأد اخله عند بابه على يمين الداخل منه يلقى فيها ما يهدى اليه وكان يقال لها خزنة الكعبة -

یہ نجم بنا عمالقة - بعض آثار و کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقة مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر کے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انہیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کر دیں اور زائرین و حجاج کی عزت و خدمت کر دیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خيثم قال كان بمكة حتى يقال لهم العماليق فآخذوا فيها أهلنا فجعل الله يقرهم بالغيث ويسوقهم بالسنة المحقطة يضع الغيث امامهم فيذهبون ليرجعوا فلا يجدون شيئاً فيتبعون الغيث حتى الحقم بمسقط رؤس اباؤهم وكانوا من حمير اى اهل اليمن ثم بعث الله عليهم الطوفان قال الراوى فقلت لابن خيثم وما الطوفان؟ قال الموت - وعن ابن عباس رضي الله عنهما انه كان بمكة حتى يقال لهم العماليق فكانوا في عزة وكثرة و ثروة وكانت لهم اموال كثيرة من خيل وابل وما شابه فلم يزل بهم البغي والاسراف على انفسهم والاحقاد بظلم و اظهار المعاصي ولم يقبلوا ما اوتوا بشكر حتى سلبهم الله تعالى ذلك فنقصهم بحس المطر عنهم وتسلط الجذب عليهم فكانوا يكرهون بمكة الظل و يبديون المال فلخرجهم الله من مكة بالذات سلطه عليهم حتى خرجوا من الحورم وكانوا قاعاً من حمير فآبدل الله تعالى الحرم بعدهم فخرجهم فكانوا سكاراً حتى بغوا فيه واستنقوا بحقه فاهلكهم الله جميعاً - قوم عمالقة كاسيان تفصيلاً اس كتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فرابعہ۔

بنار عمالقة مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمعیل علیہ السلام وہاں جرم کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جبرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمعیل کے بعد جرم متولی ہوئے تو جرم سے قبل عمالقة کیسے متولی و بانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ عمالقة نے بنا جرم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ با اتفاق اصحاب تاریخ جرم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقة جرم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل تروت تھے تو عمالقة نے تولیت جرم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیر

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی۔
راجح تاریخ مکہ۔ للفاسی والمقرنی والسیرة المجلد ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بنا جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد احمقیل یا نابت بن اسمعیل علیہ السلام کے بعد دکما قالوا قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنا دی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر رحمت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بنا قحسی بن کلاب۔ قحسی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قحسی بن کلاب۔

ہشتم بنا قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف مل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو خود کی خوشبو پہنانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ لگی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں محزور ہو گئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں ٹکاف پڑ گئے اور بت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چند جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندر گاہ میں ایک جہاز خراب ہو گیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر تجارت تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا دکان رومی کا دکان فی سفینۃ حبستہا الریوم فخرت الیہا قریش فاخذوا خشبہا وقالوا لہ ابنہا علی بنیان الکنائس وان باقوم الریوم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یبع وارثا فذم النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسهیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہا۔ وقال ابن اسحق وکان بمکہ قطبی يعرف بنجر الخشب ولسویتہ فوافقہم علی ان یعمل لہم سقف البیت ویساعدا باقوم الریومی اذہ فالقطبی ہو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرائے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرس کو کچھ نہیں کتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بچرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گھرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پر زندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر چھپتا اور اسے اٹھا کر اچھا دیا اور بقول بعض حجوں میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہو گیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کبھی گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابۃ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تحریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کتا جاتا تھا اللہ لم ترع لانرید الا الخیر۔ پھر کینین کی جانب کا کچھ حصہ گھاڑ دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گھرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوبان کے کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند لگے ہوئے تھے بعض نے ان پتھروں میں گدال ڈال کر بلایا تو سارا شہر مکہ بلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارت بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار مٹانے میں مصروف ہو گیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر ہتھ لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادریں تبن بند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ لے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادریں تبن بند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امرنانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زائئہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خون ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفہ بن المغیرہ جو ان میں معمر تھا ایہ ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خون ریزی کے لیے تعمیر نہیں کھنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (و فی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وهو المقابل لمابین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اول شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ہذا الامین رضینا ہذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر کھچا کر اس پر حجر اسود کو رکھا دکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عبید بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفہ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کناؤ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعہ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳۔

امرنانث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذوبکۃ خلقنا ہم و خلقنا السموات والارض و صوّرت الشمس والقمر وحققنا سبعة أملاک حنفاء کلام نزول آخشاہارای جلاہادھا ابی قیس وھو جبل مشرف علی الصفا و قیقعان وھو جبل مشرف علی مکة و جھتہ الی ابی قیس) یبارک لاهلہا والیہ والذین۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکة بلدا للہ الحرام یا زہا رزقھا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرا یحصد غبطہ ومن یزرع شرًا یحصد ندامۃ تعملون السیتا

وتجوزون الحسنات؟ اجل كما يجني من الشوك العنب -

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاول۔ انا اللہ ذوبکۃ صنعتها یوم صنعت الشمس والقمر الی آخر ما تقدم ذکرہ وفي الثالث انا اللہ ذوبکۃ خلقت الرحم وشققت لها اسمًا من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته وفي الثالث انا اللہ ذوبکۃ خلقت الخیر والشر فطوبی لمن کان الخیر علی ید یمینہ ویل لمن کان الشر علی ید یدہ -

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذوبکۃ مفقر الزناة ومعمري تارك الصلاة ارضعها والاقوات فارغتها وأغلبها والاقوات مملاتة۔ وفي الھابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انہم وجدوا کتابا باسفل المقام فدعت قریش رجلاً من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموا لقتلتمونی قال وظننا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتناہ۔

بنو قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

اول، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھتے ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفي السيرة للحلبية جازلاً شعبانہ قصی جدہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقّفہ بخشب الرزم وجريد الغل آہ۔

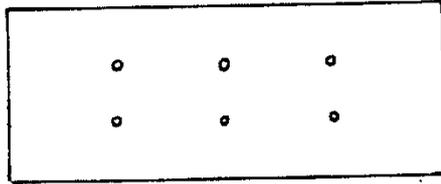
دوم، انہوں نے دروازہ بست اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیرھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیرھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار کمرے ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عهد ابراہیم وجرم بالارض حتی بدنتھا قریش قال ابوحنيفة بن المغيرة یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من ارضتم فان جاء احد من تکروھون س میتم بہ فیسقط فکان نکالاً لمن راہ ففعلت قریش ذلك آہ۔

سوم۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہر حال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔

قال فی تاریخ مکہ جازلاً فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرا ثم کبسوها ووضعوا بابھا مرتفعاً

علیٰ هذا الذرع ورفعوها بمد مالک خشب ومد مالک حجارة حتى بلغوا السقف فقال لهم باقوم الرمي أتحببون ان تجعلوا سقفها مكبسا ومسطحا؟ فقالوا بلى ابن بیت سربنا مسطحا قال فننوه مسطحا وجعلوا فیہ ست دعایم فی صقین فی کل صف ثلاث دعایم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الی اعلاها ثمانیة عشر ذراعا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا میزابها یسکب فی الحجر وجعلوا درجۃ من خشب فی بطنها فی الرکن الشامی یصعد منها الی ظهرها وجعلوا لها بابا واحدا فان یغلق ویفتح انتہی بتصرف یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھ ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف



چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کھ ہونے کی وجہ سے (کمانی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی کافی ہونے کی وجہ سے (کمانی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انھوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفا کیا جسے حطیم و حجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ حطیم کی برکات سے اب زائرین و حجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہذا اب جس کی یہ خواہش و تمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو و حسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بنا مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعبہ قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعبہ ہے۔ عام گھروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی میانین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار رکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع حجرے کے چار رکن و کعبہ ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں، قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضہم انہ کان لبیت اللہ سرکنان وھا الیمانیان ای

لم يجعل له ابراهيم عليه السلام الا الركنين المذكورين فجعلت له قرابيش حين بنتها اربعة اركان اة
 ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیرھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص
 صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشری الیہ العبارة المتقدمة۔

ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پزیرا (میراب، حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت
 اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میراب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میراب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت
 ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً کسی مظلوم کی ظالم پر دغا اس مقام پر
 بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار
 اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پتھر تیسری صف
 پتھر کی۔ دیکھا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے
 انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگون کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور
 اسی لکڑی کی وجہ سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ
 بہت جلد لگ سکتی ہے۔

نہم بنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ
 کے بعد زبیر کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابوقیس
 پر سے منجنيق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

وذكر في كتاب الشرف ان الله بعث عليهم صاعقة بعد العصر فاحترت المنجنيق واحترت
 تحتها ثمانية عشر رجلاً من اهل الشام وبن كرا الزنار لما اصابته الكعبة انت جيت يسمع انيها
 كائده المريض اه اه وهذا من اعلام النبوة فقد جاء انذاراً صلى الله عليه وسلم بتحريق الكعبة اه۔
 اسی اشار میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تجزیہ کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھوئی
 دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی
 خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کر کے سب پر
 چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ
 السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا
 ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گمراہے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اهل مكة الى منى ومنهم ابن عباس رضی اللہ عنہما فاقاموا بهاتلانا مخافة ان یصیبہم عذاب شدید بسبب ہدمہا۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہو گیا تھا یا دو ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کر دیا۔ بعد قرامط نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علیہم ما علیہم۔

والقرامطة طائفة ملاحدة ظهروا بالكوفة سنة ست مائة - بزعمون ان لا غسل من الجنابة وحل الخمر وان لا صوم في السنة الا يومی النیروز والمہرجان ویزیدون فی اذانہم وان محمد بن الحنفیة رسول اللہ وان الحج والعمرة الى بیت المقدس وافتتن بہم جماعة من الجبال واهل البراسری وقوی شوکتم حتی انقطع الحج من بغداد بسببہم۔

وکبیرہم ابوسعید وولده ابوطاہر فبنی ابوطاہر داراً بالكوفة وسماها دار الحجرة وکثر فسادہ و استیلاؤہ علی البلاد وقتلہ المسلمین وتمکننت ہیبتہ من القلوب وکثرت اتباعہ وذہب الیہ جيش الخلیفة المقدس باللہ السادس عشر من خلفاء بنی العباس غیر ما مرہ ابوطاہر یزید ثم ان المقدس سیر کباً من الحجاج الی مکة فوافاهم ابوطاہر یوم الترویة فقتل الحجیج بالمسجد الحرام وفی جوف الکعبة قتلاً ذریعاً والقی القتلی فی بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدوسہ فکسره ثم اقتلعه وأخذہ معه وقلع باب الکعبة ونزع کسوتها وشفق ما بین اصحابہ وهدم قبۃ زمزم وارتحل عن مکة بعد ان اقام بها احد عشر یوماً ومعہ الحجر الاسود وبقي الحجر عند القرامطة اکثر من عشرین سنة۔

ثم ان الناس الطائفین كانوا یضعون اید یهم محل الحجر الاسود من الکعبة للتبرک وذرع الی القرامطة فی الحج وشمسون الف دینار فابنوا حتی اعید فی خلافة المطیع وهو الرابع والعشرون من خلفاء بنی العباس فاعید الحجر الی موضعه وجعل له طوق فضة شدبہ زنتہ ثلاثة آلاف وسبع مائة وتسعون درهما ونصف۔

ثم بعد القرامطة فی سنة ۳۱۴م قام سرجل من الملاحدة وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدیوس فشق وجه الحجر من تلك الضربات وتساقت منه شطیات مثل الاظفار فجمع بنو شیبہ ذلك القاتل وعجنہ بالمسک واللك وحشوة فی تلك الشقوق۔ کذا فی کتب التاریخ۔

وہم بناہم حجاج۔ ابن زبیر کی عمارت گمراہ حجاج نے بام خلیفہ عبد الملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کردی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبد الملک نے حجاج کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکر حرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبد الملک نے حجاج کو سابقہ تعمیر قریش کے موافق بنا کر کعبہ کا حکم دیا و قال لسان من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۳۳ء کا واقعہ ہے۔

عبد الملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث ناشر نہ کی تھی تو عبد الملک نے کہا صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث ناشر سے نہیں سنی اور نہ ناشر نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ عمارت بن عبد اللہ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عمارت رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملك له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فذکت بعصاه ساعة ثم قال انى وددت انى تركتها وما تمحل۔

ولما ولى الخلافة ابو جعفر المنصور اراد ان يبني الكعبة على ما بناها ابن الزبير وشا ورا الناس في ذلك فقال له الامام مالك بن انس انشدك الله يا امير المؤمنين ان لا تجعل هذا البيت ملعبة للملوك لا يشاء احد منهم ان يغيره الاغيرة فتذهب هيبتة من قلوب الناس فصره عن رأيه في وذكر الطبري في مناقب من الذي اراد ذلك ونهاه مالك هو الرشيد وذكر ذلك المقرئ ايضا وقال ابن كثير لما كان في زمن المهدي بن المنصور استشار الامام مالكا في سزا الكعبة على الصفة التي بناها ابن الزبير فقال له اني اخشى ان تخنها الملوك لعبنة۔

یا زوہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۳۱۳ء میں ہوئی یہ سلطان مروان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ یا شوں کی کثرت کی دیواروں میں شکاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔ فضیلت تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصل طینة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرة الارض بمكة۔ وفي السيرة الحلبية ج۱ ص ۱۵۱ ولما خاطب الله السموت والارض بقوله ائتيا طوعا او كرها قالتا ائتينا طوعين۔ كان المذنب من الارض موضع الكعبة ومن السماء ما اذاها الذي هو محل البيت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایت ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور تعمیر کا ماخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایت کعب اجبا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ لما اراد الله تعالى ان يخلق محمداً صلى الله عليه وسلم امر جبريل ان ياتي بالطينة التي هي قلب الارض وجهاً وهاً ونورها فقُبض قبضة رسول الله صلى الله عليه وسلم من موضع قبرة الشريف وهي بيضاء منيرة لها شعاع عظيم نيزاكر مقام كعبة النبي صلى الله عليه وسلم هو ما توأب کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذ شریف و طین ہی شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وغیرہ کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجودگی کے ذریعہ طینتہ انبی علیہ السلام کا خاص حصہ اچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون و تلك الطینة (التي كانت بمكة) لما توج الماء من مکه الى محل تربته صلى الله عليه وسلم ومدفنه بالمدينة وبهذا يبدفع ما يقال مقتضى كون اصل طینته صلى الله عليه وسلم بمكة ان يكون مدفنه بها لان تربته الشخص تكون فی محل دفنه او۔

فضیلت عائشہ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل سے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسامہ سیدہ (وقیل علتہ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمعیل علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور انوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایت کعبۃ اللہ قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گھر گئیں تو جرہم نے بنا۔ ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست و متولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق و فجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرہم کے قبضہ میں ولایت کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہر ایک اموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد و عورت اساف و نائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر ہر کاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زہم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھڑک کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سید مآرب سبیلِ عمرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سبیلِ عمرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سبیلِ عمرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارث اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ لڑکر مدینہ کی طرف آیا۔ جریمہ اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جریمہ شکست کھا گئے۔

قبیلہ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لُحی اسی قبیلہ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ عمرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لُحی روایتاً بن حارث بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال عليه السلام ما أبت ليلة المعراج عمر بن لُحی نَجْرَةَ قَصَبَةٍ فِي النَّارِ عَلَى رَأْسِهِ ذُرَّةٌ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ جَعَلَ الْبَحِيرَةَ وَالسَّائِبَةَ وَالْوَصِيلَةَ وَالْحَامَّ وَنَصَبَ الْأَدْنَانَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَغَيَّرَ الْحَقِيقَةَ دِينَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - مَضَاهُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ مَضَاهُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ جَرِيمٍ نَصَبَ مَكْرَمَةَ كِي جَدَائِلٍ فِي كَيْ قَصَابٍ كَحَى جَنِّ مِيْنَ سَعِيْءٍ دُو شَعْرٍ كِتَابُوْنَ مِيْنَ ضَرْبِ الْمَثَلِ مِيْنَ سَعِيْءٍ

كَانَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجَوْنَ إِلَى الصِّفَا أَدْنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ تَسَاهُرًا

بَلَى غَزْوُكُمْ نَا أَهْلَهَا فَازَا لِنَا صُرُوفُ اللَّيَالِي وَالْجُلُودُ الْعَوَاثِرُ

اولاد اسماعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آکر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایت بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبتہ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جد اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے اجباب و اقارب جمع کر کے ایام حج میں سخت جنگ خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیت بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ اپنا اسماعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آگئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تاقیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصی نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہور اسلام تک یہ عمدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبد الدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ اعطنا الحجابۃ مع السقیایۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یاہر کوا ان تؤدوا الامانات الی اہلہا۔ تم دعا عثمان بن طلحہ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوها یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیہا بالمعروف خالدة تالدة لا ینزعہا من یدیکم الا ظلم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ہجر نہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرۃ وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔ میں نے بعض ثقہ علماء جن میں حضرت العلامة مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدہ سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنو شیبہ کو بلا لیا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللائت۔ آیت فلا تجعلوا اللہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لائت مشرکین عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ مانووزے لائتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شیء سے کانہم زعوا انہ یصرف عنہم الشؤ۔ دوم۔ من لائت یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قبیل وزن لائت فعه والاصل فعل لویہ حذف الیاء فبقی لویہ وفتحت لمجا ورتبہ الہاء وانقلبت الفاء۔ من لویت الشئی اذا اقلت علیہ۔ چہارم اصلہا لویتہ من لایۃ السراب یلویہ اذا لمع حذف الہاء وقلبت الواو الفاء۔

لائت قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستود وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلائت الصخوۃ صخرۃ

اللات وكان اللات سرجلاً من ثقيف فلما مات اللات قال لهم عمر بن لحي لم يميت ولكن دخل في الصخرة شعر امرهم بعبادتها وان يبنوا عليها نبيا نأسي اللات واشتهر ذلك الرجل باللات بتشديد التاء لانه كان يلبت السويق للعباج على تلك الصخرة ثم حَقَّقُوا التاء - ثم قال لهم عمر بن لحي ان سربكم قد دخل في هذه الصخرة فجعلوا صنما يعبدونه - وكان فيه وفي العزى شيطانان يكلمان الناس فاتخذنها ثقيف طاغوتاً وبنَّت لها بيتاً وجعلت لها سدة وطافت به - وقيل كانت صخرة بيضاء مرعبة بنبت عليها ثقيف بنيه ثم امر النبي عليه السلام بهدمها عند ظهور الاسلام وموضعها اليوم تحت مسجد الطائف . كذا في المعجم لياقوت -

مناة بنت كازمانه مقدم ہے لات پر۔ مناة کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر كانت قريش وجميع العرب يعظمون اللات وكانت في موضع منارة مسجد الطائف اليمري اليوم قال الله تعالى افرايم اللات والعزى -

وبعد ظهور الاسلام بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الغيرة بن شعبه رضي الله عنه فهدمها وحرقها بالنار وقيل ارسل ابا سفيان بن حرب والمغيرة رضي الله عنهما -

مصر - قرآن شریف میں مذکور ہے قال الله تعالى اهبطوا مصرًا - مصر مشہور قدیم ملک ارض فرعون اور گوارہ علوم و فنون و کمالات و عجائبات ہے - مصر بن مصر ائیم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا - مصر اس ملک کا سربراہ اول تھا - عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا - قرآن مجید میں مصر مذکور ہے - او سینا ہالی سربوۃ ذات قرار ومعین سے عبدالرحمن بن زید بن اسم کے نزدیک مصر مراد ہے -

قال بعض العلماء لم يذکر الله تعالى فی کتابہ مدینتہ بعینہا بحد غیر مکہ - ومصر فانه قال الیس لی ملک مصر وهذا تعظیم ومدح وقال اهبطوا مصرًا فانکم ما سألتم تعظیمًا لها فان موضعًا يوجد فيه ما یسألون لایکون الا عظیمًا زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدس و نبیہ تھا - قیل مُثِلَّت الارض علی صورة طائر فالبصرة ومصر للجناحان فاذا اخریتا ضربت الدنيا -

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ام ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری تھی اور ہاجر ام اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں - اور ام اسمعیل بالواسطہ ام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - اسی رشتہ قرابت کی طرف ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذ فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفي مزایا باہلہا خیر انان لهم صہرہ - کئی انبیاء کا تعلق ولادۃ یا موتاً مصر سے ہے مثل یوسف و اسباط موسیٰ و ہارون علیہم السلام - لفظ مصر منصرف و غیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے -

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اول بادشاہ کا نام مصر بن مصر ایم تھا۔ وفات مصر کے بعد اس کا بیٹا بیصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمن بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صابن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مایق بن تدراس۔ پھر حربان بایق۔ پھر ملکی بن حربا۔ پھر مایا بن حربا۔ پھر طویس بن مایا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سائرہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اتم اسمعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنہ طویس نے حکومت کی۔ پھر ابنہ یحییٰ زالفانی۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فرعون (وہم ولد علیق بن لاوڈ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفرعون) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اول ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندہ نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحب یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم بن ریان میں غرق ہوا پھر کام بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعون موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبلی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذافی المجمع یاقوتہ وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشہوات والاعمالک فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصدیق بالمحکلات وضعف المرائی والعزومات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر میں قاہرہ میں ہے۔ راسخین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیہا من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان ھو خلف دار الملکۃ بتراس۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۵ ذکر ابن دأب قال دعانی الخلیفۃ الھادی ذوقت من اللیل لم تجر العادۃ انہ یدعونی فی منته فدخلت الیہ ثم ذکر ماجری بینھما من المفادضۃ والکلام فی امور الی ان اتھم الکلام الی عیوب مصر فضائلھا قال ابن دأب ثم تغفل بنا الکلام الی اخبار مصر عیوبھا وفضائلھا و اخبار نیلھا فقال لی الھادی فضائلھا اکثر قلت یا امیر المؤمنین ھذا دعوی المصریین لھا بغیر برھان اورد وہ و البینۃ علی الدعوی و اهل العراق یأبون ھذا الدعوی و یدکرون ان عیوبھا اکثر من فضائلھا قال مثل ما ذاک؟

قلت یا امیر المؤمنین من عیوبھا انھا لا تمطر و اذا مطرت کرھا و ابتھلوا الی اللہ تعالیٰ بالعداۃ قال اللہ عزوجل وھو الذی یرسل الریاح بشر ایں یدی رحمته فھذا سرحۃ مجلۃ لھذا الخلق وھم لھا کارھون وھی لھم ضارۃ غیر موافقۃ لایرکوعیہا زرعمہم ولا تھصب علیہا ارضہم۔

ومن عیوبھا الریح التي یسئمنھا المریسیۃ وذلك ان اهل مصر یسئون اعالی الصعيد الی بلاد النوبۃ

مراسم فاذا هبت الريح المريسية وهي الجنوبية ثلاثة عشر يوماً اشترى اهل مصر الاكفان والحنوط وابتعوا بالوباء القابل والبلاد الشامل ثم من عيوبها اختلاف هو انهما لا تنهم في يوم واحد يغيرون ملابسهم مراراً كثيرة فيلبسون القميص مرةً والمبطنات اخرى والحشومرة وذلك لاختلاف جواهر الساعات بها ولتباين مهات الهواء فيها في سائر فصول السنة من الليل والنهار هي تمير ولا تمتاز فاذا اجد بها هلكوا -

واما نيلها فكفاك الذي هو عليه من الخلات لجميع الانهار من الصغار الكبار ليس بالفرات ولا الدجلة ولا نهر بلخ ولا سحان ولا جيجان شئ من التماسيح وهي في نيل مصر ضارة بلا منفعة ومفسدة غير مصلحة وفي ذلك يقول الشاعر

أظهرت للنيل هجراناً ومقليةً اذ قيل لي انما التماسيح في النيل
فمن أي النيل رأيت العين من كتب فما أرى النيل الا في النواويل

والنواويل القلال والكيزان قال واما مراد الشاعر فيما وصف ؟ قال لا احد لا يتمتع بالماء الا في الآنية الخوف مباشرة الماء في النيل من التماسيح لانه يخطف الناس وسائر الطيور قال ان هذا النهرقد منع هذا النوع من الحيوان مصالحو الناس منه ولقد كنت متشوقاً الى النظر اليها فلقد زهدتني بوصفك لها انتي -

المز ولقمة - آيت فاذا ذكر الله عند المشعر الحرام الآية في تفسير من ذكره في نسخة بصيغة اسم الفاعل من الازدلاف وهو الاجتماع سميت بذلك لاجتماع الناس فيها . او من الازدلاف بمعنى الاقتراب لانها مقربة من الله وقيل لازدلاف الناس في منى بعد الافاضة وقيل لازدلاف ادم وحواء بها واجتماعهما وقيل لنزول الناس بها في زلف الليل وقيل الزلفة القريبة سميت مزلفة لان الناس يزدلعون فيها الى الحرم وقيل لان ادم عليه السلام لم يزدلف الى حواء ولم يزدلف اليه حتى تعارفا بعرفة واجتمعوا بالمزلفة فسميت بجمعاً ومزلفة وقيل لان الناس يذفون منها زلفة واحدة اي جميعاً واحداً المزدلفة كما قال البعض اذا انضت من عرفات تريدة فانت فيه حتى تبلغ القرن الاحمر دون محسرة -

رمي - آيت ثم افيضوا من حيث افاض الناس في تفسير من ذكره في نسخة . رمي بجره ميم وتووين نون - حرم مكة من معروف جله . جهاً پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں - لفظ رمی مذکر ومنصرف وجوه تسمیه متعدیہں - (۱) سمی بذلك لما يمتني به من الدماء اي يروق قال الله تعالى من رمي يمتني (۲) لان ادم عليه السلام تمتني في الجنة - (۳) قال ابن العربي ما اخذ من امتني القوم وتمني الله الشئ قد راد به سمى متني كانه اراد ان الله قد رفيه عدوة مناسك وقهرها - (۴) قال ابن شميل سمى متني لان الكباش متني به اي ذبح - (۵) قال ابن عيينة اخذ من المنايا وهو جمع منية بمعنى الموت سمى بذلك لكثرة الاموات فيه بنجر الالهناهي والهدى -

ایام رمی جمار میں منیٰ میں رات گھزانا اور وہیں ٹھہرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔
 المدینہ منورہ - شرح بملکہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام
 مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد باغات و کھجوروں کی زراعت
 والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے منیٰ مروی
 ہے۔ **وفی الحدیث من ستمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ فی طابۃ ہی طابۃ ہی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔**
قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے **المدینۃ تنفی الناس (ای شرارہم) کما ینفی الکیور خبث الحدید** **وفی الحدیث لا**
تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارہا۔ یہ وصال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے **ان الدجال یرجف**
باہلہا فلا یبقی منافقٌ ولا کافرٌ الا یرجف الیہ **وفی سزا یتزل الدجال السبۃ فتجف المدینۃ ثلاث**
سرجفات یخرج اللہ منها کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں
 ہو سکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابو بکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ
 کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔
فعز عائشۃ رضی اللہ عنہا کتبت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قد مہا وہی اذ بان مرض اللہ من
الحی فاصاب اصحابہ منها بلاءٌ وسقمٌ وصرف اللہ ذلک عن نبیہ و فیہ فقال علیہ السلام اللہم
حیبت الینا المدینۃ کما حیبت الینا مکۃ اواشد وبارک لنا فی مدینہا و صاعیہا و انقل و باءہا الی
مہیبۃ و مہیبۃ ہی اللجحفۃ و فی سزا یتزل الدجال السبۃ فتجف المدینۃ ثلاث سرجفات
یخرج اللہ منها کل منافق وکافر۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرت اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں
 لا یعرف فی البلاد اکثر اسماء منہا و من مکۃ: ۱۵۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی
 التولۃ اربعین اسماء و قیل احد عشر و قیل نحو مائۃ اسم منہا داسر الاحیاس۔ داسر الابراس۔ داسر
 الایمان۔ داسر السنۃ۔ داسر السلامۃ۔ داسر الفتح۔ الجا برة۔ العدا۔ المرجمۃ۔ بعض کتب میں ہے
 کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں:۔ طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ حجۃ۔ مجتبہ۔ محبوبہ۔ یثرب۔ ناجیہ ہوقیہ
 اکاتۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محنوفہ۔ حجۃ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔
 محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانہ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولاد عملاق بن افشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اول اول یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد مونی علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر ادھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علماء ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتب آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاء مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لا کر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں شیخ بادشاہ نے بنو عمر بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے۔ آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے

میں جا ہی ڈھونڈتا تری محض میں رہ گیا

مکہ المکرمہ - تفسیر سہلہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے۔ وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمیت مکة لانها تملك الجبارین ای تذب غنی تم۔ قصہ اصحاب فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بها من قولہم امتلك الفصیل صرع ائمه اذا مصة مصة شديداً۔ (۳) سمیت بكة لازدحام الناس بها و مکة ہی بكة والميم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامي سمیت مكة لان العرب في الجاهلية كانت تقول لا يتم حجنا حتى ناتي مكان الكعبة فنمك فيہ ای نصف صغیر الماء حول الكعبة وكانوا يصفرون ويصفقون بايديهم اذا طافوا بها و الماء بتشديد الكاف طائر يادى الرياض يصيح ويخفيف الكاف الصغير كانهم كانوا يحكون صوت الماء۔ (۵) اولاتها بين جبلين مرتفعين عليها وهي في هبطة بمنزلة المكوك والمكوك اناء۔ (۶) اولاتها لا ينجر بها احد الا بكت عنقه فكان يصبح وقد التوت عنقه كذا قيل۔ (۷) او من ملك الشدى اقصه لقله ما نهما لانهم كانوا يمتكون الماء ای يستخرجونہ۔ (۸) اولاتها تملك الذنوب ای تذهب بها كما يملك الفصيل صرع ائمه فلا يبقى فيه شيئاً۔ (۹) اولاتها تملك من ظلم اقصه۔ وقيل سمیت بكة لان الاقدار تترك بعضها بعضاً۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بكة۔ ناسہ۔ ام رجم۔ ام القرى۔ معاد۔ حاطہ۔ البيت العتيق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امين۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسہ۔ باسہ۔ کوٹی۔ المذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارۃ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اتی لاعلم انک أحب البلاد الی و انک أحب امر اللہ واللہ ولولا ان المشرکین اخرجونی منک ما خرجت وقال صلی اللہ علیہ وسلم لولا الهجرة لسكنت مكة فانی لم امر الساء مکان اقرب الی الارض منها بمكة ولم یطئن قلبی ببلد قط ما اطأنت بمكة ولم امر القصر مکان احسن منه بمكة۔ ایک اور حدیث ہے من صبر علی صر مکة ساعة تباعدت عن جہنم مسیرة مائة عام ونقرت بث من الجنة مائتی عام۔ اہل کربلا بیت میں معزز تھے۔ بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوک حمیر و کنذ و غسان و تخم وغیرہ۔

فائدہ۔ اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں۔ مکہ مکرمہ کی وجہ افضلیت متعدد ہیں۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں۔ اس میں رکن یمانی و حجر اسود و مقام ابراہیم ہیں جو کربلا کے پتھر ہیں۔ اس میں جبل ابوقیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ و مزدلفہ و عرفات ہیں۔ حج و عمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں۔ یہ ام القرئی ہے۔ اصحاب قبیل کی یہاں پر تباہی ہوئی۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والا اعتبار للخوائیم۔ آپ کی وفات یہاں پر ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں جبل اُحد یہاں پر ہے دھو جبل یحییٰ و یحییٰ للحدیث۔ اکثر ازواج مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین و سات نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنة حسن کی قبر اور سید شہداء اہل الجنة حمزہ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے۔ کل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے۔ خلفاء راشدین ابو بکر و عمر و عثمان فاتحین دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام و افواج بھیجتے تھے۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے۔ من صبر علی لاوائها و مات بها کنت له شفیعاً یوم القیامة۔ ریاض الجنة مدینہ منورہ ہی میں ہے۔

المشعر الحرام۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں۔ المحشر۔ بکسر سین مشدودہ۔ ام فاعل ہے تحمیر سے۔ وهو مشتق من المحشر وهو کسٹاک الشئ و کشفک ایاه۔ یقال حسر عن ذراعیہ و حسر البیضاء عن رأیہ او من الحسر بمعنی الإعیاء یقال حسرت الدابة اذا عینت او من حیر فلان حسراً اذا اشتدت ندامتہ۔

یہ مزدلفہ منی کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے واوی محترم بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منی میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل واوی ہے۔ مجمع میں یا قوت لکھتے ہیں وقیل ہو موضع بین مکہ و عرفہ وقیل بین منی و عرفہ تا آہ۔

المسجد الحرام۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک لمن ینکن اہلہ حاضرین للمسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجد حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم و بابرکت مسجد ہے بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام و عہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا۔ مسجد کے ارد گرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ و عمارت کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان الکعبۃ بیت اللہ ولا بد للبیۃ من فنا و وانکم دخلتم علیہا ولم تدخل ہی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے ارد گرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ ارد گرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعده ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور حسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزبیر کشتی ص ۵۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ عند زادت فی المسجد زیادۃ کثیرۃ واشتری دوسرا من جملتہا بعض دار الازرق اشتری ذلک ببضعۃ عشار الف دینار وجعل فیہا عملاً من الرخام ثم عمرہ عبد الملک بن مروان ولم یزد فیہ لکن سرفجد امرہ وجلب الیہ السواری من البحرالی جدۃ و سقفہ بالساج و عمرہ عمارۃ حسنۃ۔ اہ مسالک الابصار ج ۱ ص ۱۰۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص نقطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماورقی فی کتاب الجزیۃ ان کل موضع ذکر اللہ فیہ المسجد الحرام فالمراد بہ الحرم الآتی فی قولہ تعالیٰ نول وجہک شطر المسجد الحرام فان المراد

بہ الکعبۃ۔

بنا بریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاةً فی مسجدی افضل من الف صلاةً فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلاةً فی المسجد الحرام افضل من مائتة الف صلاةً فیما سواہ سواہ ابن ماجہ صحیحاً طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاةً فی مسجدی هذا افضل من الف صلاةً فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاةً فی المسجد الحرام افضل من الصلاة فی مسجدی هذا بمائتة صلاةً سواہ احمد والبخاری۔

لہذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷ سال ۱۰ ماہ ۹ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالة الحسن البصری الی الرجل الزاهد الذی أمره بالخروج من مکة قال صلی اللہ علیہ وسلم من صلی فی المسجد الحرام رکعتین فکأنما صلی فی مسجدی الف الف صلاةً والصلوة فی مسجدی افضل من الف صلاةً فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصری میں مذکور حدیث کے پیش نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک شتر انبیاء کی قبریں ہیں۔ جلیلہم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجر کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرام کی زیارت کرنے والے اور طواف بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ۱۵۱ وجاوان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعة وتسعين نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبول ثلث مائتة نبی وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبول سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذ اكد به قومہ خرج من بین اظہرہم والی مکة یعبد اللہ عزوجل بہا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود رضی عنہ من ریاض الجنة وان قبرہود وصالح وشعیب واسمعیل علیہم السلام فی تلك البقعة اقول ویوافق ذلك قول بعضهم ان اسمعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبرا اسمعیل فی الحجر و ذکر المصحب الطبری ان البلاطۃ الخضراء التي بالحجر
قبرا اسمعیل علیہ السلام انتہی۔

المروۃ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مروہ بفتح ميم و سکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ
شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم
ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عزام ومن جبال مکة
المروۃ جبل مائل الی الحمرة وقال ابو الریبع المحدث المکی ان منزله فی رأس المروۃ وانھا اکمة لطيفة فی وسط مکة
تحیط بها وعلیها دُور اهل مکة و منار الہم وہی فی جانب مکة الذی یلی قعیقان ۱۰۵۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی
آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کر کے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ جبل صفا شعار اللہ میں
سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ازل الصفا والمروۃ من شعائر اللہ
صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج و عمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرنا
لازم ہے۔

ایام حج و رمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی
ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۱ المروۃ الحجارة البیض تقفح بها النار ولا یكون اسق ولا احمر
ولا تقفح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بر سپیدی تھے۔
واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تہذیب مکة ج ۱ ص ۱۲۱ نَصَبَ عمرو بن لُحی علی الصفا صنماً یقال لہ فہیک بجواد الریح
ونصب علی المروۃ صنماً یقال لہ مطعم الطیر اہ۔ جاہلیت میں بھی تی بین الصفا و المروہ مناسک حج میں شمار
ہوتی تھی۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مناة بنت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ
مناة کے نام سے حج و عمرہ کا تبلیغ پڑھتے تھے اور اس کی تحکیم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ
سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا و مروہ پر نصب
دو بت یعنی نیکی مجاود الریح و مطعم الطیر اور مناة کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی
سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناة کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنم مناة کے مجتہدین و عشاق انصار کے اوس و خزرج و قبیلہ ازد و نسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی
ان عمرو بن لُحی نَصَبَ مناة علی ساحل البحر ہابلی قدیداً کان موضع مناة فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بين ينبع ورايع) وهي التي كانت للآزد وغسان يجنونها ويعلمونها فاذا اهلوا بالبيت واقاضوا من عرفات و فرغوا من منى لم يحلوا الا عند مناة وكانوا يهلون لها ومن اهل لها لم يطف بين الصفا والمروة لمكان الصنمين اللذين عليهما هيك مجادد الريح ومطعم الطير فكان هذا الحى من الانصار يهلون بمناة وكانوا اذا اهلوا بجحرة او عمرة لم يظل احد منهم سقف بيت حتى يفرغ من حجته او عمرته وكان الرجل اذا احرم لم يمد يده لمحل بيته و ان كانت له فيه حاجة تسوء بيته لان لا يحق سرتاج البيت رأسه فلما جاء الله بالاسلام انزل الله تعالى في ذلك وليس البربان تأتوا البيوت من ظهورها - الآية - وكانت مناة للآوس وللخزرج وغسان من الآزد و من دان بدنهم من اهل يثرب واهل الشام اه -

الميل والبريد - آيت وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاذا فويسرة من مثله كى تفسير من ميل برید مذکور ہیں - ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے - بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے - اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متاخرین کے نزدیک - اور قدام کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے - دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے - کیونکہ قدام کا گز لمبا ہے اور متاخرین کا گز چھوٹا ہے - متاخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لالہ الا ان شمس رسول اللہ - اور قدام کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدام کے گز کے حساب سے تین ہزار گز - متاخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں -

زیادہ معروف و مشہور متاخرین کا گز ہے - متاخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے - جب چھے جو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کر دیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے - فقہار و علماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھے بالوں کے برابر ہوتا ہے - پس ایک گز ۲۴ جو کا ہوتا ہے - قال الزیلعی ان الميل اربعة آلاف ذراع - یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں - نفی شرح العینی عن الینابیع الميل اربعة آلاف خطوة -

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ

ان البرید من الفر اسخ اربع	ولفرسخ فثلاث اميال ضمعا
والميل الف ای من الباعا قُل	والباع اربع اذراع تُستنبخ
ثم الذراع من الاصابع اربع	من بعدها العشر ثم الاصبع
ست شعيرات فظهر شعيرة	منها الى بطن الارض توضع
ثم الشعيرة ست شعيرات فقل	من شعر بغل ليس فيها مدفع

کذا فی هامش رد المحتار شرح اللہ المختار -

فائدہ۔ شرعی گز، جو ۲۴ انکل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہذا راج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل راج وقت اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ راج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱.۶۰ انچ کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دوہزار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲.۴ گز طویل مراجعہ للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبتہ سبع عرض الشعیرۃ۔ ہذا واللہ اعلم۔

نَائِلَةٌ وِاسَافٍ۔ آیت اِزَّالِصَّفَا وَالْمُرْدَةِ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف و نایلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلہ جرم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بد اعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد سنی جرم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لُحی تھا عمرو بن لُحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کمافی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲۔

اساف و نایلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نایلہ دراصل جرم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی مسوخ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کھٹمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مردود ہمارے پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرات نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے بنو خزاعہ کی تولیت کے زلنے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لُحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا دوسرا حصہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکة فلم یزل امرها یدرس ویتقادم حتی صار صریحاً یقین وقال بعض اهل العلم ان عمر بن لُحی دعا الناس الی عبادتها وقال للناس انما نضیبا ههنا ان اباکم ومن قبلکم کانوا یعبدونها وانا الفاء ابلیس علیہم ثم حواها قصی بن کلاب بعد ذلك فوضعهما ینح عندهما تجاه الکعبة عند موضع زفرم انتهى۔ اساف بن یغاس بدکار مر وکانام تھا اور نالیہ بنت ذؤب اس بد فعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں متوفین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ۱ ص ۶۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بقی و نائلہ بنت دیک قال ابن اسحاق واتخذوا اسافاً و نائلہ علی موضع زفرم یخرون عندھا وکان اساف و نائلہ سر جلا و امرأة من جرهم هو اساف بن بقی و نائلہ بنت دیک فوقع اساف علی نائلہ فی الکعبة فسخما الله حجور انتهى۔ و فی اخبار مکة قال عبد الرحمن بن ابی الزناد هو اساف بن سهیل و نائلہ بنت عمرو بن ذؤب انتهى۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقع نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحاق باسنادہ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھا کانت تقول ما زلنا نسمع ان اسافاً و نائلہ کانا سر جلا و امرأة من جرهم احد ثانی الکعبة فسخما الله تعالیٰ حجور انتهى۔ قال السهیلی فی الرض الاثف ج ۱ ص ۱۱۱ ذکرہ زین فی فضائل مکة عن بعض السلف قال ما مهلها اللہ الی ان یفجر فیہا و لکنہ قبلہا فسخا حجور فأخرج الی الصفا و المرءة فنضیبا علیہا لیکونا عبرة و مو عظة فلما کان عمر بن لُحی نقلہا الی الکعبة و نصبہا علی زفرم فظاف الناس بالکعبة و بہما حتی عبد من دون اللہ اہ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مردہ پر۔ اور اس جلسے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا و المرءة من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یتطوف بہما قال البیضاوی کان اساف علی الصفا و نائلہ علی المرءة و کان اهل الجاہلیة اذا سعوا مسجودا فلما جاء الاسلام و کسر الاصنام تحرج المسلمون ان یتطوفوا بہما لذلك فنزلت هذه الآية اہ۔

و ذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف و نائلہ سر جلا و امرأة الرجل اساف بن عمرو و المرءة نائلہ بنت سهیل من جرهم فزینا فی جوف الکعبة فسخا حجور فأتخذوا بہا یعبدونہا و کانوا ینحون عندہما و یحلقون رؤسہم عندہما فلما کسرت الاصنام کسرا ای فی فم مکة فخرجت من احدہما امرأة سواد شطاء تحمش و جہا عریاناً ناشرة الشعر تدعوا لوبل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك فقال تلك نائلہ قد ایت ان تعبد ببلادکما بدلا و یقال من ابلیس ثلاث مرات مرتة حین لین فقعیرت صورتہ عن صورة الملائکة و مرتة حین رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً بکفة یصلی و مرتة حین افتتم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فاجتمعت الیہ ذرینہ فقال ابلیس ائیئسوا ان تروہ وامتہ محمد علی الشریک بعد یومہم
هذا ابداً ولكن افسوا فيهم النوح والشعرا انتہی۔

ازرتی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اولاً اساف کا استلام
کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالت طواف میں بیت اللہ
شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام
یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے
وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تا آنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال
فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلها یطرحها بین اساف و نائلہ فلا یمسحها احد ولا ینتفع بها
حتى تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتہی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر
لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف و نائلہ أخرجا من الکعبۃ فصب احدہما علی الصفا والاخری علی المرۃ ليعتبر
بہما الناس فلم یزل امرہا یدرس و یتقادم حتى صارا یسحان یتمسح بہما من وقف علی الصفا والمرۃ
فلما کان عمر بن لحي امر الناس بعبادتهما والتمسح بہما حتى کان قصی بن کلاب یخولہما من الصفا
المرۃ فجعل احدہما یلصق الکعبۃ وجعل الاخری فی موضع زمرم و یقال جعلہما جمیعاً فی موضع زمرم
وکان یخرج عندہما وکان اهل الجاہلیۃ یمرون باساف و نائلہ و یتسحون بہما وکان الطائف اذا طاف
بالبیت یبدل باساف فیستلمہ فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلہ فاستلمہا فکانکذک حتى کان یوم
الفتح فکسرہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انها قالت کان اساف و نائلہ سرجلاً وامرأۃ فمسیخا حجورین فاخرجا من جوف
الکعبۃ و علیہما ثیابہما فجعل احدہما یلصق الکعبۃ والاخر عند زمرم وکان یطرح بینہما ما یمد للکعبۃ
و یقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم واما نصابہا فلک ليعتبر بہما الناس فلم یزل امرہا یدرس حتى
مجیلاً وثنین یبذلان وکانت ثیابہما کما بلیت اخلفوا لہما ثیاباً ثم اخذ الذی یلصق الکعبۃ فجعل
مع الذی عند زمرم وکانوا یذبحون عندہما ولم تکن تدنو عندہما امرأۃ طامثہ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ای یوم الفتح و
حول الکعبۃ ثلاثاً وستمون صنماً منها ما قد شد برصاص فطاف علی مراحلہ و هو یقول جاء
الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوفاً ویشیر الیہا ای بقضیبہ فمناصم اشار الی وجہہ

عیسائیت ہی صحیح دین توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۃ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یا قوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلم نہیں ہے وہ یہ ہے سڑی عن النبی علیہ السلام ان قال القہری المحفوظہ اربع مکتۃ والمدینۃ والیاء ونجران وما من لیلة الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یتلمون علی اصحاب الاحدود ولا یرجعون الیہا بعد هذا ابداً۔ بقول یا قوت نجران صلحاء کثیرہ کوفت ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و بیہود خیر کو جلا وطن کر کے جزیرہ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہ تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرجعن الیہود والنصارى عن جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیہا الا مسلماً و عن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اخر ما تکلم بہ انہ قال اخر جوی الیہود من الحجاز و اخر جوی اہل نجران من جزیرۃ العرب۔

و فد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے انہما حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے و پڑھنے دو۔ مقصد تالیف قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء۔ وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انکلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدر سے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنشدکم بحیر من ذلک للذین اتقوا عند ہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و ازواج مطہرۃ و رضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد۔ نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا بتم ینعکم من الاسلام ثلاث عبادتکم الصلیب و الکلام لحم الخنزیر و زعمکم ان اللہ ولد۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مصلحت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے محروم کیا اور آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ پھر صلح کر کے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اَمَّا الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَدَلَّى الْعَذَابَ عَلَىٰ اَهْلِ نَجْرَانَ وَلَوْ كَانَتْ لِي سِخْرًا قَرْدًا وَخَازِيرًا وَلَا حَضْرًا وَلَا حَضْرًا وَلَا سَأَلَ لَلَّهِ تَعَالَىٰ نَجْرَانَ وَاهْلَهُ حَتَّىٰ الطَّيْرُ عَلَى الشَّجَرِ وَلَا حَالُ الْحَوْلِ عَلَى النَّصَارَى حَتَّى يَهْلِكُوا۔ كَذَا فِي السِّيَرَةِ الْحَلَبِيَّةِ ج ۳ ص ۲۳۰ سُوَّةُ آلِ عِمْرَانَ كِي بَسْتِ سِي ابْتِدَائِي آيَاتِ اَهْلِ نَجْرَانَ كَيْ بَالِي فِي نَازِلِ بُوَيْسٍ۔

النیل۔ آیت تھری من تحتھا الانہار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام ردوی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ مکما صرح بشیخ حمزة۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگر مچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قروی عجائب الخلفیات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نہر اطول من النیل لان مسیرہ شہر فی بلاد الاسلام و شہرین فی بلاد النوبتہ و اربعۃ اشہر فی الخراب الی ان مخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء و لیس فی الدنیا نہر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ ۱۰۸۔ فرید و جدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں النیل نہر من أطول أنہار المعلوم و اعذبھا وقد کان یؤلہہ المصیریون الاقدمون و یعبئونہ طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔ انتہی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول بھی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جاگرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلائیں پانچ سو کیلومیٹر یا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفرہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کی سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قطب میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہو کر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آتی شروع ہو جاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعة أمتر فوق نهاية الطاریق

وقد يرتفع النيل أحياناً فيسبب غرق الأمراض انتهى - ياقوت محمد البلدان ج ۵ ص ۳۳۳ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النيل جعله الله لها سقياً يزرع عليه ويستغنى به عن مياه المطر في أيام القَيْظ إذا انضبت المياه من سائر الأنهار فيمده النيل في أشد ما يكون من الحر حين تنقص انهار الدنيا -

وقد روى عن عمرو بن العاص رضي الله عنهما أنه قال إن نيل مصر سيد الأنهار سخر الله له كل نهر بين المشرق والمغرب أن يمده له وذلك له - فإذا أسراد الله تعالى أن يجري نيل مصر أمر الله تعالى كل نهر أن يمده بما شاء وفجر الله له الأرض عيوناً فإذا بلغ النيل نهايته أمر الله كل ماء أن يرجع إلى عنصرة ولذلك جميع مياه الأرض تغل أيام زيادته - دریا کے نیل میں طغیانی ہمیشہ قطعی ماہ بؤونہ کی گیارہ تا بیس کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے بانگات و زمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی و قحط کا سال ہوتا ہے۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا -

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی -

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تا بیس کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال میکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریا کے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے - عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان هذا لا يكون في الاسلام وان الاسلام بهدم ما كان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریا کے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقل مکانی کے ارادے کر لیے -

جب عمرو بن العاص نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی - فكتب اليه عمر قد اصبحت ان الاسلام بهدم ما قبله وقد بعثت اليك ببطاقة فالتفتها في داخل للنيل اذا انالك كتابي هذا واذ في كتابه -

بسم الله الرحمن الرحيم - من عبد الله عمر بن الخطاب امير المؤمنين الى نيل مصر. انا بعد فان كنت تجرى من قبلك فلا تجردان كان الواحد القهار يجريك فانسأل الله الواحد القهار ان يجريك چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عیدِ صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا - روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی لوگڑ بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا -

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کرتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے موافق انہیں آبار و اجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل و فرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے کہ اللہ علیہ السلام فرمایا: اربعۃ انہار یتخرج من اصلہا ارض من اصل سدۃ المنتہی انہار ظاہران و نهران باطنان فقلت یا جبرائیل ما ہذا الا انہار قال اما النہران الباطنان فہران فی الجنة واما الظاہران فالنیل و الفرات۔ و فی سرائر یتخرج من اصلہا اربعۃ انہار من الجنة وھی النیل و الفرات و سبحان جیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل و فرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل و کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت و برکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے و قد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنة فی الفرات قال بعضهم و مصداق ان الفرات مد فی بعض السنین فوجد فیہ رمان کل واحدة مثل البعیر فیقال انہ رمان الجنة و هذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواہیۃ و فی حدیث موقوف علی ابن عباسؓ اذا حان خروج یجوج و ما جوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ہذا الا انہار القرآن و العلم و الحج و المقام و تابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہا من السماء و سردی الطبرانی ان سدۃ المنتہی یتخرج من اصلہا اربعۃ انہار من ماء غیر اسن و من لبن لم یتغیر طعمہ و من خمر لذۃ للشاربین و من غسل مصفی۔ و عن کعب الاحبار ان نھر العسل نھر النیل و یدل لذلك قول بعضهم لولا دخول نھر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج و یختلط بملوحہ لما قد احد علی شربہ لشدة حلاوتہ و نھر اللب نھر جیحان و نھر الحمر نھر الفرات و نھر الماء نھر سبحان۔ انتہی۔

واسط۔ آیت التوالی الذین خرجوا من ديارهم الايتى کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ و کوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ و کوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والی عراق نے ۸۳۳ء میں شروع کی اور ۸۳۶ء میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آ گیا تو ایک معتاد آدمی کو نیا شہر بنانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فینما انا بومآ علی شاطیء دجلة ومعی صاحبی لی اذا انا رجل علی فرس فصاح باسمى واسم ابی فقلت ما تشاء فقال الولیل لاهل مدینة ثنی ههنا لیقتلن فیها ظلم سبعون الفاً کما ذلک ثلاث مرات ثم أقحم فرسه فی دجلة حتی غاب فی الماء فلما کان من قابل ساقم القضاء الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاح بی کما صیح فی المرة الاولى وقال کما قال وزاد سیقتل من حولها ما یستقل الحصی لعدہم ثم أقحم فرسه فی الماء حتی غاب قال وكان یرون انما واسط وما قتل فیها کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل أحصى فی محبس الحجاج ثلاثة وثلاثون الف انسان لم یحبسوا فی دم ولا تبعه ولا دین وأحصى من قتلک صبراً فبلغوا مائة وعشیرین الفاً۔

و ذکر الحجاج الثقفی عند عبد الوهاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما نذکرون المساوی او ما تعلمون انہ اول من ضرب دسراً علیہ لا اله الا الله محمد رسول الله واول من نبی مدینة بعد الصحابة فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وان امرأة من المسلمین سببت بالهند فنادت یا حجاجه فاتصل به ذلک فجعل یقول لیبیک لیبیک وانفق سبعة آلاف الف درهم و امرسل محمد بن قاسم علی الافراج حتی افتتح الهند والسند۔ وافتتح تلك الراضی ومنها ملتان و استنقذ المرأة واحسن الیها کذا ذکر یاقوت۔

یٰمَن۔ آیت وَتَزِدُّوْا فَاَن خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رخ و منہ کرنے والے شخص کی جانب یمن میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فن یمن منہم سمیت الیمن و یقال ان الناس کثروا بمکة فلم تجلهم و التأممت بنو یمن الی الیمن و هی ائمن الارض فسمیت بذلك کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۳ صنفار۔ حضرموت۔ عمان۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یمنی۔ دوم یمنانی تخنیف یا برزنج ثمانی یقال رجل یمنی و امرأة یمنیة مثل ثمان و ثمانیة اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نجات کے نزدیک یمنانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یا مرثدہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لاقتران جمع العوض و للعوض عن۔ لیکن سیبویہ بطور قلت و ندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمنانی بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں ائمن الرجل و یئمن و یامن اذ ائنی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں امر بعت اشیاء قد ملأت الدنیا و لا یکنون الا بالیمن الواس و الکندر و الحظرد العصب۔

ابراہیم بن محرز نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا و بعد فاما نکتہ الاذ ابغ جلد اذ اناس یجر بورد اذ سانس قر و اذ اس اکتب عہد دلی علیکم ہد ہد و غیرتکم جرد و ملککم اقر و ولد فمکت و کا نمانا لمتہ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متغذ و برکات و کمالات کی وجہ سے ائمن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اول شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی المسیرة للبلد ج ۱ ص ۱۰۱ اول من تکلم بالعربیة یعرب بن قحطان و یعرب هذا قبل له ائمن لان ہود انبی اللہ علیہ السلام قال له انت ائمن و لدی و سمی الیمن یمناً بزلہ فیہ انتی۔

فائدہ۔ یمن پرچن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصر ان کے نام۔ بعض احوال اور ندرت حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوک یمن میں پہلا بادشاہ سبأ بن یثجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبأ کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوک یمن کے اسماء و ندرت حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب و یثجب قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

درت حکومت سالوں میں	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	عدد
۳۸۳	سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان	۱
۵۰ تقریباً	ثم حمير بن سبأ۔ کان شجاعاً وهو اول من وضع على رأسه تاج الذهب من ملوك اليمن۔	۲
۳۰۰ تقریباً	ثم كهلان بن سبأ بن يشجب۔	۳
۳۰۰	ثم ابومالك عمر بن سبأ۔ وكان عادلاً محسناً۔	۴
۱۲۰	ثم جباس بن غالب بن زيد بن كهلان۔	۵
۱۲۰	ثم الحارث بن مالك بن افریقس بن صیفی بن يشجب بن سبأ	۶
۱۲۵	ثم الرائس بن شداد بن ملظاظ۔	۷
۱۸۰	ثم ابرهة بن الرائس وهو ذو المناسر۔	۸
۱۶۳	ثم افریقس بن ابرهة۔	۹
۲۵	ثم العبد بن ابرهة۔ وهو ذو الاذعاسر۔	۱۰
۱۰ یا ۷	ثم الهد هاد بن شرحبیل بن عمر بن الرائس۔	۱۱
۲۰۰	ثم تبع الاول ذكرنا ان بلقيس قتلته	۱۲
	ثم بلقيس بنت الهد هاد قيل كانت امه جثية واقها غابت بعد ما ولدت بلقيساً ولها خبر ظريف وامرهم مع سليمان عليه السلام وامر الهد هاد ذكره الله في القرآن۔	۱۳
۱۲۰	ثم ملك اليمن سليمان عليه السلام ثلاثاً وعشرين سنة۔ ثم عاد الملك بعد سليمان الى حمير۔	۱۴
۲۳	ثم ناشر النعم بن عمر بن يعفر۔	۱۵
۳۵	ثم شهر بن افریقس بن ابرهة۔	۱۶
۵۳	ثم تبع الاقرن بن شهر۔	۱۷
۱۶۳	ثم كلكرب بن تبع۔	۱۸
۱۲۰	ثم حسان بن تبع فاستقام له الامر ثم قتل۔	۱۹
۲۵	ثم عمر بن تبع وهو القاتل لاخته حسان المتقدم ذكره۔ ويقال انه عد مر النوم	۲۰

٦٣	لما كان قتل اخاه -	
٢١	ثم تبع بن حسان بن كليكرب وهو الملك السائر من اليمن الى الحجاز و كانت له مع الاوس والخزرج حرب و اراد هدم الكعبة فنعه من كان معه من اجار يهود فكساها القصب واليمني وغلبت في زمنه على اليمن اليهودية و خرج الناس عن عبادة الاصنام -	١٠٠
٢٢	ثم عمر بن تبع ملك اليمن بعد تنازع -	٣٠
٢٣	ثم وليعة بن مرشد	٣٩
٢٤	ثم ابرهة بن الصباح بن وليعة بن مرشد -	٩٣
٢٥	ثم عمر بن ذى قيفان	١٤
٢٦	ثم ذو شنائر ولم يكن من اهل بيت الملك فعزى بالاحداث من ابناء الملوك و اظهر الفسق باليمن واللواد و مع ذلك كان عادلاً في رعيته فقتله ذو نواس يوسف و كان من ابناء الملوك خوفاً من ان يفسق به -	٢٩
٢٤	ثم يوسف ذو نواس بن زرعبة بن تبع الاصغر بن حسان بن كليكرب وهو صاحب قصة اصحاب الاخدود و تحريقه اياهم بالنار و كان ملكه ٢٦٠ سنة -	٢٦٠

لصاحب الاخدود ذكر في القرآن قال الله تعالى قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقوع الى قوله و ما نقبوا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد - قالوا انهم كانوا في الفترة بين عيسى و نبينا محمد عليهما الصلوة والسلام في مدينة نجران باليمن - كما قال المسعودي في مروج الذهب ج ١ ص ١٤٠ و قد ذكرنا حال نجران في فصل اخر من هذا الكتاب - وكانوا في زمن ذى نواس و كان على دين اليهودية فبلغ ذنوبهم ان قوماً بنجران على دين المسيح عليه السلام فاسار اليهم و احتقر اخاديد في الارض و ملاحا ناسراً ثم عرضهم على اليهودية فمن تبعه تركه و من ابى قذفه بالنار -

فاق بامرة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فاد نيت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال يا امه امض على دينك فلا نار بعد هذه النار فالقاه في النار و كانوا موحدين لا على رأى النصرانية اصحاب التثليث و في بعض الروايات انه اخذ منها الطفل والقوة في النار فجزعت الامم و ارادت ان تتبع اليهودية فنادت الطفل من النار يا امه ادخلي النار فانها حديقة وليست بنار فدخلت فيها و دخل فيها جميع الموحدين قال الشيخ الرمي في المتنوى -

٢٠	ثم ارياط بن اصحمة -	٢٨
٢٣	ثم ابرهة الاشرم ابويكسوم - وكان ذلك في ملك قباد ملك فارس -	٢٩

نواست تاسجود كند او پيش بت بانگ برزد طفل اتی لم اُمرت
اندر آييد اے مسلماناں ہمہ پيش غذب دین غذاب است آن ہمہ

وقالت الناصر لذي نواس حين تخيرته

گفت آتش من بہا نم آتشم اندر آل تا تو بينی تا بشم

فمضى رجل الى قيصر يستجده فكتب له يصير الى النجاشي ملك الحبشة لان كان اقرب دار ارضت النجاشي
للحبشة وعليهم ارياط بن اصحمة فانهزف ذو نواس بعد حرب طويلة وغرق نفسه خوفا من العاصم كما في
مرج الزهبي ج ٢ ص ٢٢ فملك ارياط اليمن عشرين سنة ثم وثب عليه ابرهة الاشرم ابويكسوم فقتله
وملك اليمن -

كان ابرهة في القرن السادس من الميلاد نائبا على اليمن عن اصحمة ملك الحبش وهو صاحب الفيل
الذي اراد هدم بيت الله وله ذكر في القرآن قال الله الم تركيف فعل ربك باصحاب الفيل لئلا وقصته
انه حصد بيت الله فبنى كنيسة بصنعاء سماها القليس وزينها الى غاية واراد ان يصرف حج العرب اليها
وكان ابرهة من النصارى فجاء شخص من العرب لما سمع مقالة ابرهة واحداث فيها فغضب ابرهة و
اقسم ليسير الى البيت فيهدمها وسار بجيشه ومعها الفيل الابيض اسم محمود وقيل معه ثلاثة عشر
فيلا يهدم كعبته الله فتهيا بعض العرب لمجاهدة فكان اول من قابله دويقير من ملوك اليمن فهدم ابرهة
حتى جاء الى الطائف ثم سار الى مكة وارسل الى قريش وقال لهم لست اقصد حركم بل جئت لاهدم الكعبة
فقال عبد المطلب والله لا نزيد حربا ولا نقد رهدا بيت الله فهو يمنع من ابرهة -

ثم عبد المطلب ذهب الى ابرهة مع رسوله فقيل له ايها الملك هذا سيد قريش وهو يطعم الناس
بالهبل والوحوش في سرقة الجبال فلما سراه ابرهة اجله واكومه ونزل عن سريره وجلس معه وسأل عن حاجته
فقال عبد المطلب حاجتي ان يرد علي الملك ما تبي بعير في اخذها سر جال الملك فرقاها عليه قال له ابرهة قد
اعجبتني حين سرائك ثم زهدت فيك حين كلمتني في البعير وتترك بيننا هوديتك ودين ابائك
قد جئت لهدمها فقال له عبد المطلب اتى اناس رب الابل وان للبيت ربنا يمنعنا قال ابرهة ما كان
يمنع مني فرجع عبد المطلب الى قريش فاخبرهم الخبر وامرهم بالخروج من مكة الوصف الجبال تخوفا عليهم
من منيرة الحبش -

سأرجع انسان العيون جراً منك، وداثرة المعارف جراً منك، ولقطة العجلان منك، ومزج الذهب جراً منك،
واخبار مكة للازرق جراً، وصور من الانف جراً، ص ٩٢.

وروى ان الفيل العظيم لما رأى عبد المطلب بك كأيبرك البعير وخر ساجداً وانطق الله الفيل فقال
السلام على النور الذي في ظمرك يا عبد المطلب هذا والله اعلم بصحة قصة منطلق الفيل وسجدته فلما
شرح ابرهته في الذهاب الى مكة ووصل الفيل الى اول الحور فبرك فصاروا يضربون راسه ويذخون
الكلايب في مرق بطنه فلا يقوم فوجهوا وجهه الى جهة الشام فقام يهرول واصر ابرهته ان يسقى
الفيل الخوليد هب تميزه فسقرة فثبتت على امرة وارسل الله عليهم الطير الالبابيل اى جماعات
من البجر امثال الخاطيف مع كل طير ثلاثة اجمار مثل العوس او المحمص لا يصيب منهم احداً الا
اهلكه فخر جواهر بين وضلوا الطرق فهلك اكثرهم واصاب ابرهته حجر فخرجه وما زال به حتى اهلكه و
ليس كلهم اصابه الحجر ثم ارسل الله سيلاً فالقام في البحر وصاروا يتساقطون بكل منهل وسقطت
اعضاء ابرهته ووصل الى صنعاء كذلك مع نفر خرجوا به معهم تسقط له املة املة كلما سقطت منه املة
اتبعتها من مدة تمت فيجاود ما حتى قد مواب صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فامات حتى انصدع صدق
عن قلبه -

ثم ركب عبد المطلب لما استبطأ مجئ القوم الى مكة ينظر ما الخبر فوجدهم قد هلكوا اى غالبهم
فاختل ماشاء من صفراء وبيضاء ثم اعلم اهل مكة بهلاك القوم فخرجوا فجمعوا المواك كثيرة وفي كلام سبط
ابن الجوزي وسبب غنا عثمان بن عفان ان اباة عفان وعبد المطلب وابامسعود الثقفي كانوا اول من نزل
مخيم الحبشة فاخذوا من اموال ابرهته واصحابه شيئاً كثيراً ودفعوه عن قرينش فكانوا اغنى قرينش واكثرهم
مالاً ولما مات عفان وشره عثمان رضى الله عنه ومن جملة من سلم من عسكر ابرهته ولم يذهب سائس
الفيل وقائد فغن عائشة رضى الله عنها ادركت قائداً الفيل وسائسه بمكة اعميين مقعدين يستعان الناس
وذكر البعض انه اقام بمكة فللال من الجيش وعسفاء وبعض من ضمته العسكر للحبشى فكانوا بمكة يعتمدون
ويرعون لاهل مكة وذكر ابن اسحاق ان اول ماسرى بيت الحصبية والجدائى بارض العرب ذلك العام و
ان اول ماسرى بها من ميراير الشجر للورمل وللخنظل من ذلك العام وقال بعض اهل مكة كما في كتب
التاريخ انه اول ما كانت بمكة حمام اليام حمام مكة للحرمية ذلك الزمان يقال انها من نسل الطير
التي رمت اصحاب الفيل حين خرجت من البحر من جدّة. كذا في اخبار مكة للازرق

ج ١ ص ٩٢ -

ويمكن ان يقال هذا اشتباه لان الذى قيل انه من نسل الالبابيل انما هو شئ يشبه الزمراذ

يكون بباب ابراهيم من الحرم والآخام الحرم من نسل الخمام الذي عَشَّش على فم الغار - كذا في السيرة الحلبية
ج ١ ص ٦١ -

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشياً عرَّت قريش و
هابتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالى معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوهم
الذي لم يكن لسائر العرب بقتاله قدوة . وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ٨٨٢ من تاريخ
ذي القرنين كذا في الرض ج ١ ص ٢٤٠ - وفيه وفي رواية انهم استشعروا العذاب في ليلة ذلك اليوم
لانهم نظروا الى النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه -
ثم اعلم ان ولادته صلى الله عليه وسلم كانت في عام الفيل وقيل في يومه فعن ابن عباس قال ولد رسول
صلى الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم في قول
ابن عباس بمعنى مطلق الوقت وفي تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل في اليوم الذي بعث الله تعالى الطير
الابابيل فيه على اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل خمسين يوماً وقيل بخمسة وخمسين يوماً وقيل
باربعين يوماً وقيل بشهر وقيل بعشر سنين وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل
باربعين سنة وقيل بسبعين سنة -

وللهو على انه ولد في عام الفيل قال ابن كثير وغيره من المحققين . وفي المواهب انه عليه السلام
ولد بعد الفيل (اي بعد ايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته -
وقال القاضي البيضاوي وغيره انها من الامراض اذ جرى انما وقعت في السنة التي ولد فيها رسول الله
صلى الله عليه وسلم وقال ابن القيم في الهدى ان مما جرت به عادة الله تعالى ان يقدم بين يدي الامور
العظيمة مقدمات تكون كالمداخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلى الله عليه وسلم تقداً لها قصة الفيل -
ولولم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان في الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة في الجاهلية
والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تفرح بها فكانوا يؤرخون في كتبهم وديونهم من سنة
الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم اترخت بعام الفجار ثم اترخت بينان
الكعبة . وفي القرآن وارسل عليهم طيراً ابابيل ترميهم حجارة من سجيل فجعلهم كصفا مأكول -
ومعنى ابابيل جماعات متفرقة جمع ابالة وهي الحزمة الكبيرة شبهت الطير في اجتماعها بالحزم وقال
ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها ولم يأت نص صحيح في صفة الطير واشكالها ثقيل في لونها
انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكفت كأكف الكلاب و
قيل كانت رؤسها كرس السباع ومعنى سجيل اي طين متعجرو قيل من طين وقيل السجيل هو

٢٠	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمرا اذاه عشرين سنة.	٣٠
٣	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على ساثر اهل اليمن وكانت امه من ال ذي يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام - فكانت مدة ملكه ثلاث سنين -	٣١
٣	ثم سيف بن ذي يزن او معدى كرب بن سيف بن ذي يزن -	٣٢

سنگ وگن في الفارسية -

ثم لا مجال للشك في ارسال الطيرور ميهيا بالحجارة لشهرة امرها في العرب وتواترها ولما صرح به القرآن والسنة - وبعض اهل اوربا والمتوسرون يتكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال في دائرة المعارف ج ١ ص ١٠٠ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات الجرثيمة ونحو ذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات للخبثية او ميكروبات الجدوى انتهى -

٣٣ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابشي وملكهم على اليمن وكانوا ملوكها ٤٢ سنة (والصواب التواريخ في ذلك اختلاف كبير - وكان ملوكهم اربعة اولهم ارباط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق -

ذكر الطبري ان سيف بن ذي يزن لما فعل ذونواس بالحبشة ما فعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعده واقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدى كرب بن سيف بن ذي يزن فبعث كسرى مع معدى كرب جيشا الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدى كرب اليمن بغير منازع - هذه رواية للمسعودي وغيره واجمهر ج ٢ ص ٢٠٠ والروض الانف ج ١ ص ٢٠٠ -

والتحقيق عدم موت سيف بن ذي يزن عند كسرى بل هو الذي جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما في اخبار مكة للازرقي ج ١ ص ١٠٠ وتاريخ الطبري ج ٢ ص ١١٠ - وفيه ان عبد المطلب لقي سيف بن ذي يزن بعد ما رجع اليه ملكه - وانه اخبر عبد المطلب وبشيرة بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى -

وكان ملك سيف بن ذي يزن او معدى كرب بن سيف على اليمن اربع سنين قتل رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقل اهل كل ناحية بما لذيهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت في حوزة الاسلام -

فأخبره - روى الكلبي عن ابى صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذي يزن بالحبشة و

مَلَكَ الْيَمَنَ وَذَلِكَ بَعْدَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاهُ دَفُوعُ الْعَرَبِ وَأَشْرَافُهَا وَشَعْرُهَا وَهَاتِهِنَّ تَمْدُوحُ
وَتَذَكُّرُ مَا كَانَ مِنْ بِلَادِهِ وَطَلْبِهِ بِشَارِقِهَا فَاتَاهُ وَقَدْ قَرِيشٌ فِيهِمْ عَبْدِ الْمَطْلَبِ بْنِ هَاشِمٍ وَأُمِّيَّةُ بْنُ عَبْدِ شَمْسٍ
وَخُوَيْلِدُ بْنُ أَسَدٍ فِي نَاسٍ مِنْ وَجْهِ قَرِيشٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَاتَوْهُ بِصَنْعَاءَ وَهُوَ فِي قَصْرِ لَهُ يُقَالُ لَهُ عَمْدَانُ
فَإِذَنْ لَهُمْ فَإِذَا الْمَلِكُ مُتَمَخِّرٌ بِالْعَنْبَرِ وَوَمِيضُ الْمَسْكَ مِنْ مَفْرَقَةٍ إِلَى قَدَمَيْهِ وَسَيْفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ
عَنْ يَسَارِهِ لِلْمُلُوكِ وَأَبْنَاءِ الْمُلُوكِ -

فَدَنَا عَبْدُ الْمَطْلَبِ فَاسْتَأْذَنَ فِي الْكَلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ إِنْ كُنْتَ مِمَّنْ يَتَكَلَّمُ بَيْنَ يَدَيْ الْمُلُوكِ
فَقَدْ أَذِنْتُ لَكَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الْمَطْلَبِ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ فَصِيحٍ بَلِيغٍ مَدْحِيهِ الْمَلِكُ وَذَكَرَ لَهُمْ أَهْلَ حَرَمِ اللَّهِ وَ
أَنَّهُمْ وَفِي التَّهْنِئَةِ - قَالَ وَإِيَّاهُمْ أَنْتَ أَيُّهَا الْمَلِكُ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْمَطْلَبِ بْنِ هَاشِمٍ قَالَ ابْنَ اخْتِنَاءٍ قَالَ
نَعْرِفُ فَادْنَاهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ وَعَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ مَرْجِبًا وَاهْلًا وَنَاقَةً وَرَجُلًا وَمُسْتَنَاحًا سَهْلًا وَمَلِكًا سَرِحَلًا
يُعْطَى عَطَاءً جَزَلًا ثُمَّ قَالَ أَهْضُوا إِلَى دَارِ الضِّيَافَةِ فَاقَامُوا ثَمْرًا لَا يَأْذَنُ لَهُمْ فِي الْأَنْصَرَفِ وَكَرَمِهِمْ
أَكْرَامًا -

ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَى عَبْدِ الْمَطْلَبِ فَادْنَاهُ وَأَخْلَاهُ حَلْسَهُ ثُمَّ قَالَ سَيْفُ بْنُ ذِي يَزَنَ وَكَانَ مِنَ الْيَهُودِ عَالِمًا
بِبَعْضِ مَا فِي الصِّحْفِ يَا عَبْدَ الْمَطْلَبِ إِنِّي مَفُوضٌ إِلَيْكَ مِنْ سِرِّ عَلِيِّ أَمْرًا لَوْ غَيْرَكَ يَكُونُ لَمْ أُجِيبْ لَهُ وَكَتَبْتِي
وَجَدْتُكَ مَعْدَنَةً فَاطْلَعْتُكَ طَلْعَهُ وَلَيْكِنْ عِنْدَكَ مَطْوِيًّا حَتَّى يَأْذَنَ اللَّهُ فِيهِ فَإِنَّ اللَّهَ بِالْغَرِيبِ
أَهْرَةٌ إِنِّي أَجِدُ فِي الْكُتُبِ الْمَكْنُونِ وَالْعِلْمِ الْمَخْرُونِ الَّذِي اخْتَرْتَهُ لِنَفْسِنَا وَاحْتِجَانَا دُونَ غَيْرِنَا خَبْرًا
جَسِيمًا وَخَطِرًا عَظِيمًا فِيهِ بِشَرَفٍ لِلْحَيَاةِ وَفَضِيلَةٍ لِلنَّاسِ عَامَةً وَلِرُهْطِكَ كَافَةً وَلَكَ خَاصَّةً - قَالَ أَيُّهَا الْمَلِكُ
مِثْلَكَ سِرٌّ وَبَرٌّ فَاهُوَ فَذَلِكَ اللَّهُ أَهْلُ الْوَبْرِ وَالْمَدْرِ زُمْرًا بَعْدَ زُمْرٍ -

قَالَ فَإِذَا وُلِدَ بِتِهَامَةٍ وَوُلِدَ غُلَامٌ بِهِ عِلَامَةٌ كَانَتْ لَهُ الْإِمَامَةُ وَلَكُمْ بِهِ الزَّعَامَةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَطْلَبِ أَيْدِي اللَّعْنِ لَقَدْ أَتَيْتَ بِخَبْرٍ مَا أَبْ بَمِثْلِهِ وَأَفْدَقُ قَوْمٍ وَلَوْ لَاهِيَّةُ الْمَلِكِ وَإِعْظَامِ
وَإِجْلَالِهِ لَسَأَلْتُ مَنْ سَأَرَةُ أَبِي مَا أَرَادَ بِهِ سِرُّ رَأْفَانَ رَأَى الْمَلِكُ أَنَّ يُخْبِرَنِي بِأَنْصَاحٍ فَقَدْ أَوْضَحَ لِي
بَعْضَ الْإِيضَاحِ -

قَالَ هَذَا حِينَهُ الَّذِي يُولَدُ فِيهِ أَوْ قَدْ وُلِدَ اسْمُهُ هَجْلٌ بَيْنَ كَتْفَيْهِ شَامَةٌ يَمُوتُ أَبُوهُ وَأُمُّهُ وَ
يَكْفُلُهُ جَدُّهُ وَعَمُّهُ وَاللَّهُ بِأَعْتَهُ جَهَارًا وَجَاعِلٌ لَهُ مَتَانِصَارًا (لَعَلَّ فِي قَوْلِهِ مَتَانِصَارًا
إِشَارَةٌ إِلَى أَنْصَارِ الْمَدِينَةِ فَانْتَمَوْا مِنَ الْيَمَنِ) يَعْتَبِرُهُمْ أَوْلِيَاءُ وَيَذَلُّ بِهِمْ أَعْدَاءُ وَيَضْرِبُ بِهِمُ النَّاسَ عَنِ
عَرَضٍ وَيَسْتَبِيحُ بِهِمْ كِرَامًا الْأَرْضِ يَعْبُدُ الرَّحْمَنَ وَيُدْخِرُ الشَّيْطَانَ وَيَكْسِرُ الْأَوْثَانَ وَيَجْعُدُ النَّيْرَانَ قَوْلُهُ فَضَلُّ
وَحَكْمٌ تَدُلُّ يَا مَرْبَا بِالْمَعْرِفِ وَيَفْعَلُهُ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَبْطِلُهُ -

قال فخر عبد المطلب ساجداً فقال له الملك ارفع رأسك ثم صدرك وعلا كعبك فهل أحسست من امره شيئاً؟ قال نعم ايها الملك كان لي ابن وكنت به محبباً وعليه سريقات ورجته كريمة من كرائم قومها أمية بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن عدنان بغلام سميت به محمداً مات ابوه وامه وكفلته انا وعمه بين كنفه شامة وفيه كل ما ذكرت من علامته -

قال له الملك والبيت ذى الحجب والعلامات على النصب انك يا عبد المطلب لمجداه غير الكذب وان الذي قلت لكما قلت فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلاً فاطو ما ذكرت لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فاني لست آمن ان تدخلهم النفاسة من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوائل وينصبون لك للقبائل لهم فاعلون اوابناؤهم -

ولولا ان الموت محتاجي قبل مبعثه لسيرت بخيل ورجلي حتى اصير بيثرب دار مملكتي فاني اجدي في الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امره واهل نصره وموضع قبره ولولا اني آقيه الافات واحذر عليه من العاهات لاوطأت أسنان العرب كعبه ولا عليت على حلته سينته ذكره ولكن صارت ذلك اليك عن غير تقصير في معك -

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشرا مائة وعشرة ارجال ذهب وعشرة ارجال فضة وكرش مملوءة عنبراً واهل عبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال ليتني بخبره وما يكون من امره عند رأس الحول فمات سيف بن ذي يزن من قبل ان يحول الحول - كذا ذكر الازرقى - وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لا يغبطني رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الى نقادو لكن ليغبطني بما يسقولي ولعقبى شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له وما ذلك؟ يقول ستعلمن ولو بعد حين اذ - هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتم -

يوم السبت - سبت كما ذكر قرآن كريم في سورة الاحقاف قال الله تعالى - ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت الآية سبت لغت عربي في هفتة يعني سبتر کا نام ہے - یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و عظیم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاریٰ کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و عظیم ہے - یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا -

سبت کا معنی ہے استراحت و قطع و حلق - يقال سبتت يسبت سبتاً استراح وسبت الشيء سبتاً وقطعه وسبتت الرأس تسببتاً حلقه وسبت اليهودي قام بامر السبت وأسبتت دخل في

السبت قال البيضاوی يقال سبنت اليهود اذا عظمت يوم السبت -

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیان انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنچر) و یوم الاحد (توار) پسند کیے۔ اور امت محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ کو حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراط مستقیم معلوم کرنے کی امت محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہو گئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم السبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اهل العلم ان اليهود امروا بسبوت يوم من الاسبوع يعظمون الله فيه ويتفرغون لعبادته فاخترنا من قبل انفسهم السبت فالزوم في شرعهم وكذلك النصارى امروا على لسان عيسى عليه السلام بيوم من الاسبوع فاخترنا من قبل انفسهم الاحد فالزوم شرعاً لهم كذا قال العلامة السهيلي في الروض -

ثم قال وكان اليهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوا اليوم السابع ثم زادوا الكفرهم ان الله استراخ فيه - تعالى الله عن قولهم - لان بد الخلق عندهم الاحد و آخر الستة الايام التي خلق الله فيها الخلق للجمعة وهو ايضا مذهب النصارى فاخترنا ١١ النصارى الاحد لانه اول الايام في زعمهم وقد شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم للفريقين باضلال اليوم وقال كما في صحيح مسلم ان الله خلق الترتيب يوم السبت فبين ان اول الايام التي خلق الله فيها الخلق السبت و آخر الايام الستة اذا الخلق و كذلك قال ابن اسحق فيما ذكر عنه الطبري ا -

وقال في انسان العيون ج ٢ من و يؤيد ذلك ما جاء ان الله تعالى فرض على اليهود للجمعة فابنوا و قالوا يا موسى اجعل لنا يوم السبت فنجعل عليهم وهدى الله تعالى المسلمين ليوم الجمعة اي وهداية المسلمين له تدل على انهم لم يعلموا عينه واما اجتهد وافية فصادفة انتهى - وقال عليه الصلوة والسلام في حق ذلك اليوم انه اليوم الذي فرض عليهم اي على اليهود و النصارى اي طلب منهم تعظيم القرع

للعبادۃ فيه كما فرض علينا اصلته اليهود والنصارى وهذا كما الله تعالى له اى واختار اليهود من قبل انفسهم
بد له السبت لانهم يزعمون انه اليوم السابع الذى استراح فيه الحق سبحانه من خلق السموت والارض و
ما فيهن من المخلوقات اى بناء على ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح كذا في
السان العيون . والذى في البخارى ثم هذا اى يوم الجمعة يومهم الذى فرض عليهم فاختلفوا فيه فهذا الله
له فالناس لنا فيه تبع اليهود عدوا والنصارى بعد غد .

وفي سفر السعادة كان من عوادة الكريمة صلى الله عليه وسلم ان يعظم يوم الجمعة غاية التعظيم و
يخصه بانواع التبريد والتكريم وجاء ان اهل الجنة يتباشرون في الجنة بيوم الجمعة كما تباشرون به اهل الدنيا
في الدنيا واسم الجمعة عندهم يوم المزيلا لان الله تعالى يجعل عليهم في ذلك اليوم ويعطيهم كل ما يتمنون
يقول لهم لكم ما تمتمتم ولدينا مزيد فمحبون يوم الجمعة لما يعطيهم فيه رهم من الخير وفى الحديث المرفوع
يوم الجمعة سيد الايام واعظمها عند الله فهو فى الايام كشم رمضان فى الشهر وساعة الاجابة فيه كليلة القدر
فى رمضان اهـ .

وفي كتاب السبعيات للهذا فى اكرم الله موسى عليه السلام بالسبت وعيسى عليه السلام بالاحد داود
عليه السلام بالاثنتين وسليمان عليه السلام بالثلاثة ويعقوب عليه السلام بالاربعة وادم عليه السلام
بالخميس ومحمد صلى الله عليه وسلم بالجمعة هذا ولا اصرى صحة قول الهدى انى لعدم ثبوته فى الآثار الصحيحة .
وذكر الكشي وهو عبد بن حميد باسنادة الى ابن سيرين قال سمعت اهل المدينة قبل ان يقدم النبي عليه
السلام المدينة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذين سمو الجمعة قال الانصار لليهود يوم يجتمعون فيه
كل سبعة ايام وللنصارى مثل ذلك فهلهم فلنجعل يوما نجتمع فيه ونذكر الله ونصلى ونشكروا كما قالوا
فقالوا يوم السبت لليهود ويوم الاحد للنصارى فاجعلوا يوم العربية كانوا يسمون يوم الجمعة يوم العربية
فاجتمعوا الى اسعد بن زرارة فضلى بهم يومئذ ركعتين فذكروهم فسموا الجمعة حين اجتمعوا اليه فذبح لهم
شاة فتعدوا واتعشوا من شاة ذلك لقلتهم فانزل الله فى ذلك اذ انودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا
الى ذكر الله اهـ .

قلنا ومع توفيق الله لهم اليه فيبعد ان يكون فعلهم هذا عن غير اذن من النبي صلى الله عليه وسلم فقد
رأى الدارقطني باسنادة عن ابن عباس قال اذن النبي صلى الله عليه وسلم بالجمعة قبل ان يهاجروا لم يستطع
رسول الله عليه السلام ان يجتمع بمكة ولا يبدى لهم فكتب الى مصعب بن عمير اما بعد فانظرا ليوم الذى
تجمع فيه اليهود بالزبور السبتهم فاجمعوا نساءكم وامناءكم فاذا امال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة تنقبوا
الى الله بركعتين .

سوال۔ عبادت و تعظیم کے لیے تقریری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و احد سنچر و اتوار پر فضیلت ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔
وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاریٰ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اولاً جمعہ کا اکرام و عبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبت و احد کی تقریر بھی کی گئی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارته۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد و رائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کھایدال علیہ صریح الحدیث اصلتہ الیہ و النصاریٰ ہدایم اللہ تعالیٰ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبہ امت محمدیہ کے تقدم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاهر عنوان الباطن و اشار الی ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیہود غداً و النصاری بعد غد۔ قال السہیلی فی الروض فكان من ہدی اللہ لہذا الامت ان الہمو الیہ ثم اقرہوا علیہ لما و اقول الحکمۃ فیہ فہم الاخر من السابقون یوم القیمۃ کا قول علیہ السلام کہ ان الیوم الذی اختارہ سابق لما اختارہ الیہود و النصاری و متقدم علیہ۔ اہ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسم جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاق اہل اسلام بہر حال عظیم برکت و سعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع و اتحاد اہل اسلام کے پیش نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق احمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد و ادائیگی اور اتفاق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلت جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ صبح و مطابق واقعہ و موافق مستحی و

مصدق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اہم جمعہ اہم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ خلافِ سنت و احکام کے دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقے سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سبست و اعدان کے اس زعم و مداخلت فی النیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتداء تو اس کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سینچرے شروع ہو کر چھیس پر ختم ہوئی مگر درنی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سینچرے کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ہفتم بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم بقیہ دنوں کی نسبت جمعہ کی تخصیص بالا کرام و البجادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم چھیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہذا امتصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضہ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلۃ الاخراج من الجنة لکنہ سبب الوجود الانبیاء والاولیاء ونظمنہ حکماً وبرکات کانتہ ولا تخصی وکل موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکنہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمة اللہ رب العالمین و لذلک ذکرۃ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحییہن و ورد ان الموت تحفة المؤمن اہ۔

وجہ و ہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخراج الترمذی باسنادہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ ادخل الجنة و فیہ اخرج منها و لا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة۔ ترمذی حرامۃ۔

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھ ایام کے لیے جمعہ و تریسنی طاق ہے و ان اللہ و تریحیب الوتر قال العلامة السہیلی فی الروض الانف حرامۃ ان اللہ تعالیٰ لمبدأ فیہ خلق آدینا آدم علیہ السلام و جعل فیہ بدأ هذا الجنس و هو البشر و جعل فیہ ایضاً فناءہم و انقضاءہم اذ فیہ تقوم الساعة و حجب ان یكون یوم ذکر عبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ و تذکرۃ بالمعاد و انظر الی قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذکر البیع۔ و خص البیع لانہ یوم یدکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلعة مع انہ و تر لایام التی قبلہ فی الاحقر من القول و اللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ و لذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعة کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام و اتباعها بذکر خلق آدم من طین و ذلک فی یوم الجمعة تنبیہاً من علیہ السلام علی الخلق و تذکرۃ للقلوب بحدۃ المعظۃ انتہی جہذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عربیہ اور سنیچر کا نام شیاریہ۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

راج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سینچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنين	الثلاثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعة	السبت
قدیم عربی	اول	اہون	جبار	دبار	مونس	عربہ	شیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُد بار	پرہیت بار	شکر بار	شینچر بار
سریانی	ابوجاد	ہوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	-

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اول میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوال فرق و طوائف میں اس بناءً عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تفصیل ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله وفضلہ علی رسولہ الکریم۔

الکرامیہ۔ آیت ومن الناس من يقول انا بائنا بالله وبالیوم الآخر وما هم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدئہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ منسبہ و مجسمہ ہے۔ محمد بن کرام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ بختان کا باشندہ تھا۔ ابتدا میں بظاہر زاہد و عابد تھا۔ پھر زمانہ ولایت محمد بن طاہر بن عبد اللہ میں نیا بورچلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہو گئے۔ اس نے موقفہ شمیم سمجھتے ہوئے اپنی بدعات و خباثت کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی و وہ تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سن وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف و تشدید رار ہے۔ انظر للباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محل حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہو سکتا ہے خلافاً للجموع اهل الکلام والمحدثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ و فلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک و کواکب عنصر خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد و فنا نہیں ہیں۔ کان الناس يتعجبون من قول المعتزلة ان الله تعالى يقدر على افساء الاجسام كلها دفعةً واحدةً ولا يقدر على افساء بعضها مع بقاء بعض منها و زال هذا التعجب بقول بعض الکرامیة ان الله تعالى لا يقدر على اعدام جسم بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف الله تعالى بالثقل وقال في قوله تعالى اذ السماء انفطرت۔ انما انفطرت من ثقل الرحان علیها وقال لا يجوز في حکمة الله اختراهم الطفل الذي يعلم الله انهم ان ابقاه الى زمان بلوغه امن ولا اختراهم الكافر الذي لو ابقاه الى مدة امن و يلزمهم ان الله انما اختراهم ابراهيم بن النبي صلى الله عليه وسلم قبل بلوغه لانه

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفي هذا قدح في قوله عليه السلام لو عاش لكان نبياً وقدح في كل من مات من
ذمراى الانبياء عليهم السلام طفلاً - کذا ذکر عبد القاهر البغدادی -

حرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاهر فی کتاب الفرق مآ و
زعموا ای الکرامیۃ ان المقرب بالشہادۃ مؤمن حقاً وان اعتقد الکفر بالرسالة وان المنافقین الذین
انزل اللہ تعالیٰ فی تکفیرہما آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقاً وان ایمانہم کایمان الانبیاء والملائکہ
وقال الشهرستانی فی الملل والنحل ج اصلاً وقالوا ای الکرامیۃ الایمان هو الاقرار باللسان
فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وقرّ قوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمناً فیما يرجع الی احکام
الظاهر التکلیف و فیما يرجع الی احکام الاخرۃ والجزء المناق عندہم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ
متحق للعقاب الابدی فی الاخرۃ دسراً وتصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبدّ من الاحکام
الشرعیۃ قتالاً علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالاً ببیت المال ومدھمہم اتھام علی رضی اللہ
عند الصبر علی ماجری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اذ -

بہر حال کرامیہ کے خرافات و عجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نماز مسافر میں کہ مسافر کے لیے
صرف دو کبیرے ہیں بغیر کوع و سجود و بغیر قیام و قعود و بغیر تشہد و سلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے
طہارت من الاجزات کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہذا اس کے نزدیک ثوب نجس
ارض نجس پر بدن نجس سے نماز جائز و صحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصاف جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں
اور ذاتاً جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے
مجاہس و پیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھردیا ہے اور بعض کی رائے میں
اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر ٹھکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و
نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا
اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھ جہات سے متناہی یعنی
ذو نہایہ ہیں اور عند بعضہم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں
لامتناہی ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصائبۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صائبہ کو اکب پرست فرقہ ہے۔ صائبہ
بنی آدم میں قدیم نر کا فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بود اسف تھا۔ بود اسف بادشاہ طہورث بن
نوبھان بن ارفخشذ بن اوشنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہورث ساور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدہ صابیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں اور میل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملک من ملوک فارس طہم لث بن نوب جہان وکان ینزل سائبون وظهر فی سنۃ من ملکہ سرجل یقال لہ بوداسف احدث مذاہب الصابیۃ وقال بوداسف ان معالی الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعاد الحیاة فی هذا السقف المرفوع وان الکواکب ہی المدبرات والواردات والصادرات وہی التي ہمورها فی افلاکها وقطعہا مسافاتہا واتصالہا بنقطة وانفصالہا عن نقطة یتتم ما یکون فی العالم من الآثار من امتداد العمر وقصرہا وترك البساط وانسباط المركبات وتتمیم الصور وظهور المیاہ وغیضہا فی النجوم السیارة فی افلاکها التمدید الکبر وغیر ذلک ما یخرج وصفہ عن حد الاختصاص الایجاز واحتدی بہ جماعة من ذوی الضعف فی الأراء فیقال ان هذا الرجل اول من اظهر اراء الصابیۃ من الحرائین و الیکماریین وهذا النوع من الصابیۃ مباینون للحوائین فی غلختہم و دیارہم بین بلاد واسط والبصرۃ من ارض العراق نحو ابطاخ و الاحجام اہ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صابہ فرقہ منسوب ہے صابی بن ملک بن اخنوخ کی طرف وقیل من ولد صابی بن لامک و اخنوخ ہوا دریس علیہ السلام وادریس علیہ السلام عند المحققین لیس بجده لئوہ علیہ السلام ولا فی عمود نسبه وقیل ان صابی بن لامک (ملک) اخ لئوہ علیہ السلام وقیل ان صابی ہوا متوشلم جد نوح علیہ السلام کذا فی اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابہ و صابین و انوار کو وسائل تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیا منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ ان کی زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیا منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (سیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہر حال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ انہم لیسوا بعقائد الہننام و انما یعظمون النجوم کما تعظم الکعبۃ۔ قال الالوسی مدار مذاہب الصابیۃ علی التعصب للروحانیین واتخاذہم وسائل و ملام یتیسر لہم التقرب الیہا باعبانہا والتلقی منها بذاتہا فرغمت جماعة منهم الی ہیاکلہا نصابیۃ الریم مفرغہا السیارات و صابیۃ الہند مفرغہا الثوابت جماعة نزول عن الہیاکل الی الاشخاص التي لا تبصر لانغنی فالفرقة الاولى ہم عبدة الکواکب الثانیۃ ہم عبدة

الانعام وكل من هاتين الفرقتين اصناف شتى مختلفون فالاعتقادات والتعبادات وقيل هم قوم مؤحدون يعتقدون تأثير النجوم ويقفرون ببعض الانبياء كيجي عليه السلام وقيل انهم يقرنوا بالله تعالى يقفرون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون الى الكعبة وقيل الى مهبط الجنوب وقد اخذوا من كل دين شيئاً وفي جواز مناعتهم واكل ذبائحهم كلام للفقهاء يطلب في محله . ولفظ الصابئة قيل غير عربي وقيل عربي من صبابا الهزاد اخرج او من صبا معتل جمعني مال فخرجهم عن الدين الحق وميلهم الى الباطل اهـ .

ابن القيم رحمه الله كتاب تلبس ابليس ص ۷۷ پر لکھتے ہیں اصل هذه الكلمة اعني الصابئين من قولهم صبات اذا خرجت من شئ الى شئ وصبأت النجوم اذا ظهرت وصبأه اذا خرج والصابئون الخارجون من دين الى دين وللعلماء في مذاهيم عشرة اقوال ثم ذكرتلك الاقوال ان شئت فراجعہ . ثم قال فاما المتكلمون فقالوا مذاهب الصابئين مختلف فيه فمنهم من يقول ان هناك هيبولى كان لم يزل ولم يزل يصنع العالم من ذلك الهيبولى وقال اكثرهم العالم ليس بمحدث وسموا الكواكب ملائكة وسموها قوم منهم الهة وعبدوها وبنوا لها بيوت عبادات وهم يدعون ان بيت الله الحرام واحد منها وهو بيت زحل ولهم تعبداً في شرائع منها انهم زعموا ان عليهم ثلاث صلوات في كل يوم اولها ثمان ركعات ثلاث سجداً في كل ركعة وانقضاء وقتها عند طلوع الشمس والثانية خمس ركعات والثالثة كذلك عليهم صيام شهر اوله الثمان ليال يمضين من اذ امر سبعة ايام اولها التسع يبقين من كانون الاول وسبعة ايام اولها الثمان ليال يمضين من شياطين ويختمون صيامهم بالصدقة والذبايح وحرموا لحم الجزر وراه هذا والله اعلم .

الحشوية - قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یسنى اسرائيل اذ کروا نعمتی التي انعمت علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے . حشویہ بکون شین بھی صحیح ہے اور نفتح شین بھی . یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے . یہ قدیم فرقوں میں سے ہے . یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تحسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے .

تسمیہ حشویہ میں متعدد اقوال ہیں . قول اول . قیل سُموا بذلك لان منهم المجتمة اوهم المجتمة و الجسم حشواى زائد بالنسبة الى الروح والروح اصل والحشو هو الشئ الزائد . بنا براین حشویہ بکون شین منسوب ہے حشو کو .

قول ثانی . یہ منسوب ہے حشاً کی طرف وحشاً الحلقۃ طرفها وناحيتها لهذا حشویہ نفتح شین پڑھا جائے گا . قال العلامة السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویة طائفة ضلوا عن سواد السبیل فسميت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاہرہا ویعتقدون انہ المراد سماء بذلک لانہم کانوا فی حلقۃ الحسن
 البصری رحمہ اللہ فوجدہم یتکلمون کلاماً فقال مرثدوا ہنک لاء الی حشا لحلقۃ فنسبوا الحشا اہ۔
 وقیل طائفۃ یجرون ان یخاطب اللہ بالمہمل ویطلقونہ علی الدین قالوا الدین یتلقی من الكتاب
 السنۃ۔ کذا قال للہاب۔

حشویہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء
 علیہم السلام سے صدور کبار ہو سکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے
 نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبار کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں
 پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی
 صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد وجوہات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنبیہ ہے ثانیاً
 یہ معمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصد مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنبی ولم یجد لہ عروفاً
 لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقررین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر
 بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویۃ طائفۃ لا یرون البحت فی آیات الصفات التي یعتقد
 اجراءھا علی ظاہرہا بل یؤمنون بما ارادہ اللہ مع جزمہم بان الظاہر غیر مراد ویفوضون التاویل
 الی اللہ وعلی هذا فاطلاق الحشویۃ علیہم غیر مستحسن لانہم مذہب السلف انتہی۔ بہر حال
 یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے
 بلکہ مراد فرقہ بالملہ من الجحمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریۃ۔ آیت فمن کان منکم صریضاً وعلی سفر الملم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباع
 داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور
 قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب
 امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ و اعلیٰ اللہ درجائتم فی الجنۃ۔ داؤد امام
 اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استنزار و
 طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے مانع نہیں اور پانچوں ائمہ وروع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار مستقیدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ہوا بوسلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہریؒ کان زاہداً متقلداً کثیر الوراع اخذ العلم عن اسحاق بن راہویہ والی ثوب وغیرہما وکان صاحب مذهب مستقل و تبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاہریۃ وانتهت الیہ ریاسة العلم ببغداد کذا ذکر ابن خلکان فی وفيات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤد نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمر بن مرزوق و مسدود رحمہم اللہ سے۔ اور نیسا بور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسئلہ تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال و صنف کتبہ ببغداد و ہوا امام اصحاب الظاہر و کان و سراً ساکناً زاہداً و فی کتبہ حدیث کثیر لا انا الرایتہ عند عزیزہ جلد ۱۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحییٰ و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جبری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمر و فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راہویہ و ما رأیت احداً قبلہ ولا بعدہ یرد علی اسحاق ہیبتاً لہ۔ ابو العباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقیلہ اکثر من علیہ حسین بن اسماعیل کہتے ہیں ساریت داؤد بن علی یصلی فمما رأیت مسلماً یشہہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہری فرمایا کرتے تھے خیر الکلام داخل الأذن بغیر اذن واحسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابو بکر محمد بن داؤد ظاہری کہتے ہیں سمعت ابی وقال لہ رجل یا اباسلیمان فعلت کذا و کذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔ خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں و ہوا دل من اظہر اتحال الظاہر و نفی القیاس فی الاحکام تو لا و اضطر الیہ فعلاً فسماہ دلیلاً کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۴۔

داؤد ظاہری کا حلقہ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قبیل انہ کان یحضر مجلسہ اسبعائتہ صاحب طیلسان اخضر۔ داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصری پٹھے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدتہ الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد و جلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عمابدی لک فکاتی غضبت منہ فقلت لہ مستہزئاً اسألتک عن الحجامة فبرک ابو یعقوب ثم ثری طرق حدیث انظر الی اجم و المحجوم و من امرسلہ و من اسندہ و من وقفہ و من ذهب الیہ من الفقہاء

وہی اختلاف طریق احتیاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرہ ولوکان حراماً لم یعطہ ثم روى طرفان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم یقرن و ذکر احادیث صحیحہ فی الحجامة ثم ذکر الاحادیث المتوسطة مثل ما مررت بملا من الملائکة ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبه ذلك و ذکر الاحادیث الضعیفة مثل قوله علیه السلام لا تجتمعوا یوم کذا ولا ساعة کذا ثم ذکر ما ذهب الیه اهل الطب من الحجامة فی کل زمان وما ذکرہ فیہا ثم ختم کلامہ بان قال و اول ما خرجت للحجامة من اصفهان قال داؤد فقلت له والله لاحقرت بعدک احدًا ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ البحر المصیبة ج ۲ ص ۲۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفيات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۳۔ انساب السعفی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصفهان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکی لکھتے ہیں وكان من المتعصبين للشافعي صنف كتابين فضائله وقال ابو اسحاق انھت الیہ ریاستہ العلم بغداد و اصلہ من اصفهان و مولدہ بالکوفہ و منشأہ بغداد و قبرہ بہا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راہویہ و هو یحتمل فجلست قرأت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلت معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عنده۔ فجعل یضحک و یتبسم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمة المسلمين و هذا تمہم موصوفاً بالدين المتين۔

داؤد ظاہری بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت و فقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت و استغناء کا ایک قصہ سنئے۔ قاضی ابو عبد اللہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلت علیہ مہینتاً بالعیاد و اذ ابین یدہ طبق فیہ ادرق ہند باوعصارة فیہا نخالة و هو یا کل فہناتہ و تعجبت من حالہ ای فقرہ و خلوی یدہ و رأیت ان جمیع ما نحن فیہ من الدنیا لیس بشئ فخر جت من عنده و دخلت علی رجل یعرف بالبحر جانی من محبی الصنیعة فلما علم بحیثی خرج الی حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ما عنی القاصی ایدہ اللہ؟ قلت مہم قال وما هو؟ قلت فی جوارک داؤد بن علی و مکانہ من العلم ما تعلمہ انت فکتبیر البر و الرغبة فی الخیر تفعل عنہ و حدثتہ ما رأیت منہ فقال لی ان داؤد شرس الخلق اعلم القاضی انی و جہت الیہ الباسرحة الف درہم مع غلامی لیستعین بہا فی بعض امورہ فردہا مع الغلام و قال للغلام قل لہ ہائی عین رأیتنی وما الذی بکفک من حاجتی و دخلتی حتی و جہت الی هذا۔ قال فتعجبت من ذلك و قلت لہ ہات الدائم فانی اعملها الیہ فدفعها الی ثم قال یا غلام

الکبیر الاخر فجاء بکبیر فونن الفأخری وقال تلك لنا وهذا لموضع القاضی وعنايته قال فخرجت
وجئت الیه فقرعت الباب فخرج داود وکلتمی من وراء الباب وقال ما رآه القاضی قلت حاجتہ
اکلمتک فیہا فدخلت وجلست ساعة ثم اخرجت الیہم وجعلتہما بین یدیه فقال داود هذا
جزاء من ائتمنتک علی سیرہ أنا بما مننا العلم اذ خلنک الی ارجع فلا حاجتہ فیما معک قال المحاملی فرجعت
وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرته بما کان فقال أتما أنا فقد اخرجت هذه
الداهم لله تعالی لا ارجع فی شیء منها فلیتول القاضی اخراجها فی اهل السرد والعفاف علی ما
یراه القاضی۔

داؤد ظاہری کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی
وجہ سے امام احمد بن حنبل نے ان سے ملنے سے انکار فرمایا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے
ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمد فنعہ وقال کتب الی محمد بن یحیی الذہلی النیسابوری
فی امرہ وانہ زعم ان القرآن محدث فلا یقریبی فقال لاحمد ابنہ صالح بن احمد یا ابت انہ ینتفی من
هذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منا لا تأذن لہ فی المصیر الی۔ وحکی ان اصحاب بن
سراہویہ لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیتہ وثب وضربہ وانکر علیہ وكان داؤد یقول القرآن محدث
ولفغی بالقرآن مخلوق۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۳۔ خطیب اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔
سئل داؤد عن القرآن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی ہو بین الناس
فمخلوق۔ وسئل مرۃ عن القرآن فقال القرآن الذی قال اللہ تعالی لا یمسہ الا المطہرون وقال فی کتاب
مکون غیر مخلوق واما الذی بین اظہر نایمہ للحائض والجنب فهو مخلوق۔

قال القاضی ابن کامل هذا مذہب یدہب الیہ الناس المتکلم وهو کفر باللہ صحیح الخیر عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو وخافۃ ان ینالہ العدو فجعل
النہی صلی اللہ علیہ وسلم ما کتب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرہا قرآناً والقرآن علی اتی وجہ
قرشی وتلی فهو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۴۔

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد ففضب علی احمد بن حنبل فدخلت علی احمد فلم یکنتمی
فقال لہ سرجل یا ابا عبد اللہ انہ رآہ علیہ مسألۃ قال وما ہی قال قال للختاء اذ مات من یفسلہ
فقال داؤد یفسلہ للخدم فقال محمد بن عبدہ للخدم سرجال ولكن یمتہم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب
ما جرد ما جاہد۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر هذه المسألة قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألة للختاء ما هو

بالغری التکررة وفي مذهبنا وجه انه يُتيم ووجه اخر انه يشتري من تركته جارية لنفسه و**اصح**
 انه يفسله الرجال والنساء جميعا للضرورة واستصحا بالحكم الصغر فقول داود يفسله للخدم ليس يعيد
 في القياس ان يذهب اليه ذاهب ولا واصل الى ان يجعل مما يضحك منه وقد كان داود موصوفاً
 بالدين المتين - داود ظاهرى كاسال ولادته سنة ٢٠٢هـ وقيل سنة ٢٠٢هـ اورسال وفات ماورضان سنة ٢٠٢هـ
 ٢٠٢هـ - قال ابنه محمد بن داود رأيت ابي في المنام فقلت ما فعل بك قال غفر لي وسأخفي قلت
 غفر لك فتمت سألحك؟ قال يا بنى الامر عظيم والويل كل الويل لمن لم يسأله -

فاندره - علماء كاسيات في اختلافه في كره داود ظاهرى اوران كس اتباع احكام فقر وفروع
 شريعت في معتبره فين ياكه نبيس - علامة تاج الدين سبكي نے اس بارے ميں تين اقوال ذكر كيے هيں -
 قول اول - داود كا قول معتبر به مطلقاً واختاراه ابو منصور البغدادي وقال ابن الصلاح انه
 الذي استقر عليه الامر اخراً -

قول ثانى - وهو غير معتبر به مطلقاً عند الاستاذ ابى اسحق الاسفرائينى ونقله عن الجمهور حيث قال
 قال الجمهور انهم يعنى نفاة القياس لا يبلغون مرتبة الاجتهاد ولا يجوزون تقليد هم القضاء - وقال امام
 الحرمين والمحققون من علماء الشريعة لا يقيمون لاهل الظاهر رزناً - وقال القاضى ابوبكر انى لا
 اعدهم من علماء الامة ولا ابالى بخلافهم ولا وفاقهم - وقال ان اصحاب الظاهر ليسوا من علماء الشريعة
 وانما هم نقلة ان ظهرت الثقة -

قول ثالث - قولهم معتبر الا فيما خالف القياس الجلى وقال الشيخ السبكي والد تاج الدين السبكي
 ان داود لا ينكر القياس الجلى وان نقل انكاره عنه ناقلون وانما ينكر للحنفى فقط قال ومنكر القياس جليته
 وخصيته طائفة من اصحابه زعيمهم ابن حزم - لكن ظاهر كلام داود انكاره جملة قال داود في رسالته اصول
 والحكم بالقياس لا يجب والقول بالاستحسان لا يجوز ثم قال ولا يجوز ان يحرم النبى صلى الله عليه وسلم فيحرم
 محرم غير ما حرم لانه يشبهه الا ان يوقفنا النبى صلى الله عليه وسلم على علة من اجلها وقع التحريم
 مثل ان يقول حُرمت الخنطة بالحنطة لانها ميكيلة واغسل هذا الثوب لان فيه دماً او اتنل هذا
 انه اسود يعلم بهذا ان الذى اوجب للحكم من اجله هو ما وقف عليه وما لم يكن ذلك فالبعيد واقف
 بظاهر التوقيف وما جاووز ذلك فسكوت عنه داخل في باب ما عفى عنه انتهى -

فالحق عندنا الاعتبار بقول داود خلافاً وفاقاً كما قال السبكي نعم للظاهريّة مسائل لا يعقداً
 بخلاف داود فيها لا من حيث ان داود غير اهل للنظر بل تحرقه فيها اجماعاً تقدّمه وعذرة انه لم
 يبلغه الدليل وذلك كقوله في التغوط في الماء الراكد وقوله لا ير بالآفى الستة المنصوص عليها و

غير ذلك من مسائل وجمعت سهام الملام اليمم. هذا والله اعلم بالصواب وعلمه اتم.

الخوارج - الذين يؤمنون بالغيب كشرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اولین فرقہ ناسفہ وبتدرجہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریہ وشرآة و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج و خوارج کہتے ہیں۔ قال الشهرستاني في الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۱ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یشمی خارجاً سواء کان للزوج فی ایام الصحابۃ او کان بعدہم اذ خلاصتہ۔ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علی رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت سے قریہ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شرآة جمع شر ہے شل قضاة جمع قاض۔ سقوا انفسہم بذلك لزعمهم انہم شرؤا انفسہم من اللہ۔

مراجع لتفصیل احوالہم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۱ والتبصیر ص ۱۵۱ والبداء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۳ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۲۵۷ وکامل المبرد فی عدة مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبدالقاهر البغدادی ص ۷۔

خوارج میں ہیں فرقتے میں۔ ان میں بڑے فرتے آٹھ ہیں۔ یعنی حکمہ۔ ازرقہ۔ نجارت۔ بیہیتہ۔ عجاروہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث و حکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالیٰ انظر لکم الالہ اللہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرہ بچکیم یعنی ان للحکم الالہ لگاتے تھے جس طرح زمانہ حال کے مبتدع نعرہ رسالت لگاتے ہیں۔ اعازنا اللہ من کل ضلالۃ و بدعت۔

خوارج کے کل فرتے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اول ا کفار علی و عثمان۔ دوم ا کفار حکمین علی و معاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم ا کفار اصحاب الجمل و من رضی بالتحکم۔ چہارم ا کفار اصحاب الکباثر من الذنوب پنجم وجوب خروج و بغاوت امام جائز کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حدیث و عید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۱ و کتاب الفرق فی الفرق ص ۷۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریہ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبد اللہ بن الکواکب تھا۔ جو بعد میں تائب ہو گیا۔ بعد عبد اللہ بن و سبب خروج بن بہر

معروف بہ ذوالشکرۃ امیر خوارج بنے۔ ذوالشکرۃ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں **وفی المقالات** وغیرہ ان عبد اللہ بن وہب اول من اقرہ الخوارج علیہم اول ما اقرہ لوابا یغیرہ لغیرہ یقین من شوال ۳۷۵ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ **وفی الخوارج** قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاة احدکم فی جنب صلاحکم و صوم احدکم فی جنب صیامکم و لکن لا یجوز ایما تم تراقیہم و قال علیہ السلام سیخرج من ضضی هذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة۔ هذا واللہ اعلم۔

المرجئة۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ سے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۱ المرجئة تصنف اخر تک لہما فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التي تتعلق بالامامة اہ۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو تو فرجرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انہیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کر کے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت و محبت و خضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لا یزید ولا ینقص وقال بعضهم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً بوسیئہ و عبیدیہ و غسانیہ و ثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لا یدخل النار و ان عصى۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانہم یمخرجون عنہا بعد ان یعدن بواہن نوبہم و اما التخلید فحال و لیس بعدل یعنی کفار کا نام میں معتد ہونا و انہی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان هو المعرفة باللہ تعالیٰ علی الاطلاق و ان الصلاة لیست بعبادة للہ تعالیٰ و انہ لا عبادة له الا الایمان بہ و هو معرفتہ۔ شہرستانی کہتے ہیں ان اول من قال بالامر جاء کما قیل للحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ایک مرفوع حدیث ہے و هو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعینت المرجئة علی لسان سبعین نبیاً قیل و من المرجئة یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعمان الایمان هو الاقرار بحدود غیرہ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص ۵۹، الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۹۵، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۲۳۔

فائدہ۔ بعض جہاں نے امام الامم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اولاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس عثمان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات و تائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیسا کہ بگمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام و جہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں کے بری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القاهر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبدالکریم شہرستانی متوفی ۴۲۵ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برائت کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمت ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

در اصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات و نیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بری ہیں۔

ابو حنیفہؒ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کے لیے اور حصول نجات اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادت تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مومن معاصی دونوں میں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت و علم باللہ سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا بلکہ مومن کے لیے تصدیق و تسلیم و تصدیق بالرسول ضروری ہے نفس معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ صرف معرفت سے کوئی شخص مومن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجحہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرحۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان النسان کان یحکى عن ابی حنیفۃ مثل من ہبہ و یعدہ من المرحۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لانی حنیفۃ واصحابہ مرحۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ہوا للصدیق بالقلب وهو لا ینزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تحریجہ فی العمل کیف یفتی بترك العمل اہ۔

بہر حال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت و اتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محمد بن و ائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ و خوارج بھی ایمان کو تصدیق و اقرار و اعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ و خوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ و خوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق و گنہ گار ہوا۔ بہر حال لفظی و تعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ و امام احمدؒ و دیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو مرجحہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابو حنیفہؒ کو مرجحہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابو حنیفہؒ قدریہ و معتزلہ خوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ و خوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجحہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرحۃ علی ابی حنیفۃ ولما سبب آخر وہو انہ کان یخالف القدیۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصد الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفہم فی القدمر جتاً وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریق المعتزلۃ والخوارج اہ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ و کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجحہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجحہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجحہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کفر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کرے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کرے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت و جماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ و خوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے بحکماً الت معتزلہ یا کافر ہے بحکماً للخوارج۔ بنا براین معنی کل اہل سنت مرجحہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؑ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولیٰ ثانی ثالث بنا براین شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین و مفسرین و متکلمین و فقہاء حضرت علیؑ کو درجہ اولیٰ سے مؤخر کر کے درجہ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا سنی ہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجحہ۔ قال النعمانستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۳۶۰ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقيل الارجاء تاخير حکم صاحب الکبریة الی یوم القیامة فلا یقضی علیہ بحکم ما فی الدنیا من کونہ من اهل الجنة او من اهل النار فعلى هذا المرجحة والوعیدیتہ فرقتان متقابلتان۔ وقيل الارجاء تاخير علی عن الدرجه الاولى الی الرابعة فعلى هذا المرجحة والشیعۃ فرقتان متقابلتان انتہی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجحہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجحہ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ هذا والله اعلم۔

الجهمیة یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم بن جعد بن زہم زندقہ کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد و خبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزبان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درہم عدادہ فی التابعین مبتدع ضالّ زعم ان اللہ لم یخذ ابراہیم خلیلاً ولم یرکّم موسیٰ کلیماً وقُتل علی ذلک بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن جعد اللہ قسری نے اپنی ولایت و امارت کے زمانہ میں ۱۲۳ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع مراس الجهمیة هذک فی زمان صفار التابعین وما علمتہ سرّی شیناً وکنہ زرع شرّاً عظیماً۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتباً للحارث بن سریح الذی خرج فی خراسان فی آخر دولة بنی امیة۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر ص ۶۲ و کتاب ملل و نحل ج ۱ ص ۸۶۔

جمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فہذہ النسبة الى الانسان مثل نسبة الاتماس الى الشجرة والحري الى الماء والحركة الى الحجر قال الشهرستاني نقل عنهم قالوا لا فائدة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجرى الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت و تعيقت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذ اثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستاني جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعتـ بترؤمذ وقتله سلمون اخو المازني بمرو في اخر ملك بني امية اهـ الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۰۔ جمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔
(۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا في كتاب الفرق بين الفرق ص ۲۱۔

(۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بحد بل لان العلوم والمعرفة لا يزولان بالجحد فهو مؤمن۔

(۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فالايمان الانبياء وايمان الامة على غط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا في الملل ص ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

(۷) وان علم الله حادث۔

(۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شئ او حي او عالم او مرید قال جهم لا اصفه بوصفٍ يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر وموجد وفاعل وخالق ومحى ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا ارحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً للرحمة كما انكر حكمة۔ بہر حال جمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ هذا والله اعلم۔

المعتزلة۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم ملکہ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں۔ اور خلق افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج کو وعید تیبہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جمہیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گمراہوں میں مثل زرخشتری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ و علوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن و احادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد و تقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل و صحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل و تطبیق نہ ہو سکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت و الجماعت محدثین و مفسرین کا معروف و مسلم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل و عقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اول۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کے منکر ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصف علم و وصف قدرت و حیات و سمع و بصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع و بصیر بھی بلکہ ذاتی و بقدرت ذاتی و سمیع ذاتی و بصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم و قادر و سمیع و بصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم و قادر ہے سمیع و بصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف و اتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رویت کو محال سمجھتے ہیں و دعوا انہ لا یرای نفسہم ولا یراہ غیرہ و اختلفوا هل هو اذ لغیرہ ام لا فاجاز قوم منهم و اباہ قوم اخرین منهم۔

توم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث و مخلوق کہتے ہیں۔ چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیار کے خالق ہیں۔ بنا بریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر و عمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القادیۃ بحوس ہذا الہتہ و قال علیہ السلام القادیۃ تخصم اللہ بالقد۔

و پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔ ششتم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام و کفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔ ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف و جدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعال اختیار یہ میں تخلیق خدا تعالیٰ کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے بر طرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالیٰ کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کہا صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکار میں سے تھا پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنتا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیس اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جنی و غیلان دمشق کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدح و ذکرہ انما اخذ ذلك عن نصرانی اسمہ ابو یونس سیسویہ و یعرف بالاصواعیہ معبد بن خالد الجنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسا انتہی۔ و ارضی لکھتے ہیں حدیثہ صالحہ و مذہبہ ردی و عن الازاعی قال اول من نطق فی القدر صجل من اهل العراق یقال له سوسن کان نصرانیاً فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجھنی و اخذ غیلان عن معبد صلیبہ عبد الملک بن ہریران و قیل قتلہ بالحاج ۱۱۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۹ و تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ و کتاب الفرق بین الفرق

لمعبد القاہر بغدادی ص ۱۱۔

غیلان دمشقی اس الحاد و زندگی میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۸۱ھ نے گرفتار کر کے اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار تو بہ کیا۔ بعد پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبد الملک نے اسے باب دمشق میں پچانسی پر لٹکادیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الشخ تھا یعنی حرف ر را ادائیں کر سکتا تھا۔ اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر ص ۴۰ و طبقات معتزلہ ص ۲۸ و وفيات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبروج ۲ ص ۱۳۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للمحافظ ج ۱ ص ۲۱۔ معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبد القاہر نے ان کے بین فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء۔ (۲) ذیلیہ اتباع ابی الہذیل حمدان بن الہذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابن الحسن الاشعری ج ۲ ص ۴۸۲۔ (۳) النظامیہ اتباع ایراہیم بن سیمار المعروف بالنظام یہ ابی الہذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سالی وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعربیہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۶ھ (۶) المشامیہ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاظنیہ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاظنی متوفی ۲۵۵ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبرج ص ۴۵۶ و وفيات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ و طبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبد اللہ اسکافی متوفی ۲۳۴ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۲۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبشمیہ اتباع ابو علی جبائی متوفی ۲۹۵ھ و اتباع ابنہ ابوباشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ۔ ہذا و اللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیح کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہرزمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت و علی رضی اللہ عنہم کے عقائد و آراء کے مخالف ہیں۔

تشییح کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعہوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس و مشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنہیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبد اللہ بن سبائے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہو گیا تھا۔ اور محبت علیؑ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
 کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں سما
 ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں
 کامیاب ہو اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے
 رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ۱ ص
 ۱۴۶ و کتاب الفرق بین الفرق لعبد القادر اسفرائینی متوفی ۷۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مرجع الذهب
 ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۷۱ و شرح عقیدۃ السفارینی ج ۱ ص ۸۰۔

شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیت،
 ذریدیت، امامیت، غلاۃ و اسماعیلیتہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔

اول کیسانیت۔ یہ اتباع کیسان میں جو حضرت علیؑ کا غلام تھا۔ ان کیسانیت میں متعدد فرقے ہیں
 یعنی محفہ ساریہ اصحاب مختارین ابی عبید النضفی الهاشمیہ۔ البیانیتہ۔ الرلامیتہ۔

فرقہ دوم زیدیت ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین
 فرقے ہیں جاسرہ دیدہ۔ سلیمانیتہ۔ بتریہ۔

فرقہ سوم امامیت۔ ہم قائلون بامامۃ علیؑ بعد النبی علیہ السلام نصّاً ظاہراً قالوا لیس فی الدین
 الاسلام امر اہم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہو گئے اور بعض مشتبہ ہو گئے۔
 اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔

فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقہ نے اپنے امہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حد مخلوق
 سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیتہ۔ الکاملتہ
 للخطابیتہ وغیرہ۔

فرقہ پنجم اسماعیلیتہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتمل نمونہ ضرور یہ ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامت علیؑ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ
 رضی اللہ عنہم سب کافر ہو گئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کرتی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیتہ کہتے ہیں کہ امامت
 ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زبردہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مومن جو تم کب گناہ کبیرہ ہوا ہودہ مغلدنی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدار کے قائل ہیں۔ بدار کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہو اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گا ہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدار کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تنزیح کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کمافی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علی جزء الہی و اتحاد مجسّدہ و لذلک ان علیّ یعلم الغیب و یحارب الکفار و یخذ الجزء الالہی قلع باب خیبر۔ و قالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ و مر بما یظہر فی بعض الارمان و قالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ هل یظنون الا ان یتاہم اللہ فی ظلل من الغمام امرادہ علیاً رضی اللہ عنہ و قالوا هو الذی یتاہی فی الظل و الرعد صوتہ و البرق ابتسامہ۔ عبد اللہ بن سبأ کے بارے میں شہر تاشی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجہہ انت انت یعنی انت الالہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یهودیاً فاسلم و کان فی الیہودیتہ یقول فی یوشع بن نون و صی موسیٰ علیہما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیاً حیّ لم یمیت ففیہ الجزء الالہی و هو الذی یحییٰ فی السحاب و الرعد صوتہ و البرق تبسمہ۔ انتھی۔ کتاب الفرق ص ۲۲۲ میں ہے زعم عبد اللہ بن سبأ ان علیاً کان نبیاً ثم غلبہ حق زعم انہ اللہ و دعا الی ذلک قوماً من عوارة الکوفة فامر علیّ باہراق قوم منہم و شہد خاف اختلاف اصحابہ علیہ ففقی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قتل علیّ زعموا ان سبأ ان المقتول لم یکن علیاً و انما کان شیطاناً تصوّر للناس فی صورۃ علیّ و ان علیاً صعد الی السماء کما صعد الیہا عیسیٰ بن مریم و انہ سینزل الی الدنیا و ینتقم من اعدائہ و زعم بعضهم ان علیاً فی السحاب و ان الرعد صوتہ و البرق سوطہ و من سمع من ہوا لاء الشیعة صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورت

انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لفرلہ تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ شیعیوں کا یہ فرقہ بیان یہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمان نمبی۔

یہ بیان بن سمان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا و ادعی اذ لا ات جزءا الہیّا حل فی علیؑ ثم فی محمد بن المنفیتہ ثم فی ابنہ ابی ہاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوتہ حتی اخذ خالد القسری وصلبہ۔ وكان بیان بن سمان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یهزم بہ العساكر وانہ یدعی عوب الزہرۃ فذجیبہ فلما اخذ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تہزم للیوش بالاسم الذی تعرف فاہزم بہ اعدائی عنک۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۷۱۔ التبصیر ص ۱۷۱، اللوح العین ص ۱۷۱ تا ص ۲۶، اعتقادات فریق المسلمین ص ۵، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص ۵، کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۳۔

(۷) شیعہ تفسیر کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزو بتاتے ہیں۔ تفسیر کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب وہی ہر شیعہ کے ساتھ لازم ہیں ہے۔ خصوصاً زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبدالقادر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافض کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بغل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفی و اعد من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعہوں نے ساہا طرائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار با خطوط لکھ کر مزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کہ بلا میں وہ سارے ان کے خلاف بمبار اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونت زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعہوں نے زید سے کہا کہ شیعہ بن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زہر نے کہا الی لا اتول فیہم الا خیرا وما سمعت ابی یقول فیہم الا خیرا لما خرجت علی نبی امیۃ الذین قتلوا الحسین وَاغَارُوا
 علی المدینۃ یوم الحزۃ ثم ساروا بیۃ اللہ بحجر المنجیق والناس ففاسرۃ فقال لهم سر فقصتمونی ومن یومئذ
 سمعوا الرافضۃ ۵۸۔

المجوس۔ آیت ان الذین امنوا والذین ہادوا والنصارى والصاہبین ملائکہ کی شرح میں مذکور ہے
 مجوس مشرکین و کفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کو اکب پرست۔ مجوس
 اتباع ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملت ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے
 نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبّر و متصرف ہیں۔
 اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا
 نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام
 فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت
 و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدہ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاص نور و ظلمت سے اور خلاص و امتیاز ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں
 جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط
 مبدعہ عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا مباد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز
 ہو جائے اور چھپکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو تنویر اس لیے کہتے ہیں
 کہ وہ دو مدبّرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ
 ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے
 اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے ملحق المناطی۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان
 اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائی میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں بلکہ نیردان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت
 مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیق اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل و خصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبیر چونکہ بالکل بُرا اور ردی تھا اور طبیعت نور کے مناسب نہ تھا لہذا اس فکر و تدبیر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہونے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہو گیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آ گیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہو گئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سغلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کرے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو نور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریاس پیدا ہوا۔ پھر ریاس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میثہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انہیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمہیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمہیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انہوں نے لباس اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا یا بس شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسن خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سبب امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سبب خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زردان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی تباری تھے لیکن شخص اعظم یعنی زردان کو ایک بار کسی شے میں شک درمیں ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شے ہے تو اس شک سے ابہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جو عیس پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے پھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر ابہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زردان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر و اذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صلح تھا یعنی ہرمز اور یہ زردان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام ابہرمن ہے۔ ابہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطن واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز باب خروج و ظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا ابہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ ابہرمن یعنی شیطان کسی جیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب ابہرمن اپنے والد زردان کے پاس آیا اور زردان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبعوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھاگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ ابہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک صلح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنا لیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیق شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی و قبیح شے بھی پیوست تھی وہ قبیح شے فکر ردی تھی یا عفونت و مینہ تھی اور یہی ردی و قبیح شے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نیکم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن و مصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتداء میں شیطان آسمان میں نہیں جاسکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی جیلہ سے آسمان کو بھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی جیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرنے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض ہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمائی کیونکہ بزم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدت مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب و فتن و محن و بلا یا و دیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدت مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کی آزادی ہوگی۔ بزم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاہ و عظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچکانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدر اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لایسل عما یفعل وہم یسئلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو کشتاب بن لہر اسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذریجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر تے کی تھی جس کا نام دغدو یہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندقہ کے بیان میں ہم نے زردشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجمہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام و مسکن اصغر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ کشتا سب بن لہر اس بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر سترہ فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربائیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شیخ ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شقیاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی جیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔

زردشت نے کشتا سب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی کشتا سب اس پر ایمان لے آیا د

کان دینہ عبادۃ اللہ والكفر بالشیطان والامر بالمعروف والنہی عن المنکر واجتناب الخبائث۔

زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان و ابہمن دونوں متضاد ہیں اور موجودات عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی ترکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لا شریک لہ ولا ضد لہ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و نجاست کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔

اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور و ظلمت پر اور خیر و شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالم بالا ہے اور شر اپنے عالم اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سبب خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ هو الذی مزجہما و خلطہما للحکمۃ سراً فی التزکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ غلبہ كالظل۔

زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زنداوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے میندہ و گیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) کوش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔

زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منہادخول قوائم فرس کشتا سب فی بطن

کشماسب وکان زردشت فی اللبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس - ومنها انه صر علی اعمی بالدينور
فقال حد واحشيشة وصفها لهدم واعصر اما ثفاني عينه فانه يبصر ففعلوا فابصر الاعمى - هذا
والله اعلم -

التشویبہ - تشویبہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے - تشویبہ مجوس کی طرح اصلین ازلیتین قدیمین یعنی
نور و ظلمت کے قائل ہیں - یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ
ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں
اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں لکن تقدیم بیان ذلک - بخلاف التشویبہ کہ وہ اصلین یعنی نور و
ظلمت دونوں کو ازلی و قدیم مانتے ہیں - تاہم یہ فرقہ عقائد و حقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے -
تشویبہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے - البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر و طبع و فعل و حیز
و مکان و اجناس و ابدان و ارواح و صفات فرق ہے -

تشویبہ میں کئی فرقے ہیں - ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں -
پہلا فرقہ مانویہ ہے - یہ اصحاب مانی بن فائک حکیم ہیں - مانی ساہورن اردشیر کی حکومت کے
زمانے میں ظاہر ہوا تھا - مانی کو بہرام بن ہرمز بن ساہورن نے قتل کیا - یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا
واقعہ ہے -

مانی نے جوہیت و نصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول و عقائد جوہیت
سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے - وہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوت مسیح
علیہ السلام کا قائل تھا - بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا -

مانی بن فائک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے
اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں - اس کے زعم و عقیدے کے لحاظ
سے کوئی نئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں - نیز دونوں
حساس و دراک و عاقل و سمیع و بصیر ہیں - البتہ دونوں میں باعتبار نفس و صورت و فعل و تدبیر تضاد
ہے اور دونوں کا جیز و مکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں -

وہ اس تقابل و تضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حسن - فاضل - کریم - صافی - نقی - طیب الريح و
حسن المنظر ہے - اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح - ناقص - لئیم - کدر - خبیث - منتن الرائح اور قبیح
المنظر ہے -

نیز نور کا نفس خیر کریم - حکیم - نافع و عالم ہے - اور ظلمت کا نفس شریر - لئیم - سفید - ضار اور جاہل ہے -

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔
غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہت فوق ہے و اکثر ہم علی اند مرتفع
من ناحية الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہت تحت ہے و اکثر ہم علی انہا من حطة من ناحية
الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار ابدان ہیں اور خامس اس کی روح ہے۔ وہ چار ابدان
یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ مار۔ اور ان کی روح لیسیم ہے۔ وہی تتحرك في هذه الابدان۔ اور ظلمت کی
اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار ابدان ہیں اور خامس ان کی روح۔ ابدان اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔
سموم۔ ضباب۔ اور ان کی روح دُخان ہے وہی تتحرك في هذه الابدان قال ولم يزل النور يولد
ملائكة والهة واولياء لا على سبيل الملائكة بل كما تتولد الحكمة من الحكيم والمنطق الطيب
من الناطق۔ والظلمة لم تزل تولد شياطين وعفاريت لا على سبيل الملائكة بل كما تتولد
الحشرات من العفونات القذرة۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دُخان نسیم سے خلط ہوا اور
حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب مار سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم
میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم بڑا میں بہ خیر و نفع
و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناس نور۔ اور بہ ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت سے
یا اجناس ظلمت۔ پھر نور نے اجناس نور کو اجناس ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت
سے شمس و قمر و دیگر کو اکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناس نور اجناس ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے
خلاصی حاصل کر لے۔

اجزاء نور و انما صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاء ظلمت ہمیشہ نزول و تسفل کے طالب
ہیں۔ اسی طرح کیہ کشمکن اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط
ختم ہو کر اجزاء نور اجزاء ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑالیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز
میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاکم کہتا ہے کہ اس وقت اجزاء نور اجزاء ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت
سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاء نور کے
معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاء نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تا آنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مبینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالت بدر کی بچکانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانہ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تا آنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نوریہ نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تا آنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد وہ فرشتہ جو حامل ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھا منے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تا آنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقہ ثانیہ مزدکیہ - ثنویہ کا یہ فرقہ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والد انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بڑے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصل عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والا اختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذوق و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعنی (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج واختلاط کا سبب اتفاق وخط تھانہ کہ قصد واختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندقہ کہا جاتا ہے۔ فارس کے تخت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظ زندقہ اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندقہ کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانہ قدیم کے کیونٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کیونٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں کہہ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتب فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباجیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ دکان مزدک یعنی الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما كان أكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احل النساء اباج الاموال وجعل الناس شركة فيهما كاشتراكهم في الماء والنار والكلا وحكى عنه انه امر بقتل الانفس ليخلصها من الشرع والظلمة۔

فرقہ ثالثہ دیسانہ ہے۔ یہ اصحاب دیسان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصل ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامع رکھا ہے اور یہی اصل ثالث نور و ظلمت کے امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ فان المتناقضين المتضادين لا يمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل للجامع دون التوفى المرتبة و فوق الظلمة وحصل من الاجتماع والامتزاج هذا العالم۔

وحكى بعض العلماء عن الديسانية انهم زعموا ان المعدل للجامع هو الانسان لخصاس الدنيا اذ هوليس بنو محض ولا ظلام محض وحكى عنهم انهم يرون المناكحة وكل ما فيه منفعة لبدنهم وشرحوا صرا ما ويجوزون عن ذبح الحيوان لما فيه من الالم هذا والله اعلم۔

اليهود۔ قرآن شریف میں منکر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عبرانی ہے ماخوذ ہے ہاد سے یقال ہادیہوج الرجل اذا تاب۔ سُموا بذلك لانهم تابوا عن عبادة العجل ووجه التخصيص كون توبتهم اشق الاعمال۔ اشقیئت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریخی میں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزار ہا یہود قتل ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء۔ یہ مانوڑ ہے ہاد الرجل یہود اذا سكن سے۔ و منه الموادة۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہودا ہے۔ تعریب کے بعد یہودا یہود ہو گیا یہودا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصارى۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندیمان و ندمانہ قالہ سیبویہ۔ بنا براین نصرانی میں یاء مبالغہ کے لیے ہے بحیال قالہ للاحمر اجمری اشارۃً الی اندعریق ذو صف الحصرۃ۔ اور عند البعض یہ یاء واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجی و روم و رومی۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل نرامی جمع نرمان۔

اور بعض علماء۔ ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصری ہے مثل مہاری جمع مہری۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصری ہے۔ حدیث احدی یا ثبہ و قلبت الکسرة فتحۃً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاء۔ یہ قول مختار نہیں ہے۔ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس سبتی کا نام تھا جس میں مریم ام عیسیٰ علیہا السلام مقیم تھیں اس سبتی کے نام کی مناسبت سے امت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانی اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس سبتی کا نام نصرایا اور عند البعض نصری اور عند البعض نصرانہ اور عند البعض نصران تھا۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ تم تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشہورۃ۔ واللہ الحمد الممتۃ۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآة النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاة والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون فخلقنا آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان مبینی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مأمور بالسجود کل ملائکہ تھے کما قال الجمهور یا فقط ملائکہ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن و احادیث میں یہ قصہ تفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقہ ارتقاء اس شکل و ہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کر کے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن و احادیث و اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن و احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان و فعتہ پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ اُدخل الجنة و فیہ اُخرج منها۔ سزاہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب عن فروعان ابناکم آدم کان کالغزاة السحوق ستین ذراعاً کثیر الشعر۔ سزاہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اهبط آدم ای بعد اکل الشجرة بالهند و حواء بجدة و ابلیس بدستیمسان من البصرة علی امیال و اهبطت الحیة باصفهان۔ کذا فی البدایہ النہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰۔

وقال ذهب بن منبہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکة فطوی ل الارض و قبض عنہ المفاو و فلم یضع قدمہ الی شیء من الارض الا صاغر عمر انا حتی انتھی الی مکة و کان مہبطہ حین اهبط من جنة عدان فی شرقی ارض الہند و اهبط اللہ حواء بجدة و الحیة بالبریتة و ابلیس علی ساحل

بحر الابله والجله مدينة صغيرة بالبصرة فيها نهر الابله وكان آدم امرح وانما بنت اللحي لولده بعدة و كان طويلًا كثير الشعر جدًا آدم اجمل البرية ولما هبط الى الارض حرت وغزلت حواء الشعر حاكته بيدها. كذا في المعارف لابن قتيبة مش. وايضاً فيها ولد لآدم اربعون ولدًا في عشرين بطنا وانزل عليه تحريم الميتة والدم ولحم الخنزير وحروف المعجم في احدى وعشرين ورقة وهو اول كتاب كان في الدنيا ولما مات آدم عليه السلام حفر له في موضع من جبل ابى قبيس يقال له غار الكنز فلم يزل آدم في ذلك الفار حتى كان زمان الغرق فاستخرجه نوح عليه السلام وجعله في تابوت معه في السفينة فلما نصب الماء وبدت الارض سرجة نوح عليه السلام الى مكانه وعاش آدم الف سنة انتهى باختصار -

وكان شيت بن آدم اجل ولد آدم وكان وصي ابيه وكل البشر من ولده وانزل الله على شيت خمسين صحيفةً وعاش ٩١٢ سنة - وعن ابن عباس رضى الله عنهما كما في تاريخ الطبري ج ١ مكه قال لم يميت آدم حتى بلغ ولده وولد ولده اربعين الفاً بسوقه وسأى آدم فيهم الزنا وشرب الخمر الفساد -

صوفى ابن عربى رحمه الله فتوحات كى باب تسعين وثلاثمائة يس لكهت هين لقد طفت بالكعبة مع قوم لا اعرفهم فانشد فى بيتين حفظت واحداً ونسيت الآخر هو هـ
لقد طُفنا كما طُفنا سنينا بهذا البيت طراً اجمعينا
وقال لى واحد منهم اما تعرفنى فقلت لا قال انا من اجدادك الاول قلت كم لك منذ مت قال لى بضع واربعون الف سنة فقلت له ليس لآدم عليه السلام هذا القدر من السنين فقال لى عن اى آدم تقول عن هذا الاقرب اليك او عن غيره فنذكرت حد يثارى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى قد خلق مائة الف آدم. انتهى - قلت لم يثبت فى حديث صحيح كثرة آدم واصحح منه واحد -

وفى بعض الكتب ولد نبينا صلى الله عليه وسلم لمضى ٦٥٠٠ سنة من زمن آدم عليه السلام او نحو ذلك وقد روى انه عليه السلام قال ان احسنت امتى فبقاؤها يوم من ايام الآخرة وذلك الف سنة وان اساءت فنصف يوم - وقيل ولد نبينا عليه السلام لتمام ٦٠٠٠ سنة من عهد آدم عليه السلام. وعن ابن عباس ر الدنيا جمعة من جم الآخرة سبعة الاف سنة - هذا والله اعلم -

نوح علیہ السلام - ہونوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ و هو ادریس بن یرد بن مہلایل بن قین بن انوش بن شیت بن آدم ابی البشر علیہم السلام - آپ کے چند احوال یہ ہیں - ۱۱، آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزرے تھے - بحادثہ (ابن جریر وغیرہ یا ۱۳۶ سال - بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے - یہ سب تخمینی اور طغی باتیں ہیں -

اخرج ابن جبان بسندہ عن ابی اصمٰثان سرجلا قال یا رسول اللہ انبی کان آدم قال نعم مکلم قال فکم کان بینہ و بین نوح قال عشرة قرون - اس حدیث کے پیش نظر آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے - آپ کی عمر بڑی طویل تھی - قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلینبئہم الف سنۃ الا خمسین عامًا فاخذہم الطوفان و ہم ظالمون - آپ کی بددعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہو گئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عبدالبن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب اجبار -

آپ آدم ثانی تھے - کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام و حام و یافث سے آگے بچلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہو گئی جو آپ کے رفقاء تھے - قال اللہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہم الباقین - وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب و حام ابو الحبش و یافث ابو الرزم - صحیح احمد - وعن ابی ہریرۃ مرفوعًا و ولد لنوح علیہ السلام سام و حام و یافث فولد لسام العرب و فارس الرزم و لخمیر فہم و ولد لیافث یاجوج و ماجوج و الترتک و السقالبۃ و لآخر فہم و ولد لحام القبط و البربر و السقان اخرجہ البزار -

اہل پاکستان و ہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں - نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے مزی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الیوم عید الفطر و یوم الاضحیٰ و ولد الطبرانی و صام داؤد نصف الیوم و صام ابراہیم ثلاثۃ ایام من کل شہر صام الیوم و صام الیوم و صام الیوم -

تاریخ طبری میں ہے کہ ملک بن متوشلخ نوح بن ملک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمروہ بنت براکیل بن محویل بن انخوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمروہ کے بطن سے حام - سام - یافث پیدا ہوئے - ملک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا - اسی کے نام کی طرف فرقہ صابئہ منسوب ہے - وقیل غیر ذلک وقد مری عن جماعة من السلف انہ کان بین آدم و نوح علیہما السلام عشرة قرون کلہم علی ملۃ اللق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث اليهم نوح عليه السلام وقالوا ان اول نبي ارسله الله الى قوم بالانذ اسر الدعاء الى توحيد نوح عليه السلام -

اولاد آدم میں طویل تر عمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان الله تبارك وتعالى ارسل نوحا الى قومه وهو ابن خمسين وثلاثمائة سنة فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاما ثم عاش بعد ذلك خمسين وثلاثمائة سنة. وعن ابن عباس مرضى الله عنهما قال بعث الله نوحا اليهم وهو ابن اربعمائة سنة وثمانين سنة ثم دعاهم في نبوته ماشئا وعشرين سنة وركب السفينة وهو ابن ستمائة سنة ثم مكث بعد ذلك ثلثمائة وخمسين سنة. نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین و طریقے سے اختلاف کر کے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی عام و سام و یاقث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس و ہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قوله تعالى وفارالتنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجر ارض ہے ای انجس الماء من جہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض و اعلى مكان فیها قالہ قتادة (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں قالہ للحسن وكان تنورا من حجارة وكان لادم ثم انتقل الى نوح علیہما السلام فنبع الماء منه فعلت به امراته فاخبرته -

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاهد كان ذلك في ناحية الكوفة وعن الشعبي كذلك وقال اتخذ نوح عليه السلام السفينة في جوف مسجد الكوفة وعن مقاتل ذلك تنور آدم وانما كان بالشام وعن ابن عباس كان التنور بالهند -

وعن مالك بن سليمان بن المهدي ان الحية والعقرب اتيا نوحا فقالا احملنا في السفينة فقال انكما سبب الضر والبلايا فلا احملكما اتالا احملنا ونحن نضمن لك ان لا نضر احدًا ذكرك فمن قرأ حين يجات مضر تمنا سلام على نوح في العالمين انا كذلك نجزي المحسنين انهم من عبادنا المؤمنين لم يضره - كذا في العرائس للشعبي ص ۳۰ -

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۳۲ء من بیوٹ آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جو دی پہاڑ پر استقرار کے بعد نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ء من بیوٹ،

هَذَا اللهُ اعْلَمُ۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ہو ابراہیم ابن تاسخ بن ناحیہ علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام امیلہ ہے کماذکر ابن عساکر وقال الحلبي اسمها بونا بنت كسبنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وہمواصح۔ اُس زمانے کے لوگ کو آپ سب سے کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال الله تعالى واذ قال ابراهيم لابيه اذرا اتخذنا اضرافا الهة۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطی وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر آب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست و مشرک و کافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا و تقبلت فی الساجدين۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ یطین سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ یطین ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلاد شام کو پھر دیار مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارض مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم و محمد و موسیٰ و نوح و عیسیٰ علیہم الصلاة والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملة ابراهيم الا من سفة نفسه۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفي الصحيحين عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس ان الله اتخذني خليلا كما اتخذ ابراهيم خليلا وذكرا بن ابى حاتم باسناد ه لما اتخذ الله ابراهيم خليلا اتقى في قلبه الرجل حتى ان كان خفقان قلبه يسمع من بعد كما يسمع خفقان الطير في الهواء۔ (۴) آپ تمام اہم میں محبوب و معظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۃ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) سڑی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً
 یحشر الناس حفاة عراة غرلاً قال من یکسی ابراہیم علیہ السلام (۷) واخبرہ احمد باسنادہ عن انس
 رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یا خیر البریة فقال ذلک ابراہیم ورضی اللہ عنہم ایضاً۔
 وقال ذلک تواضعاً وادقبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراہیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراہیم الخ۔

(۹) آپ نے ہمارے بانی اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا فتنہ کیا۔ اس سے پہلے فتنہ کا حکم نہ تھا اور نہ

رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراہیم علیہ السلام
 اول من اضاف الضیف واول من اختن واول الناقص الشارب واول الناس سڑی الشیثی فقال
 یارب ما هذا فقال وقار فقال یارب نرنی وقاراً واول من استحد واول من لبس السراویل۔
 وفی محاضرة الاوائل ص ۳ ان ابراہیم اول من ہاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ اباً
 الانبیاء فرؤی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف
 الضیفان واول من قلم الاظفار قص الشارب وثرث الثرید وصاخر وعانق وخطب علی المنبر و
 اول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ المروم یشب وكان الرجل یأتی وفیہم
 الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراہیم علیہ السلام رب اجعل لی شیئاً وقاراً اعرف
 بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللهم زدنی وقاراً۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبیلۃ مصریہ سے۔ پھر اسحاق
 علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے
 چھ بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون
 بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سوچ۔ امین۔ لوطان۔ نانس۔ قالہ المہلبی فی کتابہ
 التعریف والاعلام واین کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۷۱۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراہیم علیہ السلام لمضی ۱۸ سنہ من الطوفان ولمضی
 ۳۲۳ سنہ من ہبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراة ان عمر ابراہیم کان یوم وفاة
 نوح علیہما السلام ۵۳ سنہ وابراہیم علی سڑی بعضہم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلک کان
 الاب الثالث للخلق من بعد آدم ونوح علیہما السلام وتوفی ابراہیم علیہ السلام لمضی ۳۳۹ سنہ
 من ہبوط آدم علیہ السلام اہ۔ هذا واللہ اعلم وعلما اتم۔

عزیز پر علیہ السلام۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سوسال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں زندہ کر کے اٹھادیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ٹہریوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل میں زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الى حمارك ولنجعلك آية للناس وانظر الى العظام كيف نشزها ثم نكسوها لحمًا۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام و زکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال ابن کثیر فیما بین داؤد و سلیمان و بین زکریا و یحییٰ۔ بنا بریں قول آپ کا زمانہ زمانہ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رض ان عزیرؑ کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ هذا والله اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام۔ ہو موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ مین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام آیازھا ہے بقول سیبلی وقیل آیاذخت وفي تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمها لوخا بنت هاند وفي بعض التفاسیر یوجانذ۔ کذا فی البلیدۃ والنہایتہ وھو اشبه۔ آپ ذوالعزم نبی ورسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہو کر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہمی وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے مری احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفاً قال جاء ملك الموت الى موسى عليه السلام فقال اجب ربك فلعن موسى عين ملك الموت ففقاها ومرضاه ابن حبان مرفوعاً ثم استشكله ابن حبان واجاب عنه بما حاصله ان عليه السلام

لم يعرفه لمجيئته على غير صورة يعرفها موسى عليه السلام فلطمه لانه دخل داره بغير اذنه هذا موافق لشريعتنا في جواز قوع عين من نظر اليك في دارك بغير اذن اء وعن ابى هريرة مرفوعاً ان ملك الموت كان يأتي الناس عياناً (اي في صورة انسان) حتى اتى موسى عليه السلام فلطمه ففقأ عينه قال فرجع فقال يا رب ان عبدك موسى فقأ عيني ولولا كرامته عليك لشفقت عليه فقال انت عبدى موسى نقل له فليضع كفه على متن ثوبه فله بكل شعرة وارت يده سنة وخيرة بين ذلك وبين ان يموت الآن قال فاتاه فخبيرة فقال موسى عليه السلام فابعد ذلك قال الموت قال فالان اذاً قال فشمته شمته قبض روحه قال فجاء بعد ذلك الى الناس خفياً -
موسى عليه السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسى عليه السلام کی کل عمر بوقت وفات ۱۲۰ سال تھی۔ عشرون من ذلك في ملك افریدون ملك فارس ومائة منها في ملك منوشهر وكان ابتداء امره من لدن بعثه الله نبياً الى ان قبضه الله اليه في ملك منوشهر كذا في تاريخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

موسى عليه السلام کی وفات ۷ ماہ آزار میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۹۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۴۴۵ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ پھر ۴۰ سال میدان تیر میں گزرا سے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج و غرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یثرون سے ہوا۔ یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بچیوں کے لیے آپ نے مدین میں کنویں سے پانی نکالا تھا۔ جوڑی کی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالیٰ حکایتاً، فجاءتہ احدہما تمشی علی استجیاء قالت ان ابی یدعوك لیجزيك اجر ما سقيت لنا۔ قيل ان یثرون كان کاہن مدین والکاہن طبر وقیل الذی استأجر موسیٰ علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین هو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ائی الاجلین قضی موسیٰ (عشر سنین اودمان) قال اتمها واكملها۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۲۲۵۔

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قدم بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسیٰ من مصر الی مدین و بینہما مسیرة ثمان لیل و یقال نحو من الکوفة الی البصرة۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسة امرأتان کلتاھا نقرۃ ستانی موسیٰ علیہ السلام فاصابتا احداھا امرأة فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوا والاخری بنت شعیب حین قالت یا ابت استأجرة ان خیر من استأجرت القوى الامین۔ قالوا تزوج موسیٰ علیہ السلام بالصغر هذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعد ازاں اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اول من سار کب للخیل وکانت وحوشا فانہا و سار کبھا وانہ اول من تکلم بالعربیة الفصیحة البلیغة۔ و ذکر ابن کثیر فی البدایة والنہایة ص ۱۹ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیة البینة اسماعیل وهو ابن اربع عشرة سنة۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۴ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ باجرو کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے عظیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی روایت ہے قال شکى اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حرم مکة فادخل اللہ تعالیٰ الیہ اثنی سافتح لک بابا الی الجنة الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحها الی یوم القیامة۔ کذا فی البدایة۔ هذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیر کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۷۱ یقال ان فی جبل احد قبر ہارون انخی موسیٰ علیہما السلام و فیہ قبض فواراہ موسیٰ علیہ السلام فیہ وکانا قد ما حاجین او معتمرون وعن ابن دحیة ان هذا باطل یقین و ان نص التواتر انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفة لانه یقال المدینة شامیة وقیل دفن بالتیہ هو واخوة موسیٰ علیہما السلام۔ اذ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالیٰ لما دعا موسى عليه السلام یعنی بداعائه قوله مرتب
انی لا املک الا لنفسی وانی فافرق بیننا و بین القوم القاسقین قال فانها محزمتہ علیہم اربعین سنة
یتیمون فی الارض فقال قد خلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنة مات فی التیہ قال
فمات موسى عليه السلام فی التیہ ومات هارون عليه السلام قبلہ قال فلبثا فی تیہہم اربعین سنة
وانا هض یوشع عليه السلام بمن بقی معه مدینة الجبارین فافتتح یوشع المدینة وعن قتادة ان
موسی عليه السلام مات فی الاربعین سنة ولم یدخل بیت المقدس منهم الا ابناؤہم اذ۔ کذا فی تاریخ
الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ الذی علیہ للیہو ان ہارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موت
علیہ السلام بخمسة سنین وبعده موسى عليه السلام فی التیہ ایضا و فیہ ج ۱ ص ۳۲۳ ان موسى علیہ
السلام سأل اللہ تعالیٰ عند موتہ ای فی التیہ ان یدنیہ من الارض المقدسة س رمیة بحجر
قال ابو ہریرة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لآمریتکم قبرہ الی جانب الکثیر الاحمر۔
هذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام۔ شرح ذلك بانہم كانوا یكفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین الآیة میں
آپ اور یحییٰ علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالیٰ یا زکریا انما
نبشرك بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل سمیاء۔ زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے فیصل تھے
سوی ابو ہریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ مرآة احمد۔

وفی المعارف ص ۲۲ تزوج زکریا ایساع ابنة عمران اختا لمریم ابنة عمران واسم ام مریم حنہ و
کان یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام ابنی خالہ و اشاعت الیہود انہ ركب من مریم الفاحشة و قتلوا فی جرف
شجرة تظعوها و قطعوا معها اذ۔ هذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام۔ آیت و اذا استسقى موسى لقومه الآیة اور آیت و باد و انفضب من
اللہ ذلك بانہم الآیة کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاة والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب
دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا مبلغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالیٰ ولی مدین
اخاہم شعیباً۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابو ذر
سے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسول اربعۃ من العرب ہود و صالح و شعیب و نبیک یا
اباذر۔ و ہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیباً مات بمکة و من معه من المؤمنین و قبورہم غری
الکعبۃ بین دار الندوة و دار بنی سہم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ۔

وَاللَّقِطَّةُ ۳۵ بُيُوتٌ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ أَصْحَابِ الْاِيكَةِ وَاهْلَ مَدْيَنَ وَقَدْ اختلفوا في نسبة فقيل من ولد ابراهيم الخليل عليه السلام وقيل من ولد بعض المؤمنين بابراهيم وكان الايكة من شجر ملتفت فلم يؤمنوا فاهلكهم بسحابة امطر عليهم نارا يوم الظلّة واهلك اهل مدّ بالزلزلة- اه .

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ۱ ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بختیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یثرون تھا اور یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لهم الله موقناثم احياهم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن یوزی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزار ہا انسانوں کے احوال کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یکدم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ یہی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرمادیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرہٴ تحمیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانك ربنا وانا نحن لك لا اله الا انت۔ قال الله الم ترالى الذین خر جوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احياهم۔ حدیث شریف ہے عن عبد الرحمن بن عرف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا السقم عذب به الامم قبلکم فاذا سمعتم به فی ارض فلا تدخلوها واذ وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فراداً منه اخرجها احمد۔ هذا والله اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ہو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم علیہم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادت بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ ایساخر۔ زلیبون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل حسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشرکہ بٹمن جنس درہم معدودہ۔ تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے۔
پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسرار میں ہے فررت بیوسف و اذا هو قد اعطی شطرنج
ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السہیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان
اذا اتته امرأة لحاجة غطی وجهہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ
دخلوا علی یوسف اوی الیہ ابویہ الایۃ۔ اور بیت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸ سال کے بعد
یوسف اور ان کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے
بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنة کان فراقہ لابیہ
وبقیہ مفترقین ۲۱ سنة ثم اجتمعوا فی مصر وبقیہ مجتمعین ۱۷ سنة وعاش یوسف علیہ السلام
۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنة من مولد ابرہیم علیہ السلام وکان وفاة یوسف علیہ السلام
قبل مولد موسیٰ علیہ السلام باریع وستین سنة۔

وكانت وفاة یوسف بمصر دفن بها حتی کان بن موسیٰ وفرعون ماکان فلما صار موسیٰ
علیہ السلام من مصر بنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحمله معه فی التیہ حتی
مات موسیٰ علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس
وقیل عند الخلیل علیہ السلام اہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد اذا الایدانہ اواب
اناسخونا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق والطیر بحشود کل لہ اواب وشدنا ملکہ وایتیناہ
للملکۃ وفصل للمطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔
اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوت زبور کے وقت پہاڑ اور
پرندے بھی متاثر ہو کر شریک تلاوت ہو جاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا جبال اذ لمع والطیر اکتا
لہ الحدید الایۃ۔ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضررت
بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اتا بعد کے اول قائل ہیں اور یہی
فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احب الصلاۃ
الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن
الصوت ما لم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینکف حولہ حتی یموت عطشا وجیءا و

حقی ان الانہار لتقف۔ ثامناً روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعاً حُفِّفَ عَلٰی دَاوُدَ الْقِرَاءَةَ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَتِهِ
فَسْتَرَجَّ فَكَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابته، وكان لا يأكل إلا من عمل يديه۔ مرفوعاً
احمد والبخاری۔ تاسعاً۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد
اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا
لے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ
سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ لے اللہ میری عمر میں سے اے چالیس سال اور ویدیں۔ آدم
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے... اس
کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی؟ القصة
طولیة مرویة فی الترمذی و مسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت
ولادة داود عليه السلام سنة ۳۳۳۳ من هبوط آدم عليه السلام وملك ۴۰ سنة، وتوفى
وله سبعون سنة في اواخر سنة ۵۳۵ من وفاة موسى عليه السلام وفي كتاب تقويم التواريخ
وفيها اي في سنة مولد داود عليه السلام غلب افراسياب على الفرس وفيه اختلاف وفي تاريخ
الطبري ان غلبه افراسياب على منوشهر كان في زمن موسى عليه السلام وكان كيقباز في زمن داود عليه
السلام. هذا والله اعلم۔

سليمان عليه السلام۔ قال الله تعالى وورث سليمان داود وقال يا ايها الناس علمنا منطق
الطير وادبنا من كل شئ۔ مراد وراثت نبوت وملك ہے نہ کہ وراثت مالی۔ لقوله عليه السلام نحن
معاشر الانبياء لانزلنا نوحاً۔

سليمان عليه الصلوٰۃ والسلام کی شان و احوال بالکل نزلے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں
اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھا دی تھی۔ ثانیاً۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے
قال الله تعالى حتى اذا اتوا على دابة الغنم قالت غنمة، الى قوله فنبئهم ضاحكاً من قولها۔ ثالثاً کل
انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعاً۔ انسانوں کے علاوہ کل جنات و شیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی۔
خامساً۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سائناً
ہو ابھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال الله تعالى فسخرنا له الريح تجري بامره سرخاء حيث
اصاب۔

سابعاً۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج و تخت

سمیت ہوا کے دوش پر طے کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ولسیماں الہیوم غد وھا شہرم ورحھا شہرم۔
ثامناً۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی
تعمیر کی تجدید کی۔

وفي اللقطة ۳۱ ابتدأ سليمان عليه السلام عمارة بيت المقدس واقام فيها سبع سنين و
فخرج في السنة الحادية عشرة من ملكه وكان ارتفاع البيت ۳۰ ذراعاً وطوله ۶۰ ذراعاً في عرض ۲۰ ذراعاً
وعمل خاسرج البيت سواً محيطاً به امتداداً ۵۰۰ ذراعاً وفي السنة الخامسة والعشرين من ملكه
جاءته بلقيس ملكة اليمن ومن معها واطاعتها جميع ملوك الدنيا واستقر سليمان عليه السلام على ذلك
حتى توفي بمصر ۵۳ سنة۔

وكانت مدة ملكه اربعين سنة فيكون وفاة سليمان عليه السلام في اواخر سنة ۵۷۷ لوفاة
موسى عليه السلام وكانت ولادة سليمان عليه السلام سنة ۴۳۹۱ من هبوط آدم عليه السلام
وملك بعد ابيه وعمره اثنتا عشرة سنة في سنة ۴۳۳۳ من الهبوط وفيها توفي داود عليه السلام
وابتدأ عمارة بيت المقدس في السنة الرابعة من ملكه وهي سنة ۵۳۹ لوفاة موسى عليه السلام
هذا والله اعلم. وفي بعض هذه التواريخ اختلاف كثير وصرح اصحاب التاريخ ان سليمان عليه
السلام كان قبل عيسى عليه السلام بنحو ۹۵ سنة وتولى بخت نصر على بابل في سنة ۹۵۳ لوفاة
موسى عليه السلام وقيل في سنة ۸۷۸ من وفاة موسى عليه السلام هذا والله اعلم۔

اور ايس عليه السلام۔ تفسير وعلم آدم الائمةا كلها اور تفسير تلك الرسل فضلنا بعضهم
على بعض الآية من مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واذكر في الكتب ادريس انما كان صديقاً نبياً۔
آدم وشيث عليهما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اول نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب
میں واقع ہیں۔

اور ايس عليه السلام نے آدم عليه السلام کی حیات میں تین سو اٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف
بہت سی اولیات منسوب ہیں قبل ہوا اول من خط بالقلم واول من تكلم في علم الرمل واول من
تكلم في الهيئة واول من تكلم في علم الفلك وفي المعارف لابن قتيبة من ما حاصله ان اسمه
اخنوخ فاخنوخ هو ادريس وهو ابن اليارد بن مهلايل بن قينان بن انوش بن شيث بن آدم
عليهم السلام وانما سمى ادريس لكثرة ما كان يدرس من كتب الله تعالى وسنن الاسلام و
انزل عليه ثلاثون صحيفة وهو اول من خاط الثياب ولبسها وكانوا من قبله يلبسون الجلود
بعض کہتے ہیں کہ اور ايس عليه السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعين من الفتوحات ما حاصله ان العالم لا يخلو من ما نانا واحداً من قطب يكون فيه كما هو في
الرسول عليهم السلام ولذا لك ابغى الله تعالى من الرسل الاحياء باجسادهم في الدنيا اربعة ثلاثة
مشترون وهم ادریس والياس وعيسى وواحد حامل العلم اللدني وهو الخضر عليهم الصلاة
والسلام - اة -

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ اور یس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلاف
شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں اور یس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال
ابن عربی فی لواطح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل على الفلاسفة الا من تاويلهم وذلك انهم اخذوا
العلم من شريعة ادریس علیہ السلام فاذا لو اما بلغهم من كلامه لما سرفه فاختلفوا كما اختلفنا
نحن في كلام نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فاحل هذا العالم ما حصره العالم الاخر قال
الشيخ وما علمت اخطا في الامن ادریس علیہ السلام حين اجتمعت به في واقعة من الوقائع فاخذت
عنه علمه على وجه الحق انتهى كذا في البواقيت ج ۱ ص ۲۰ -

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے
میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا و الثانی ما ذکره البعض انه من ولد شيث علیہ
السلام بينه وبين شيث بن آدم علیہم السلام امر بعة ايام ارسل بعد موت آدم علیہ السلام
بماتى سنة - ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقيل لما مات احياه الله تعالى
وادخله الجنة وهو فيها الآن . كذا في انسان العيون ج ۱ ص ۳۹ - هذا والله اعلم -

یحییٰ علیہ السلام - یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف و بکا رکنا علیہ
تھا۔ عز قتادة ان الحسن قال ان یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام التقیا فقال له عیسیٰ علیہ السلام
استغفر لی انت خیر متی فقال له الاخر استغفر لانت خیر متی فقال له عیسیٰ علیہ السلام سلمت
على نفسی وسلم الله عليك فعرف. اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے
میں ہے و سلام علیہ یوم ولدا و یوم مموت و یوم بیعت حیاً -

وسری ابن عساكر ان ابوی یحییٰ خرجا فی طلبه فوجداه عند بحيرة اردن فلما اجتمعا به اباهما
بكاء شديدا لما هو فيه من العبادة والخوف من الله عز وجل وسرى ابن المبارك عن وهيب قال فقد
ذكر يا ابنه يحيى ثلثة ايام فخرج بيلقسه في البرية فاذا هو قد احتقر قبرا واقام فيه يبكي على نفسه فقال
يا بئى انا اطلبك من ثلثة ايام وانت في قبر قد احتقرته قائم تبكي فيه فقال يا ابت الست انت
اخبرتني ان بين الجنة والنار مفازة لا تقطع الا بدموع البكاين فقال له ابك يا بئى فبكيا جميعا -

یحییٰ علیہ السلام کو بد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صحزہ پر ہوا۔ جہاں پر شتر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے بستر نزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا۔ زید بن واقد قال وکلنی الخليفة الوليد على العمال في بناء جامع دمشق فوجدنا فيه مغارة فعرقنا الوليد ذلك فوافانا في الليل وبين يديه الشمع فنزل فاذا هي المغارة كنيسة لطيفة ثلاثا اذرع في ثلاثا اذرع واذا فيها صندوق ففتح الصندوق فاذا فيه سبط وفي السبط رأس يحيى بن زكريا عليه السلام مكتوب عليه هذا رأس يحيى بن زكريا فامر به الوليد فحرقه الى مكانه وقال اجعلوا العمود الذي فوقه مغارة من بين الاعمدة فجعل على الرأس عمود مسط الرأس وفي رواية عن زید بن واقد ان ذلك الموضع كان تحت ركن من اسرکان القبعة یعنی قبل ان تبني قال وكان على الرأس شعر بشر ذكر في البداية ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس يحيى بن زكريا وقد اخرج من اللبنة القبلية الشرقية التي عند مجلس بجيلة فوضع تحت عمود الكاسية قال الاذراع هو العمود الرابع المسط انتهى۔

قد جاء في بعض الروايات ان يحيى عليه السلام هو الذي يذبح الموت يوم القيامة يضعه و يذبحه بشفرة تكون في يده والناس ينظرون اليه والموت يكون في صورة كبش املح فيوقف على سوله بين الجنة والنار قيل الذي يذبح الموت جبريل عليه السلام۔ هذا والله اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صف انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اولاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں مکاشفہ فی صحیح الروایات و بنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا و سافناہ مکاناً علیاً لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے باجماعت ادا فرمائیں گے و هذا اکرام عظیم الله تعالى لامته محمد صلى الله عليه وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال الله تعالى حكايمة يأتي من بعدى اسمه احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابی ہریرةؓ ہر فوعا كل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ میں یولد الّا عیسیٰ بن مریم۔ ذهب یطعن فطین فی الحجاب۔ اختر احمد۔ تاسعاً پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برارت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ ویکلم الناس فی المهد۔ كما صرح بہ القرآن۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المهد میں آپ کے شرکار تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشراً۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیہ تھیں۔ ابو الحسن اشعری وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلہ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریم نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔

وفی کتاب التاریخ ان عینی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأة من جد ام قبيلة باليمن ویولد له ولدان یشتمی احدهما محمداً والاخر موسیٰ یمکث اربعین سنۃ وقیل خمساً واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعاً وقیل خمساً ویدفن اذامات فی رضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرته صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤبدہ ما ورح ویدفن معی فی قبری فاقرم انا وعینی من قبر واحد بن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ هذا واللہ اعلم۔

محل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کا سلسلہ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ و اخبار میں اختلاف ہے۔ عبد المطلب کو شیبہ الحمر بھی کہا جاتا تھا لکن ثریحہ الناس لہ اولادہ وولد و فی رأسہ شیبہ۔

عبد المطلب کا اصل نام عامر تھا، ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبد المطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے بچے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبد المطلب یقول للناس السائلین هذا عبدی حیاءً فلما دخل مکة احسن من حالہ و اظہر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمر و العلاء تھا سہمی ہاشم الہشام الثرید و اطعامہ الناس۔ عبد مناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زبیر تھا وعن الشافعی ان اسمہ یزید۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وہو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبدمناف تھا (۴) عباس (۵) ضار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولہب اور اس کا نام عبدالعزیٰ تھا (۹) حارث (۱۰) غنڈاق۔ اور اس کا نام حمل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بنات عبدالمطلب یعنی عمات نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) براء (۵) صفیہ (۶) اشری۔

عبدانثر والذہبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عازبہ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبدالمطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نذیلہ۔ ہالہ۔ لبئی۔ صفیہ۔ ممتعہ۔ فاطمہ زوجہ عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں عبد اللہ۔ زبیر۔ ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمۃ۔ بیضاء۔ براء۔ عبدالمطلب کی دوسری زوجہ تمیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ تمیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضار۔ عبدالمطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبدالمطلب کی چوتھی زوجہ لبنی تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنی کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولہب۔ عبدالمطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروی۔ عبدالمطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممتعہ بنت عمر ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غنڈاق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبتہ ص ۵۲۔

نسب اُمّ اَمْنَةَ امّ النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ تم نبی علیہ السلام کے احوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمر ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعہ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکم چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔ (۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔ (۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقت چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۳۵ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبی علیہ السلام یوم الاثنين وثیعی یوم الاثنين وهاجر من مکة یوم الاثنين ودخل المدينة یوم الاثنين وتوفي یوم الاثنين وعن ابن عباس وُلد یوم الاثنين فی سابع الاول وانزلت علیہ النبوة یوم الاثنين فی سابع الاول وهاجر الی المدينة یوم الاثنين فی سابع الاول وانزلت علیہ البقرة یوم الاثنين فی سابع الاول وتوفي یوم الاثنين فی سابع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقول بعض آپ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ماروی عن عثمان بن ابی العاص عن امہ رضوان اللہ علیہا انہا شهدت ولادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فاشئ انظر الیہ من البیت الا نورا وانی لا نظر الی النجوم تدلونی حتی آتی لاقول لتقعن علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سئل عن صوم یوم الاثنين فقال فیہ ولدت۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء و اہل کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہو کر آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقت قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سیسی و اقدسی سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبان فصیح ان الفاظ پر کلمہ فرمایا جلال سرتی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ کلمہ فرمایا اللہ اکبر کبیراً و الحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکوة و اصیلاً۔ اس بات میں کوئی بعد نہیں کہ ان سب پر کلمہ فرمایا جو ولادت کے ساتویں دن عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا آج رات ان بچہ اللہ فی السماء و تمجدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک محمد اشہر اسما ہے

نبی علیہ السلام کے دو نام مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد۔ کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمان کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپ کے تولد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہل کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرف نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

تولد کے بعد اولاً آپ کو ثور سیر نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثور سیر ابو لیب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمہ کان محمد یشرب فی الیوم شباب الصبی فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پا گئے۔ لیکن یہ بات واقف کی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولد کے آٹھ ماہ ہیں دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کے سر پرست آپ کے جد عبدالمطلب تھے۔ جب آپ چھ یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور عبدالمطلب نے آپ کے بارے میں ابو طالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔

اور جب آپ کی عمر چھ سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابوار میں ہوا۔ ابوار مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپ کے والد عبداللہ کا انتقال مینہ منورہ میں ہوا تھا۔

ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومت سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کھڑے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین منفقوڑیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانہ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہذا اس میں صرف

توجہ ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موصوفہ تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما رمی مسلم ان رجلاً قال یا رسول اللہ آین آبی؟ قال فی الناس فلما تقی دعاہ قال ان آبی و اباک فی النابر۔ و ما رمی للحاکم عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلس الی قبر فیناجاہ طویلاً ثم بکی فبکینا لیکماہ و فیدہ فقال ما ابکاکم فقلنا بکینا لیکماک فقال ان القبر الذی جلس عندہ قبر امنة و انی استاذنت سرتی فی زیارتها فاذن لی و انی استاذنتہ فی الاستغفار فلم یأذن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ قال الحاکم وید الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یوم الاحر بقاء للیلتین بقیتا من شہر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپ کو ابو القاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبد اللہ تھے۔ انھیں طیب و طاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقول بعض طیب و طاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم و عبد اللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم و عبد اللہ پیدا ہوئے تھے آپ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۱۱ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابو العاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

ام کلثومؓ بزوج عثمان بن عفانؓ۔ جب رقیہؓ کی وفات ہوئی تو ام کلثومؓ کے ساتھ عثمانؓ کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کی وفات رمضان شریف ۳۲ء میں ہوئی اور حضرت ام کلثومؓ نے شعبان ۳۹ء میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہؓ میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینبؓ پھر رقیہؓ پھر ام کلثومؓ پھر فاطمہؓ۔ تو فاطمہؓ سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علماء۔ ام کلثومؓ فاطمہؓ سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبد اللہؓ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہے سوائے حضرت ابراہیمؓ کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہؓ کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجہؓ ثم سوادۃؓ ثم عائشہؓ ثم حفصہؓ و ام حبیبہؓ و ام سلمہؓ و زینب بنت جحشؓ و میمونہؓ و جویبریہؓ و صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال و ابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں و ابو محذورہ مکہ میں و سعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے ۳۲ء میں اور چار عمرے کیے ہیں اور نفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحاق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد تالیس ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابن ابی ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصی بہا ابراہیم بنیہ الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مورخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹ پر لکھتے ہیں بنو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل و امہ ہاجرہ ام ولد (۲) و اسحاق و امہ سارہ بنت لابن بن بشویل بن ناحی (۳) و مدون (۴) و یقشان (۵) و زمرن (۶) و آشبق (۷) و شمر و امہ قنطو بنت مقطو من العرب العاربیۃ نسیت ابراہیم علیہ السلام مدون و آشبق و شمر و امہ قنطو بنت مقطو من الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بہا فترک خراسان منہم۔ انتھی۔

مورخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ و قنطورا و ہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ ام ولد تھیں۔ ہاجر و سارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عارپہ سے تھیں۔ ایک زوہر کا نام مجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شوخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) ناض۔ اور دوسری زوہر کا نام قنطور بنت مغطور تھا۔ ان سے چھ بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقان (۴) زمران (۵) یسق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارض مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا انزلت اسماعیل و اسحاق معک و امرتنا ان نزل ارض العربیة والوحشة فقال ابراهیم بذلک امرت فعلمہم اسماء من اسماء اللہ تعالیٰ فکانوا یستقون بہ ویستصرون لمنہم من نزل خراسان نجاء تمم الخضر فقالوا ینبئ للذی علمکم هذا ان ینکون خیرا هل الارض الامراک الامرض۔ انتھی ما ذکر ابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراهیم علیہ السلام۔ شعیب بن یوبن بن عیقان مدین۔ و مالک بن ذعر بن یوبن بن عیقا الذی استخرج یوسف علیہ السلام من الحب۔ هذا والله اعلم۔

ابن اسمعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحاب تاریخ کا اختلاف ہے۔ مورخ مسعودی نے مروج الذهب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیداس۔ آدبیل۔ مہم۔ مٹمہ۔ دوما۔ دوام۔ متسا۔ حداد۔ تیما۔ بطور۔ ناض۔ ثم قال وکل هؤلاء قد اُنتل و لما قبض اسماعیل علیہ السلام قام بالبیت بعد نابت بن اسمعیل ثم قام من بعدہ اناس بن جرهم لغلبتہ جرهم علی ولد اسماعیل علیہ السلام۔ اہ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیداس۔ آدبیل۔ مہم۔ مٹمہ۔ دوما۔ دوام۔ ماس۔ اود۔ و طور۔ نفیس۔ طما۔ قیدان۔ اکثر عرب نابت و قیداس کی اولاد ہیں۔ قال و امم اسمہا السیدة بنت مضاض بن عمر الجرمی وھی التي قال لها ابراهیم علیہ السلام اذ قدم مکة وھی زوجة اسمعیل علیہ السلام قولى لزوجک اذ جاء قد صیت لك عتبة تا بک اہ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب تورخ مجہر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قید۔ نیاوڈ (دھونبٹ)
آذیل۔ منشا۔ مشاعہ۔ دوما۔ ماش۔ آذوس۔ طبا۔ یطو۔ نبش۔ قیدم۔ کتاب المجرمات ۳۷۱
اللہ اعلم وعلما اتم۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت
بتویل بن ایاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے۔
لکھتے ہیں کہ دونوں تو امین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی
بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیان بنت لیان بن بتویل بن ایاس ہے۔ پس
لیان آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راجیل بنت
لیان بن بتویل بن ایاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب
سے بڑے ہیں۔ شمون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسھر و قیل نی یسھر یسھر لیا سے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام
دینہ تھا۔ اور راجیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور نیا مین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو بانویاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو
بانویوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی وان۔ نفتالی۔ حادر۔ آشور۔ لہذا یعقوب علیہ السلام کے
کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تالیخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء
بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔
کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعالمہ اسحاق ان يجعل اللہ
فی ذریئہ الانبیاء والملوک و دعالمیص ان تکون ذریئتک عدۃ اکثریا کالتراب ولا یملککم احد
غیرہم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۶۳۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین سراجیل و لیا بنتی لیان بن بتویل بن ایاس و کان الناس
یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام و انزل علیہ التورۃ فلذک
قولہ تعالیٰ وان جمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا و سراجیل۔ قال الطبری
فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۶۱۔ قال و ماتت سراجیل فی نفاہا ہنیامین فکان الغلامان یوسف و بنیامین
فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحتبھا و عطف علیھا لیتھما من أمتھما و کان أحب الخلق الیہ یوسف
علیہ السلام فخذہ اخوتہ و ساری یوسف فی المنام کأن احد عشر کوکبا و الشمس والقمر رآھم
ساجدین لہ فخذت اباہ فقال یا بنی لا تقصص ربی الی علی اخوتک فیکیدک کیدا ان

الشیطان للانسان عدو مبين -

يعقوب عليه السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقد نکاح میں تھیں وہو ایوب بن موص
ابن سرغویل وكان ابو ایوب من امن بابرهم عليه السلام يوم احراق نمرود وكانت زوجته التي
امر بضربها بالضغث ابنة ليعقوب بن اسحاق عليهما السلام يقال لها ليا كان يعقوب زوجته
منه - بعض مؤرخين کی رتے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متاخر
اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں -

محرر ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام
وهو اسرائيل عليه السلام - قال فيه، واسماء ولد يعقوب شعون و سربيل ويهوذا اولادى و
يساخر و زبلون و دنيا (واقتم أليته بنت احبن بن بتويل بن ناحو) و جاذ و أشير (واقتمها لهما
آمة راحيل) و يوسف و بنيامين (واقتمها راحيل اخت أليته) و دان و نفتالى (واقتمها زلفا آمة
أليته)

من ولد لاوى بن يعقوب موسى و هارون عليهما السلام - ابن عمران بن قاهث بن لاوى
ابن يعقوب و زكريا بن بشوى و ابنه يحيى من ولد هارون بن عمران و قاسرون بن بصهر بن قاهث
ابن لاوى - و السامرى - واسمه ميخا بن سرغويل بن قاهث بن لاوى واقم موسى اسمها يوحنا بن بنت
لاوى وهي عمّة ابيها -

ومن ولد يهوذا سليمان بن داود بن ايشى بن عوبد بن باعد بن شلمون بن نحشون بن
عتمينا داب بن ارم بن حضر بن فارس بن يهوذا و من بنى لاوى ايضا قريضة والنضير و هدد
من يهود المدينة بنو النعام بن يهوذا بن عوف بن قيس بن فخاص بن العازر بن الكاهن بن هارون
ابن عمران بن قاهث بن لاوى -

ومن ولد يوسف النبى عليه السلام اليسع بن عدى بن شوتلم بن افرام بن يوسف بن
يعقوب عليهما السلام - و يوشع بن نون بن افرام بن يوسف هوفى موسى عليه السلام وكان يونس بن متى
من ولد بنيامين بن يعقوب وكان موع ولد العيص بن اسحاق ايوب عليه السلام بن زاسر بن
اموص بن ليفزر بن العيص بن اسحاق - والحضر - وهو حضر بن عميائل بن فلان بن العيص - و
الياس بن تشين بن العازر بن الكاهن بن هارون عليه السلام - انتهى بلفظه - هذا والله اعلم :-

تمت خلاصة كتابي مرآة النجباء في تاريخ الانبياء

ہاروت و ماروت - قال الله تعالى وما انزل علم اللکین بابل هاروت و

ماروت و ما یعلمان من احد حتى یقولوا انما نحن فتنۃ فلا تکفروا فیتعلمون منها ما ینزلون بہ۔
 بین المرء و زوجته الایۃ ہاروت و ماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے
 نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قرأت الملکین بکسر لام سے
 اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان انسان سحر کھانے کے
 لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ
 ہے۔ بقول بعض ہاروت و ماروت زمانہ اور بس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت و ماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی
 اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو ان کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصول
 اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں سنی اس
 لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی
 خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اسے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔
 اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورت بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوت شہویہ پیدا فرمادی۔ یہ
 دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل و انصاف سے فیصلے کرتے رہے تا آنکہ دونوں ایک
 حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا جو
 زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بہت کی پرستش شروع کر دیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان
 قتل کر دیں۔

ہاروت و ماروت نے زہرہ کی شرط قبول کر لی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ
 آسمان پر جا سکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو سحر کر کے وہ
 ستارہ بنا دیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے
 اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جاسکے اللہ تعالیٰ نے قوت صعود ان سے
 چھین لی۔ پھر دونوں کو عذاب دنیا و عذاب آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا
 دونوں نے عذاب دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیہما ان اثتیبابابل فانطلقا الی بابل فحسب ہما فہما

منكوسان بين السماء والارض معذبان الى يوم القيامة وعن مجاهد قال كنت مع ابن عمر في سفر فقال لي امر من الكوكب فاذا طلعت ايقظني فلما طلعت ايقظته فاستوى جالسًا فجعل ينظر اليها ويستبأ سبًا شديدًا فقلت يرحمك الله ابا عبد الرحمن نجم ساطع مطيع ماله تسبب فقال اما ان هذه كانت بغيًا في بني اسرائيل فلقى الملكان منها ما لقيان.

وعن ابن عباس رضي الله عنهما ان المرأة التي فتن بها الملكان مسخت في هذه الكعبة للبراء يعني الزهرة واخرج الديلمي عن علي رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن المسوخ فقال هم ثلاثة عشر الفيل والدرت والخنزير والقرود والحريث والضب والوطواط والعقرب والدمعوص والغنكبوت والارنب وسهيل والزهرة فقيل يا رسول الله وما سبب مسخهم فقال اما الفيل فكان رجلاً جباراً لوطياً لا يدع رطباً ولا يابساً واما الدرت فكان مؤثماً يد عن الناس النفسه واما الخنزير فكان من النصارى الذين سألوا المائدة فلما نزلت كفر او اما القرودة فيهمود اعتدوا في السبت واما الحريث فكان ديو تايدها الرجال الى حليلته واما الضب فكان اعرا بيا يسرق الخاج مجحجه واما الوطواط فكان رجلاً يسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فكان رجلاً لا يسلم احد من لسانه واما الدمعوص فكان زئماً يفرق بين الاحبة واما الغنكبوت فامرأة سحرت زوجها واما الارنب فامرأة كانت لا تظهر من حيض واما سهيل فكان عشيراً باليمن واما الزهرة فكانت بنتاً الحسن واداب بن اسرائيل افتتنها هاسرت وما سرت كذا في الحديث المشهور ج ۱ ص ۱۱ -

اس قسم کے متعدد آثار و منشور و غیر کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف موضوع و مروود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض و غیر محدثین و محققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاض نکتہ میں ما ذکرہ اهل الاخبار نقلہ المفسرین فی قصۃ هاسرت و ما سرت لم یرد منه شیء لا سقیم ولا صحیح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البحار المحيط ان جميع ذلك لا يصح منه شيء ولم يصح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يلعب الزهرة ولا ابن عمر رضي الله عنهما وقال الامام الرازي هذه الروايات فاسدة مردودة غير مقبولة۔

ونص الشهاب العراقي على ان من اعتقد في هاسرت و ما سرت انهما ملكان بعد بان على خطيئتهما مع الزهرة فهو كافر بالله العظيم فان الملائكة معصومون قال الله تعالى لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يريدون والزهرة كانت يوم خلق الله تعالى السموات والارض۔

فقیر ابو الیث سمرقندی بستان العارفين ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزهرة وسهيل وهما نجان
 فقيل هما مسوخان وشرى عطاء ان ابن عمر كان اذا رأى سميلاً شتمه واذا رأى الزهرة شتمها وقال
 ان سهيلاً كان عشراً باليمن يظلم الناس وان الزهرة كانت صاحبة هاروت وما سرت فسخها الله
 تعالى شهاباً وقال مجاهد كان ابن عمر اذا قيل له طلعت الحرة قال لا مرحبا بها ولا اهلاً يعني الزهرة وقال
 بعضهم هذا لا يصح فان هذه النجوم خلقت حين خلقت السماء لانه شرى في الخبر ان السماء لما خلقت خلق
 فيها سبعة دوسرات زحل والمشتري وهرام والزهرة وعطارد والشمس والقمر هذا معنى قوله تعالى و
 هو الذي خلق الليل والنهار الشمس والقمر كل في فلك يسبحون - وجعل مصلحة الدنيا بهذه
 السبعة الدورات -

ثبت بهذا ان قول المسخر لا يصح فان الزهرة وسهيل كانا قبل آدم عليهما السلام والذي شرى عن
 ابن عمر ان سهيلاً كان عشراً وان الزهرة فتنت هاروت وما سرت فهو كما قالوا كان رجل اسمه سهيل
 وامرأة مسماة بالزهرة فسخها الله شهاباً ولكنهما لم يبقيا بل هلكا وصارا الى النار اما الذي شرى ان كان
 يشتمه فاحتمل ان لم يشتم الكواكب وانما شتم سهيلاً الذي كان عشراً او كذلك الزهرة انتهى بتصريف
 علامہ ابوسریح المعانی ج ۱ ص ۳۳۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلك من باب الرمي والاشارات فيراد
 من الملكين العقل النظري والعقل العملي اللذان هما من عالم القدس ومن المرأة المسماة بالزهرة النفس
 الناطقة ومن تعرضها لتعليمهما لها ما يسعد ها ومن حملها اياها على المعاصي تخربها اياها بحكم
 الطبيعة المزاجية الى الميل الى السفليات المدتسة بحسبها ومن صعدها الى السماء بما تعلت من هها
 عزجها الى الملاء الاعلى ومخالفتها مع القديسين بسبب انتصاحها بنصحها ومن بقاها معدن بين
 بقاؤها مشغولين بتدبير الجسد وحرمانها عن العروج الى السماء للحضرة لان طائر العقل لا يحوم حول حماها -
 هذا والله اعلم -

الجن قرآن شریف میں جن کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من يقول
 امنّا بالله وباليوم الآخر لم کی شرح میں مذکور ہے - جن نوع انس کی طرح مکلف بالايمان اور عقل وحواس
 رکھنے والی نوع ہے۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے۔ اور بدن جن لطیف ہوتا
 ہے لہذا قابل رؤیت نہیں۔ البتہ جب جن دیگر حیوانات کی شکل میں ہو جائے تو وہ نظر آتا ہے۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرط غاظروری ہے۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود
 ہے۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجود جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحابہ اور
 اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جمہیتہ اور معتزلہ میں سے بعض

وہود جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجن وجمہو طوائف الکفار علی اثبات الجن فوجود الجن تو اترت بہ اخبار الانبیاء علیہم السلام تو اتر معلومًا بالاضطرار و معلومًا بالاضطرار انہم احياء عقلاء فاعلون بالامر لادۃ مأمونون منہتین لیسوا صفات و أعراضاً قائمۃ بالانسان او غیرہ کما یرفعہ بعض الملاحظۃ۔ فامر الجن ظاہر بفرقہ العامۃ و الخاصۃ لم یکن لطائفۃ من طوائف المؤمنین بالرسول ان ینکرہم و كذلك جمہو الکفار کعامۃ اهل الكتاب قائلون بہم و كذلك عامۃ مشرکی العرب و غیرہم من اولاد سام و الہند و غیرہم من اولاد حام۔ انتہی بحاصل۔

قال امام الحومین فی کتابہ الشامل ان کثیراً من الفلاسفۃ و جماہیر القدیۃ و کافۃ الزیادۃ انکروا الشیاطین و الجن رأساً و لا یبعد لو انکر ذلک من لا یتشبہت بالشریعۃ و انما العجب من انکار القدریتۃ مع نصوص القرآن و تواریخ الاخبار استفاضۃ الآثار ثم ساق جملۃ من نصوص الکتاب و السنۃ۔ وقال ابو القاسم الانصاری فی شرح الارشاد وقد انکرہم معظم المعتزلۃ و دل انکارہم ایاہم علی قلة مبالاتہم و سرکاکۃ دیاناتہم فلیس فی اثباتہم مستحیل عقلی۔ انتہی۔ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول و مکلف تین انواع ہیں ملائکہ و انسان و جن۔ قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت و الارض فانفذوا۔

ز مخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعۃ اصنافاً الملائکۃ و الشیاطین و الجن و الانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس و شیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و خلق الجنان من نار و قال اللہ و الجنان خلقناہ من قبل من نار السموم و قال حکایۃ عن ابلیس خلقنی من نار خلقتہ من طین۔ عام احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجن تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر و گمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوہری کل عات متہرد من الجن و الانس و الدواب شیطان و قال ابن عبد البر کل جتی ان خبت فهو شیطان فان زاد علی ذلک فهو مارح فان زاد علی ذلک و قوی امرہ فالوا عفریت و الجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبد اللہ بن عمرو وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابو الجن کا نام شو میا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابو الانس ہیں۔

عن ابن عباس قال خلق الله شوميا ابا الجن وهو الذي خلق من مارج من ناسر وعن عبد الله بن عمرو قال خلق الله تعالى بنى الجن قبل آدم بالفوسنة۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنہوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سیبلی فرماتے ہیں کہ جن کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوئی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداء عن فروغاً خلق الله الجن ثلاثة اصناف۔ صنف حیات و عقارب و خشاش الارض و صنف كالریح في الهواء و صنف عليهم الحساب و العقاب و خلق الانس ثلاثة اصناف، صنف كالبهائم قال الله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها، الاية و صنف اجسادهم اجساد بنى آدم و اسرارهم اسرار شياطين و صنف في ظل الله تعالى يوم لا ظل الا ظله۔

جن مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدری عن فروغاً ان بالمدينة نفران من الجن قد اسلموا فاذا رأيتم من هذه الهوام شيئا فانذروه ثلاثا فان بدا لكم فاقتلوه۔ اور بعض علماء متشکل جن بصورت مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصورت مختلفہ نہیں ہو سکتے۔ و اختاره القاضي ابو يعلى۔ ابو يعلى اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہما قال ان احد لا يستطيع ان يتغير عن صورته التي خلقها الله عليها ولكن لهم سحرة كسحركم فاذا رأيتم ذلك فاذنبوا۔

بہر حال جنات کی اصل شکل قابل رویت نہیں ہے ولذا قال الشافعي من زعم انه يرى الجن ابطلنا شهادته اي يرى الجن في صورتهم الاصلية لقول الله تعالى في كتابه الكريم انه يراكم هو و قبيله من حيث لا ترونهم۔

جن عموماً جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان هذه للشوش محضرة فاذا اتى احدكم الخلاء فليقل اللهم انى اعوذ بك من الخبث والخبائث ثم اراه الترمذی والنسائی وفي رواية ابن سنی فليقل بسم الله وسمى ابو اود عن جابر فروغاً اذا دخل الرجل منزله و ذكر اسم الله عند دخوله وعند طعامه قال الشيطان لا مبيت لكم ولا عشاء واذا ذكر اسم الله عند

دخولہ ولم یذکر عند طعامہ یقول ادركتم العشاء ولا مبیت لکم واذالم یذکر اسم اللہ عند دخوله قال ادركتم المبیة والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقہ اکل و شرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضهم اكلهم وشربهم تشتم استرواحرا لا مضغ ولا بلع وهذا القول لا دلیل له والقول المختار ان اكلهم وشربهم مضغ وبلع كما ثبت في الاحاديث الصحيحة وفي حديث امية عند ابی داؤد وفيه ما زال الشيطان يأكل معه فلما ذكر الله استقاء ما في بطنه، وفي حديث صحيحه نبی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان یستنجی بالعظم والرتث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفي حديث ابن عمر عند مسلم مرغوا لا يأكلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشيطان يأكل بشماله ویشرب بها۔ وكان الامام الاعمش یقول تزوج الیناجحتی فقلت له ما احب الطعام لیکم فقال الازن قال فانتباه به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدا نقلت فیکم من هذه الالهواء التي فینا قال نعم قلت فما الرافضة فیکم قال شربنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح و تولد و اولاد اور بیاہ و شادی کا سلسلہ جاری ہے قال الله تعالیٰ لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان والطمٹ هو الجماع والانتقاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقولہ تعالیٰ نبأ تحی الامم رب تکمما تکذبان۔ نیز قرآن و سنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفت امر و نہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول ذبی نہیں آیا بلکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا ساری عن ابن عباس و جہاد و ابن جبر۔ لیکن ابن حزم ظاہری و ضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباس ان الجن قتلوا نبیاً لهم قبل آدم اسمہ یوسف وان الله تعالیٰ بعث الیہم رسولاً فامرهم بطاعته وان لا یشرکوا بہ شیئاً وان لا یقتل بعضهم بعضاً۔ ضحاک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس الم یاتکم مرسل منکم یقصدون علیکم آیاتی یعنی بذلت رسلا من الانس ورسلا من الجن۔ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قدا نذروا فصح انہم جاءہم انبیاء منہم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجن نبی من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجن من قوم الانس وقد قال الذبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان الذبی یبعث الی قومہ خاصۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جن و انس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وہی الصحیحین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً بعثت الی الاحمر الاحمر۔ قبلہم العرب والجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اُرسلت الی الجن والانس والی کل احمد اسود۔ قرآن مجید میں سماع جن للقرآن اور ان کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعت جن نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جا کر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایات احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ احکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھ بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مومن جنت میں داخل ہوں گے اور انہیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل و شرب کھریں گے یا نہیں۔ عارضت محاسبی فرماتے ہیں ان الجن الذین یدخلون الجنة یوم القیامۃ نراہم فیہا ولا یرونا عکس ما کانوا علیہا فی الدنیا وقال البعض انہم لا یدخلونہا بل یكونون فی ریحہا یراہم الانس من حیث کایر ونہم وهذا القول ما أتت عن مالک والشافعی واجماد ومحمد رحمہم اللہ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالوقوف۔ ابو حنیفہ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی و جتی کے مابین انعقاد نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلیقیس کے والدین میں سے ایک نوع جن میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جتی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالکس ہوا اور بعض میں تو الہ بھی ہوا۔ قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ وعن الزہری مرسل قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجن وقال عقبۃ الرّمّانی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکروہ۔ سألت الحسن البصری عن ذلك فکروہ وحکی ان رجلاً اتی الحسن البصری فقال ان رجلاً من الجن یخطب

فانما فقال الحسن لا تزوجوا ولا تکرهوا وقال حرب قلت للامام اتخى رجل ركب البحر فکسر به فتزوج
جنیة قال منا کنه الجن مکروهة وفي الفتاوی السراجیة من کتب الاحناف لا یجوز المناکحة تبین الجن والانسر
وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفي قنیه المنیة سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیة فقال یجوز بشهوه رجلین شیخ سنوی شافعی
عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیة وبالکس پراس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورة النحل و
اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً فی سورة الزم ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً من انفسکم
ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعش کے نزدیک بظاہر جواز
معلوم ہوتا ہے فائدہ حضور نکاحاً للجن بکوئی اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں
ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالک کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب و غریب قصہ ہے جو آکام المرجان ص ۶۹ پر قاضی بدر الدین حنفی متوفی
۶۹۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سقرنی والدی لاحضار
آہلہ من الشرق فلما جرت البسیرة الجأنا المطرالی ان غمنا فی مغارة وکنت فی جماعۃ فبینا انانا نائم
اذ انابشئ یوقظنی فانتهت فاذا بامرأة وسط من النساء لها عین واحدة مشقوقة بالطول فارفعت
فقال ما علیک من بأس انما آیتتک لتزویج ابنتی لی کالقعر فقلت لحوف منها علی خیرة اللہ تعالی
ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتهم فاذا هم کهیئۃ المرأة التي اتنی عین انهم کأکھا مشقوقة
بالطول فی هیئۃ قاض وشهوه فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم خفضوا وعادت المرأة ومعها جاریة حسناء آلا ان عینها مثل عین امها وترکتها عندی
وانصرفت فرادخونی واستیجاشی وبقیت امری من کان عندی بالحجارة حتی یستیقظوا فما انتبه
منهم احد فاقبلت علی الدعاء والتصرع ثم ان الرجیل فرحلنا وتلك الشابة لا تفارقنی فدمت
علی هذا ثلاثة ايام فلما کان الیوم الرابع اتنی المرأة وقالت کانت هذه الشابة ما أعجبتک وکانتک
تحب فراقها فقلت اءوللہ قالت فطلقها فطلقتها فانصرفت ثم لم امرها بعد۔ هذا واللہ اعلم۔

ابلیس۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں منکر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا علم و نام ہے
جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلا یا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود ورجیم ہونے
کے بعد اس کا نام ابلیس ہو گیا فہو من الایلاس کا نام ابلیس ای بیس من رحمة اللہ یقال ابلس الرجل بلاساً
فہو مبلس اذا بیس۔ مردود ورجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعد

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاضل ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزراذیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحة الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

و عن ابی المثنی قال کان اسم ابلیس نائل فلما اسخط اللہ تعالیٰ سمی شیطاناً۔ وعن ابن عباس لما عصى ابلیس لعن وصار شیطاناً وعن سفیان قال کنیة ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنا برائیں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجم و علمیت کے۔ بہر حال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ہو عربی ولم ینصرف للتعریف ولانہ لا نظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثله نحو اخریط و احفیل و اصلیت۔ ۱۰۷۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسم کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولاد ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسم علم و محص ہے رئیس طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم و انسان ہے۔ آدم اسم علم ہے اور انسان اسم کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعویذ و استعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہو جائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے۔ صرف فرد واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں فرمائی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور ماخذ شطن ہے۔ لہذا اس کا وزن نیعال ہوگا یعنی یار

زارہ ہے۔ بنا برائیں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلت کل متمرد بعد غورۃ فی الشرقا لہ ابو البقاء و یقال لبعده عن رحمة اللہ اولبعده عن الخیر اولبعده عن اوتہ للانسان اولبعده من ابعہ من اللہ ومن الجنة وقال الجوهری شطن عنہ بعد و اشطنہ ابعده وقال ابن السکیت شطنہ یشطنہ شطناً اذا خالف عن نیتہ وجہہ و بشرطون بعیدۃ القعرۃ قال القاضی ابو یعلی الشیاطین مرآة الجن و اشار ہم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش و گمراہ و شریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوهری کل عات متمرد من الجن والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیة شیطاناً انتہی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاة من الجن و ہم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یا۔ اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف و نون مزید بین کی وجہ سے یہ قال شاط بشیط اذا هلك فالشیطان لقرہ ہا لک وقال البعض هو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانہ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یكون مؤنثہ علو فعلانہ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود ورجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کہتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جن میں سے ہے لقوله تعالیٰ ایا ابلیس کان من الجن ولان الملائکۃ لا یستکبرون و ابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من ماسر ج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انا خیر منہ خلقتی من نار وخلقته من طین و الملائکۃ خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا الملائکۃ خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعۃ والموقوفۃ انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمان دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو شامل ہے اور اس ظاہری غلطی کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مأمور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے متصل امر ہو اور یہ لفظ تعالیٰ اذا مرتک اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحيوان ج اص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکۃ طرفۃ عین دانہ لاصل الجن کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمن بن زید وشہر بن حوشب ما کان من الملائکۃ قط والاستثناء منقطع وقال شہر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجن الذین ظفر بهم الملائکۃ فاسر بعضهم وذهب به الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انہ ابوالجن کما ان آدم ابوالبشر الاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنسی ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد میں اور خود اس کا

سلسلہ تناسل و توالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ تو ان میں تناسل و توالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیۃ الجوان میں ہے واعلم ان المشہور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلک یتدل علی ان لیس من الملائکہ لان الملائکہ لا یتناسلون لانہم لیس فیہم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منہم ولا شک ان الجن ذریۃ بنص القرآن ومن کفر من الجن یقال له شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منه شظیۃ من نار فخلق منها امرأۃ۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلت نعم قال أخبرنی هل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلك العرس ما شهدته قال ثم ذكرت قوله تعالی افتتحذونہ ذریۃ اولیاء من دونی فقلت انہ لا تكون ذریۃ الا من زوجۃ فقلت نعم۔

و ذکر مجاہد ان من ذریۃ ابلیس لا قیس و ولہان وهو صاحب الطہارۃ والصلۃ والہفاف هو صاحب الصحاری ومترۃ وبہ یکنی ابلیس ابامرقۃ وزلنبو۔ وهو صاحب الاسواق یرین اللغو الخلف الکاذب ومدح السلعة و بثر وهو صاحب المصائب یرین تمش الوجع ولطم الخد ودوشق الجیوب والابيض وهو الذی یوسوس للانبیاء علیہم السلام والاعوی۔ وهو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل و یخز المرأة وداسم وهو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم ینکر اسم اللہ تعالی دخل معہ و وسوس له فالقی الشربینہ و بین اہلہ فان اکل ولم ینکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم ینکر اسم اللہ و رأى شیئاً ینکرہ و خاصم اہلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ و مطومر وهو صاحب الاحبار یاتی بها ینلقیہا فی افواه الناس ولا یکون لہا اصل ولا حقیقۃ و الاقص وامم طرہبۃ ثم کلہم عبد لبنی آدم لقولہ تعالی افتتحذونہ و ذریۃ اولیاء من دونی و ہم لکم عداؤ۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب مجر ص ۳۹۵ پر اسرار اولاد ابلیس بتاتے ہوئے لکھے ہیں عن مجاہد قال ولد ابلیس ثمنۃ شربینہم وہم الشربون و زلفیون و داسم وقال الزیادی الشربون داسم و الاعوی و مسوط فالشرب صاحب المصیبات و زلفیون الذی ینزغ بین الناس و داسم صاحب الوسواس و الاعوی صاحب الزنا و مسوط صاحب الرایۃ یرکوزہا وسط السوق یغد و امع اول من یغد و فیطرح بین الناس الخصومات و الجدال انتہی۔ قال النووی و غیرہ ابلیس کنیتہ ابومرقۃ و اختلف العلماء فی انہ هل هو من الملائکہ من طائفۃ یقال لہم الجن ام لا۔

قال ابن عباس و ابن مسعود و ابن المسیب و قتادۃ و ابن جریر و الزجاج و ابن الانباری کان ابلیس من الملائکہ من طائفۃ یقال لہم الجن و کان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل و بالعربیۃ الحارث و کان من خزائن الجنة

وكان رئيس ملائكة السماء الدنيا وسلطانها و سلطان الارض و كان من اشد الملائكة اجتهاداً و اكثرهم
 علماً و كان يوسوس ما بين السماء و الارض فرأى بذلك لنفسه شراً عظيماً فذلك الذي دعاه الى الكبر
 فعصى و كفر و لذلك قيل اذا اكان خطيئة الانسان في كبر فلا ترجمه و ان كانت خطيئته في معصية فارجمه
 انتهى۔ بيضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۹ و
 آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر
 چھوٹے بڑے شیباطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بڑکی
 تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقہ بن مالک کی صورت میں شریک ہو کر میدان بدر تک مشرکین کے ساتھ
 رہا اور قریش کو کتا تھا لاکھ غالب لکم انی جار لکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی
 شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے
 شیطان سے کراہت اور نفرت کھرتے ہیں اور نظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس
 زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت
 و پرستش کھرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤمنین دسمبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف
 کی وجہ سے لوگ و رطلہ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک
 شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مستکبرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بت بنا رکھا ہے
 جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بد شکل غضب ناک سانپ کی طرح پتھ در پتھ
 دم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بد شکلی و ہیبت میں اضافے
 کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کھرے کی تاریکی میں اس
 بت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں
 آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان
 جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و
 شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العباد بائس۔

ان کلمات خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کھرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و
 خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کھرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اول اول یہ جبار اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں نہد جلاتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کھریہ بُو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصور نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیم وائیڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصو ولیم وائیڈی کو ان کی حالت عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلا یا تھا اور اسے مغلف قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیم وائیڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے رُح الحق و خلاصۃ الصلاح و الخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نور ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکرو و فریب، کذب و ریاء و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کریں گے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقت موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیم وائیڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں نیچے۔

قال المصو ولیم وائیڈی بقیت فی ضیافتہم وقتاً طویلاً و سمعت صلاتہم الشیطانیۃ مراراً و نقلتہا دہی ہذہ الکلمات "لک یا نوبۃ الوجود اکرس نفسی باحترام و محبتہ و ایمان انت خلاصۃ الصلاح و لہذا اعدک بائی ساگون عدو الاله الشرانت روح الحق و لہذا اعدک بکرہ الکذب و الریاء و الخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی و لہذا سوف اكون کاسرھا للظلام و ابدل فی خدمتک نفسی و نفسی انالک یا ابلیس! جسماً و روحاً فافعل لی کل ما یؤول الی تمجید اسمک اقبل صلاحی و تذلی و اثر طریق بیہائک الساطع و عند ما ید نو یومی الخیر تجحد فی شجاعاً ہادئاً عند استقبال لمتی و علی تمام الاستعداد لانتقال الی اجمادک فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصو المذکور ہذہ ہی الصلاة و علی الذین یدخلون فی ہذا الدین الشیطانی ان یعیذوا کلما و کلمۃ عند ما یلقیہا علیہم الکاهن الکبر الملقب بطران جہنم و یضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعاً سمیاً اسود اللون علی وجهه ویقام الی امام الکاهن بن قار وانکسأر قلب۔ فی اللیلة التي اجتمعت فیها جنود ابلیس كانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما حیئ هذه المؤمنة للحدیة الی دائرة جوق جهنم وهم صنعوا هناك دائرة اسمها جوق جهنم امرت تلك المرأة بالركوع فامتثلت ورفعت یدیهما للصلاة ففعلت واذ ذلك تلا مطران جهنم كلاماً کفراً یقشع لسماعه بالمسم كانت تلك المرأة المغرورة تعیده بصوت جهنوی و بكل خشوع وبعد الفراغ منه أعلن ایمانها وقبولها بنتاً لابلیس اللعین۔

قال ذلك المصنوع ویام واندی وبعد ان سُریت كل هذه الغرائب والمد هشات سألت احدًا من اجناد ابلیس قائلاً ما معنی كل هذا وما الباعث علی عبادتكم ابلیس وترجیها علی عبادة الله رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلك اننا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذنة والجمال فی عبادته متمكلاً بنهضة فی عبادة الله فالله الذي نقرأ عن شرائعه المملوءة بالوعید والخوف من عذاب الآخرة وترك كل ما یلذ للنفس فی العالم من اجله لا یجتذب قلوبنا الی الله بل یبعد هاعنه فالله تعالی ینكر علینا حریتة القول والعمل بما یخالف شریعتہ ویحرم كل ما تمیل الیه الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلى عكس ذلك فهو یبیح لنا التصرف كما نحب ونشتمی فایهما الافضل للشیطان أمر الله۔

هذا خلاصته ما ذكر المصنوع ویام واندی حسب ما نشره جريدة المؤید۔ اعاذنا الله من إغواء الشیطان، وهذا ناصراً طامستقیماً۔ هذا والله اعلم وعلیه احکم۔

الخضر علیہ السلام أو کالذی مر علی قریة وهي خاویة علی عرشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملک بن ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم للخضر بلیا بن ملک بن فالغ بن عابرون شالح بن اسرفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام قال وكان ابواً من الملوك اء۔

خضر ان کا لقب ہے۔ وجر لقبیہ میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانه جلس علی فرة بیضاء فصارت خضراء والفرجة وجه الارض اولانہ کان اذا صلی خضر ما حوالہ وفي صحیح البخاری عن ابی هريرة مر فیما سمی الخضر لانه جلس علی فرة فاذا هی تھتر من خلفه خضراء۔ آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسی علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اول۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلی و بلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فهو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حوا وبغیر واسطہ۔ تراہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) هو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضر بن وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابوصاتم (۳) انه من سبط ہارون اخي موسى علیہما السلام (۴) انه ابن بنت فرعون حکاکہ محمد بن ایوب (۵) انه الیسع حکى ذلك عن مقاتل (۶) انه من ولد فارس (۷) انه من ولد بعض من امن بابرہیم علیہ السلام (۸) قيل كان ابوه فارسياً وأمه سريانية۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند اکثر نبی ہیں لما فی القرآن وما فعلتہ عن امری وهذا ظاہر فی انه فعلہ یا امر لہ والقول بالا لہام بعيد اذ لا یجوز القتل بالا لہام وايضاً فكيف يكون النبي تابعا لغير النبي في قصة موسى عليه السلام۔ شیخ قشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیاً انما کان ولياً وبذلك قال كثير من الصوفية وقال الماوردي انك من الملائكة۔

اختلاف سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر عمار کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الخضر عليه السلام في البحر والیسع والیر یجتمعان كل ليلة عند الرجم الذي بناه ذوالقرنین وبحجان ويعمران كل عام ومری ابن شاہین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعة من الانبياء احياء اثنان في السماء عيسى ادريس واثنان في الارض الخضر والياس كذا في الصحابة۔

وقال النورى في التهذيب لم يكد قال الا كثرون من العلماء هو حي موحى بين اظهرنا وذلك متفق عليه عند الصوفية واهل الصلاح والمعرفة وكماياتهم في سريته والاجتماع به والاخذ عنه وسؤاله وجوابه ووجوه في المواضع الشريفة ومواطن الخیر اكثر من ان تحصر قال ابن الصلاح هو حي عند جماهير العلماء والصالحين والعامّة معهم في ذلك وانما شد بانكاره بعض المحدثين وفي آخر صحيح مسلم في احاديث الدجال انه يقتل رجلاً ثم يحيي قال ابراهيم بن سفیان صاحب مسلم يقال ان ذلك الرجل هو الخضر وكذا قال معمر في مسنده۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدل البخاری بالحدیث ان علی رأس مائة سنة لا يبقى على وجه الارض ممن هو عليها احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ۔ قال ابو حیان فی تفسیرہ للہو علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لو كان حیاً لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لو کان موسیٰ حیثاً ما وسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں حضرت علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وشری ابی حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجارت التعزیتہ فجاءہم ات یمعون حتہ ولا یروونہ فخصہ فقال السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذاتۃ الموت واما توفون اجوا کہ یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبة و خلفاً من کل ہالك ودرکاً من کل ما فات فباللہ فثقلوا وایاہ فارحوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدون من ہذا؟ ہذا الخضر و ذکر ابن حجر باسنادہ عن سراج بن عبیدۃ قال رأیت سراجاً یماشی عمر بن عبدالعزیز معتمداً علی یدہ فقلت فی نفسی ان ہذا الرجل یحایف فلما صلی قلت یا ابا حفص من الرجل الذی کان معک معتمداً علی یدک أنفاً قال وقد آیتہ یا سراج قلت نعم قال انی لارک رجلاً ہذا الخضر یبشر فی انی سألنی فاعدل قال ابن حجر ہذا اصلم اسناد وفتت علیہ فی ہذا الباب۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۴۰۔

اس قصہ سے واضح ہوا کہ حضرت علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر و ذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبداللہ بن اسعد الیافعی کان یعتقد ان الخضر حی قال فذکرت لہ ما نقل عن البخاری والحربی وغیرہا من انکار ذلک فغضب وقال من قال انہ مات غضبت علیہ قال نقلنا رجحنا عن اعتقاد موتہ ۱۰۸۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضر کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جواباً فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج ۱ ص ۱۳۹

لنا سخلفٌ شاعٌ فی خضرٍ وھل	أودی قد یمادحی ببقاء
ولکل قولٍ حجتٌ مشہورۃٌ	تسمو علی الجوزاء فی العلیاء
والمرضی قولُ الحیاةِ فکملہ	حجج تجلّ الدھر عن احصاء
خضرٌ و الیاسُ باسراضٍ مثل ما	عیسیٰ وادریس بقوا بسماء
ہذا جواب ابن السیوطی الذی	یرجی من الرحمن خیر جزاء

حافظ ابن تیمیہ وفاتِ خضر کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازماً ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علمائے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی دما
جعلنا البشر من قبلک المخلد۔ هذا والله اعلم وبغیبه احکم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسیٰ علیہ الصلاۃ
والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن
ماتان بن العازر بن ایلیو بن صادق بن عازر یون بن ایلیان بن ایلیو بن زبیب بن شلتاشیل
بن یوحینا بن یاشیا بن سراجیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب و کتابہ المصنوع
۳۹۰۔ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورہ
سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلیہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے
یحییٰ علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے و ذکر ان مریم حملت بعیسیٰ ولہا ثلاث عشرة سنۃ و
ان عیسیٰ علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین و ثلاثین سنۃ و ایاماً و ان مریم بقیت بعد رفعہ
ست سنین و کان جمیع عمرہانیفاً و خمین سنۃ و ان یحییٰ علیہ السلام قتل قبل ان یرفع عیسیٰ
علیہ السلام و مات عمران بن ماتان و ام مریم حاملہ بریم فلما ولدت مریم کفلہا زکریا و اسم ام مریم
حتۃ بنت فاقو بن قبیل و اسم اخت حتۃ ام یحییٰ الاشباع ابنۃ فاقو۔ کذا فی تاریح الطبری
ج ۱ ص ۱۱۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۵۷ لا خلاف فی ان مریم من سلالة داؤد علیہ السلام و کان
ابوہا عمران صاحب صلاۃ بنی اسرائیل فی زمانہ و کان زکریا علیہ السلام نبی ذلک الزمان زوج
اخت مریم اشباع فی قول اللہ و قیل زوجہ خالتہا اشباع۔ ۵۱۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند
عیسیٰ علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالیٰ نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفسیر میں
ہے آیت وانی اعینہ ہالک کے تحت و قول امہا کانی التنزیل وانی اعینہ ہالک و ذمیرتہما من الشیطان
الرحیم قد استجیب لہا فی هذا کما تقبل نذرہا فری ابوہریرۃ مرفوعاً ما من مولود الا والشیطان
یمسہ حین یولد فیستہل صارخاً من مس الشیطان ایاتہ الامیرم و ابنہا تم یقول ابوہریرۃ و اقرا و
ان شتم وانی اعینہ ہالک و ذمیرتہما من الشیطان الرحیم، اخرجہ احمد و اخرج احمد عن ابی ہریرۃ
مرفوعاً کل انسان تلد امہ یلکزہ الشیطان فی حنینہ الاما کان من مریم و ابنہا الم ترالی الصبی
حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول اللہ قال ذلک حین یلکزہ الشیطان بحنینہ۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں۔ لیکن جبریل کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ قالت للملائکة یریم ان اللہ اصطفاک وطهرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل واما صدیقہ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً خیرنا نسا نھا خدیجۃ بنت خویلد واخرج احمد عن انس مرفوعاً حسبک من نساء العالمین باسیرج مریم بنت عمران وأسیة امرأة فرعون وخذیجۃ بنت خویلد فاطمة بنت محمد واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعاً فاطمة سیدة نساء اهل الجنة الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردويه عن معاوية بن قرة عن ابیہ مرفوعاً کل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا ثلاث مریم بنت عمران وأسیة امرأة فرعون وخذیجۃ بنت خویلد وفضل عائشة علی النساء کفضل الثريد علی سائر الطعام۔

دوسری ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وهی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذ القیت ضرائک فاقربینہن منی السلام قالت یا رسول اللہ وهل تزوجت قبلی قال لا وکنت اللہ زوجتی مریم بنت عمران وأسیة بنت مزاحم وکلتم اخت موسی هذا واللہ اعلم۔

الملائکة علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکة من نور یسبحون اللیل والنهار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اِعلام الیکرام باحوال الملائکة العظام۔ یہ اس کا محصل ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وگنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملائک ہے۔ اصل میں مالک بتقدیم ہمزہ علی اللام تحامن الاکوۃ وہی الراسۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ما قبل کو فے بحر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کل امن باللہ وملائکته وکتابہ ورسوله۔ جس طرح عالم اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالم علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔

مذہب اول۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیف ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال برتنے پر قادر ہیں۔ فہی اجسام لطیفہ ہوائیہ تقدیر علی التشکل بأشکال مختلفہ مسکنہا السموات وهو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص ۲۱۳۔ قال الرضائی لیس هذا قول اکثر المسلمین بل اکثرهم علی انها اجسام نورانیة۔

مذہب ثانی۔ قال الشہاب الخفاجی فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۹۔ مذهب الملیتین انہم اجسام لطیفہ نورانیة قابلة للتشکل لان الانبیاء علیہم السلام کانوا یرونہم فی صور مختلفہ۔ اہ۔ و قال البیضاوی اختلف الناس فی حقیقتہم بعد اتفاقہم علی انها ذوات موحدة قائمة بانفسہا فذهب اکثر المسلمین الی انها اجسام لطیفہ قادرۃ علی التشکل بأشکال مختلفہ مستدلین بان الرسل کانوا یرونہم كذلك اہ۔ وقال العلامة الأوسی فی تفسیر ج ۱ ص ۲۱۳۔ ذهب اکثر المسلمین الی انها اجسام نورانیة وقیل ہوائیة قادرۃ علی التشکل والظہور بأشکال مختلفہ بأذن اللہ تعالیٰ۔

دیوئید کو نہم اجساماً نورانیة لا ہوائیة ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجن من مارح من نار وخلق آدم مما وصفکم۔ اخرج کثیر من ائمتنا للحدیث واخرج مسلم فی الزهد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجهول خلقت الملائکۃ من نور الا۔

مذہب ثالث۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے ہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کوکب سعادت و نحس تسمیہ کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحس رات والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری۔

مذہب رابع۔ جوس و بعض ثنویہ ظلمت و نور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ قال النیسابوری ومنہم معظم المجوس والثنویة القائلون بالنور والظلمة وانہما عندهم جوہران حسان مختلفان قادران متضادان النفس والصورۃ مختلفا الفعل والتدبیر فجوہر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیبٌ الریح کیریم النفس یسرُّ ولا یضرُّ وینفع ولا ینزع ویحیی و لا یبلی وجوہر الظلمة ضدٌ ذلک فالنور یولد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیل التناکم بل کتول الملکۃ من الحیکم والظن من المصیب وجوہر الظلمة یولد الأعداء وھم الشیاطین کتول السفن من السفینہ۔ انتہی۔

مذہب خامس۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جو انہم غیر متجزہ ہیں۔ یعنی وہ محل و مکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاریٰ کہتے ہیں انہا ہی الانفس الناطقة المفارقة لابداہا فان كانت صافية خيرة ففي الملائكة وان كانت خبيثة كثيفة فالشياطين۔ تو نصاریٰ کے نزدیک موت کے بعد روح خارج من الأبدان فرشتے کہلاتی ہیں ویرید علیہم قوله تعالى واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفة۔ لانهما قبل خلق البشر۔

مذہب سادس۔ قائلین کو نہا جو اہر غیر متجزہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انہا جو اہر جہر دوزخ مخالفة للنفوس الناطقة في الحقيقة وصرح بعض الفلاسفة بانها العقول العشرة والنفوس الفلكية التي تحرك الأقاليم۔ قال النيسابوري وقال آخرون وهم الفلاسفة انہا مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشرية وانہا اكمل قوة واكثر علماً ونسبتھا الى النفوس البشرية كنسبة الشمس الى الاضواء فنہا نفوس ناطقة فلكية ومنہا عقول مجردة ومنہم من اثبت انواعاً اخر من الملائكة وهي الارضية المدبجة لاحوال العالم السفلي خیرھا الملائكة وشریرھا الشياطين وقد استدال علیھا اصحاب المجاهدة من جهة المكاشفة واصحاب الحاجات والضرورات من جهة مشاهدة الآثار العجيبة والهداية الى المعالجات النادرة الغريبة وتركيب المعجونات واستخراج صنعة التزيينات كما يحكى انه كان بحالينوس وجع في الكبد فرأى في المنام كأن امرأ يابسه أن يفصد الشريان الذي على ظهر كفه اليمنى بين السبابة والاهام ففعل فعوفي وعما يدل على ذلك حال الرؤيا الصادقة۔ ۵۔

سراجہ دائرۃ المعارف لمحمد فرید وجدی ج ۱ ص ۲۱۳۔

بہر حال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقول عشرہ ملائکہ ہیں اور عقل فعال جو ماتحت فلک قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام ہیں عقل فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسائین مخلوق وحادث ہیں اور عقول عشرہ کو فلاسفہ قدیم وغیر حق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مأمورین اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لایعصون اللہ ما امرهم ویفعلون مایؤمروہن۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مأمورین ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً عقول عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحاب حق قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ برہمی ہو کر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

راہِ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلید و مدرکات عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات جس مشترک کا اور محافظ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات و اہم کے لیے۔ لیکن اہل اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامسا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے موجد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شکار امر اض و قضاء۔ حاجات ہے اور یہی عقول ہی اصل مشکلات و قاضی الحاجات و دفع البیات و رفع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّنَّ تَشَاءُ وَتُذِلُّنَّ مَنْ تَشَاءُ بیدار لک الحجیر۔ لیکن اہل اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق عالم و معطی و واسب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول و واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیش نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطا۔ و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن و فعلہ کن۔

سابعاً۔ جبریل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقل افعال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالیٰ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین و ما صاحبکم بمجنون و لقد رآہ بالافق المبین و ما هو علی الغیب بضین و ما هو بقول شیطان سرجم۔ قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی المنطقیین ۲۷۰ زعم بعض الفلاسفۃ ان هذا هو العقل الفعال لامداد اسم الفیض فیقال فی ردہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم و العقل الفعال لو قدر وجودہ فلا تاثیر لہ فیما تم و انما تاثیرہ عند کم فیما تحت فلك القمر فكيف ولا حقیقتہ لہ ۱۰۸۔

و بالجملہ فلاسفر جن جو اہرہ مجرذہ و نفوس مجرذہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الہمام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی اهل المنطق ۲۷۰ و ملائکہ اللہ الذین یدبرہم امر السماء والارض و ہم المدبرون امر و المقسمات امر اللہ التی اقم اللہ تعالیٰ بہا فی کتابہ لیست ہی الکواکب عند احد من سلف الاممہ و لیست الملائکہ ہی العقول و النفوس التی شہتها الفلاسفۃ المشاؤون اتباع اسرطون نحوہم و بین خطا من یظن ذلک و یجمع بین ما قالوہ و بین ما جاءت بہ الرسل و یقول ان قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل۔ ہو حجتہم علی العقل الاول و یسمونہ القلم لیجعلوا ذلک مطابقاً لقولہ اول ما خلق اللہ القلم و ذکرنا فی غیر هذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اہل المعرفة بالمحدیث بل ہو موضوع۔

ومع هذا فلفظه اول ما خلق الله العقل قال له اقبل فاقبل فقال له اذ بزفاد بز فقال وعزى ما خلقت خلقا اكرم على منك فيك اخذ وبك اعطى وبك الثواب وبك العقاب. فان كان الحدیث صحیحا فهو حجة علیهم لان معناه انه خاطب العقل في اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفيه انه لم يخلق خلقا اكرم عليه منه فهذا يدل على انه خلق قبله غيره وايضا فالعقل في لغة الرسول واصحابه وامتد عرض من الاعراض يكون مصدا عقل يعقل عقلا كما في قوله لعلم يعقلون. ولعلمكم تعقلون. لهم قلوب لا يعقلون بها ونحو ذلك تدبر ادبها الغريزة التي في الانسان. والعقل في لغة الفلاسفة جوهر مجرد قائم بنفسه فاين هذا من ذلك؟ ولهذا قال في الحدیث فيك اخذ وبك اعطى وبك الثواب وبك العقاب وهذا يقال في عقل بنى آدم وهم يزعمون ان اول ما صد عن الله جوهر قائم بنفسه وان رب جميع العالم وان العقل العاشر هو رب كل ما تحت فلك القمر منه تنزلت الكتب على الانبياء انتهى بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام میں منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفہ اسلام نے تطبیق فلسفہ و اسلام کی کوشش کی ہے وہ سہی لاحاصل ہے۔
مذہب سابع۔ بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائكة الذین ہم عباد الرحمن اناثا۔ (الرحرف)۔

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل منفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص ۲۵۷ ومن العجب ان عند الصابئة اكثر الروحانيات قابلة منفعلة وانما الفاعل الكامل واحد وعن هذا صار بعضهم الى ان الملائكة اناث وقد اخبر التنزيل عنهم بذلك وجعلوا الملائكة الذین ہم عباد الرحمن اناثا۔

مذہب ناسخ۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کو اکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ تیرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التحظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سوچ کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشهرستاني في كتابه الملل ج ۲ ص ۲۵۷ ولم ينقل للهند مذہب في عبادة الكواكب الا فرقتان توجهتا الى النيرين الشمس والقمر فعبدة الشمس زعموا ان الشمس ملك من الملائكة ولها نفس وعقل

ومنها نوى الكواكب وضياء العالم وتكون الموجودات السفلية وهي ملك الفلك فتستحق التعظيم الجود والتبخير والدعاء - اء - دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ دزعموا ان القمر ملك من الملائكة يستحق التعظيم والعبادة واليه تدبر هذا العالم السفلى والامم للجوزية فيه وبزيادة القمر ونقصانه تعرف الازمان والساعات وهي تلو الشمس وقرينها ومنها نورة - اء - هذا والله اعلم تم الفصل الاول ويكليه الفصل الثانى فى احوال جبريل وغيره -

جبريل عليه السلام - قرآن مجيد میں متکثر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امین وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور چھلچھلی انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزال عذاب و تباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل مومل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغت سریانی میں عبد اللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانی میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے ہے و سری عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبد اللہ و اسم میکائیل عبید اللہ - کذا فی العمدۃ جرمک - بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبد الرحمن یا عبد العزیز ہے۔ و کذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب و اضافت مقلوبہ ہے لہذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامة السہیلی فی الرض جرمک و اسم جبریل سریانی ومعناه عبد الرحمن او عبد العزیز هكذا جاء عن ابن عباس موقفاً و مرفوعاً أيضاً و الوقف اصح و اکثر الناس علی ان اضر الاسم هو اسم اللہ و هو ایل و كان شيخنا رحمه الله يذهب مذ هب طائفة من اهل العلم فى ان هذه الاءاء اضافة مقلوبه و كذلك الاضافة فى كلام الجهم يقولون فى غلام زيد غلام فعلى هذا يكون ايل عبارة عن العبد ويكون اول الاءم عبارة عن اسم من اسم اللہ تعالیٰ الا ترى كيف قال فى حديث ابن عباس جبريل و ميكائيل كما تقول عبد اللہ و عبد الرحمن الا ترى ان لفظ عبد يتكرر بلفظ واحد و الاءاء الفاظها مختلفه - اء -

وقال فى العمدۃ و ذهبت طائفة الى ان الاضافة فى هذه الاءاء مقلوبه فايل هو العبد و اوله اسم من اسماء اللہ تعالى و للجهم عند الجهم هو اصلاح ما فسد و هى توافق معناه من جهة العربية فان فى الوحى اصلاح ما فسد و جبر ما ورحى من الدين و لم يكن هذا الاسم معروفاً بمكة ولا بارض العرب ولذا انه عليه السلام لما ذكره لحد يجهه رضى الله عنها انطلقت لتسأل من عنده علم من الكتاب كعداس و نسطور الراهب فقال قدوس قدوس و من ابن هذا الاءم بهذه البلاد و رأيت فى اثناء مطاعتى فى الكتب ان اسم جبريل عليه الصلاة والسلام عبد الجليل وكنيته ابو القتوح و اسم ميكائيل عبد الرزاق وكنيته ابو الغنائم و اسم اسرافيل عبد الخالق وكنيته ابو المناقر و اسم عزرائيل

عبد الجبار کینتہ ابو یحییٰ -

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین - والروح و الروح القدس و الناموس الاکبر و طاووس
الملائکة بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکة والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ
پر اور مستقل ذکر جبریل کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام
افضل ملائکہ میں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکة له
ست اجنحة فی کل واحدة مائة جناح وله وراء ذلك جناحان لا ينشرهما الا عند هلاك القرى۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے
تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے
کا نام تھا۔ ففی اثرهم سل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بد من الملائکة
اقدام حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رسی اللہ وهذا الاثر یؤید قول من زعم ان
حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے
درمیان سفیر مبینی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال دوام
کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطی ان جبریل هو السفير بآیة اللہ و بین انبیاءہ و لا یعرف ذلك
لغیرہ من الملائکة انتھی۔ و اعترض علیہ بعضہم بان اسرافیل کان سفیراً بآیة اللہ و بین نبیہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم فعن الشعبی ان جاءته صلی اللہ علیہ وسلم النبوة وهو ابن اربعین سنة و قرن بنیوتہ
اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنیوتہ جبریل کذا فی السیرة الخلیبیتة ج ۱ ص ۱۳۳۔ و اخرج
احمد بن حنبل و یعقوب بن سفیان فی تاسرینہما و ابن سعد و البیهقی عن الشعبی قال نزلت علیہ النبوة
و هو ابن اربعین سنة و قرن بنیوتہ اسرافیل ثلاث سنین فکان یُعَلِّمُہ الکلمة و الشئ لا یُنزل
القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنیوتہ جبریل فنزل القرآن علی نسانہ عشرین سنة عشر
بمکة و عشراً بالمدينة۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۳۔ و روی ان اسرافیل قرن بد صلی اللہ
علیہ وسلم قبل النبوة ثلاث سنین یسمہ حتمہ و لا یرى شخصاً یُعَلِّمُہ الشئ بعد الشئ۔

و اجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ذلك بان السفير هو المرصد لذلك و ذلك لا
يعرف لغیر جبریل و لا ینافی ذلك بحی غیرہ من الملائکة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان
ولک ان تقول ان کان المراد بالمحی الیہ بوحی من اللہ تعالیٰ كما هو المتبادر فلیس فی هذا الرأیتہ ان
اسرافیل کان یاتیہ بوحی فی تلك المدة و جواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل غیرہ

من الملائكة كان يأتيه بوحى من الله قبل محي جبريل له صلى الله عليه وسلم بوحى غير النبوة ولا يخرجها ذلك عن الاختصاص باسم السفير وبان اسرافيل لم ينزل لغير نبينا صلى الله عليه وسلم من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم كما ثبت في الحديث فلم يكن السفيرين الله وجميع انبيائه قيل وانما خص بذلك لانه اول من سجد من الملائكة لادم عليه السلام هذا ما هو مذکور في انسان العيون ج ۲ ص ۲۳۵۔

حافظ سيوطی نے اپنی کتاب الحاوی للفناوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے۔ سیوطی کی عبارت حاوی یہ ہے۔

وصل کتاب الاعلام الى حلب فوقف عليه واقف فرأى قولى فيه ان جبريل هو السفيرين الله وبين انبيائه لا يعرف ذلك لغيرة من الملائكة۔ فكتب على الهامش بخطه ما نصه بل قد عرف ذلك لغيرة من الملائكة قال الحافظ برهان الدين الحلبي في شرح البخاري۔ اعلم ان في كيفية نزول الوحي على رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع صو ذكرها السهيلي في ررضه الى ان قال سابعها وحى اسرافيل كما ثبت عن الشعبي ان النبي صلى الله عليه وسلم وكل به اسرافيل فكان يترأى له ويأتيه بالكلمة والشئ ثم وكل به جبريل۔ قال ابن عبد البر في اول الاستيعاب وساق سنداً الى الشعبي قال انزلت عليه النبوة وهو ابن اربعين سنة فقرن بنبوت اسرافيل ثلاث سنين ثم نقل عن شيخه ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتداء بالوحى انتهي ما كتبه المعترض۔

واقول الجواب عن ذلك من وجوه۔ احدها ما نقله المعترض نفسه في آخر كلامه عن ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتداء بالوحى وانما قال ابن الملقن ذلك لانه الثابت في احاديث الصحيبين وغيرهما واثر الشعبي مرسل او معضل فكيف يعتمد عليه مع ثبوت خلافه في الصحيبين وغيرهما والجب من المعترض كيف اعترض بما لم يثبت مع نقله في آخر كلامه ان المشهور خلاف ما اعترض به۔

الوجه الثاني۔ ان المراد بالسفير الذي هو مرصد لذلك وذلك لا يعرف لغير جبريل ولا ينافي ذلك بمحي غيره من الملائكة الى النبي صلى الله عليه وسلم في بعض الاحيان كما ان كاتب السر مرصد للتوقيع عن السلطان ولا ينافي ذلك ان يوقع عنه غيره في بعض الاحيان فلا يسلب كاتب السر الاختصاص بهذا الاسم ولا يشاركه فيه من وقع مرة او مرتين فكذلك لا يسلب جبريل الاختصاص باسم السفير ولا يشاركه فيه احد من الملائكة الذين جاءوا الى الانبياء في وقت ما وكم من ملك غير اسرافيل جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم في قضايا متعددة كما هو في كثير من الاحاديث وجاء ملك الموت الى ابراهيم عليه السلام فشره بالخلعة فجب من المعترض كيف اقتصر على اسرافيل دون محي غيره من الملائكة۔

الوجه الثالث. ان العبارة التي اوردتها وهو السفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع واسرائيل لم ينزل الى احد غير النبي صلى الله عليه وسلم كما ورد في الحديث. وذكر بعض العلماء في حكمته انه الموكل بالنفخ في الصور والنبي صلى الله عليه وسلم بعثت قرب الساعة وكانت بعثت من اشرافها فبعث اليه اسرائيل بهذه المناسبة ولم يبعث الى نبي قبله وحينئذ فالمبعوث الى النبي صلى الله عليه وسلم فقط لا يصدق عليه انه سفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع لانه لم يكن سفيراً الا بين الله وبين نبي واحد والحكم المنفي عن الجميع لا يلزم نفيه عن فرد من افراد ذلك المجموع فلا يصح النقص به.

الوجه الرابع. انه قد ورد في الحديث ما يوهي اثر الشعبي وهو ما اخرج به مسلم والنسائي و الحاكم عن ابن عباس قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس وعند جبريل اذ سمع نقيباً من السماء من فوق فرفع جبريل بصره الى السماء فقال يا محمد هذا ملك قد نزل لم ينزل الى الارض قط قال فاتي النبي صلى الله عليه وسلم فلم عليه فقال ابشر بنورين اوتيتهما لم يثرهما نبي تلبك فاتحة الكتاب و خواتيم سورة البقرة ان تقرأهما نهما الا اوتيتهما قال جماعة من العلماء هذا الملك هو اسرائيل و اخرج الطبراني عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لقد هبط على ملك من السماء ما هبط على نبي قبلي ولا يهبط على احد بعدى وهو اسرائيل فقال انما رسول ربك اليك امراني اخبرك ان شئت نبياً عبداً وان شئت نبياً ملكاً فنظرت الى جبريل فاو ما الى ان تواضع فلو اني قلت نبياً ملكاً لسارت الجبال معي ذهباً. وهاتان القصيدتان بعد ابتداء الوحي بسنين كما يعرفهن سائر طرق الاحاديث وهما ظاهران في ان اسرائيل لم ينزل اليه قبل ذلك فكيف يصح قول الشعبي انه اتاه في ابتداء الوحي.

الوجه الخامس. انه قد اختلف في الاعلام الدليل على ذلك عقبه وهو قول ورقة جبريل امير الله بينه وبين رسوله وقول ابن سابط فوكل جبريل بالكتب والوحي الى الانبياء. وقال عطاء بن السائب اول ما يحاسب جبريل لان كان امين الله الى رسوله وميكائيل يتلقى الكتب واسرائيل بمنزلة الحاجب وقوله صلى الله عليه وسلم فاما جبريل فصاحب الحرب صاحب المرسلين الحديث و اثار اخر (وقلنا في اخر الكلام) فعرف بمجموع هذه الاثار اختصاص جبريل من بين سائر الملائكة بالوحي الى الانبياء افا كان عند المعتض من الفطنة ما يهتدى به لصحة هذا الكلام اخذ من هذه الادلة هذا اخرج الجواب والله اعلم.

سوال - جبريل عليه السلام نے کل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عدد نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں وجہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاة والسلام پر ۲۶ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاً وعشرون الف مرة ولم يبلغ احد من الانبياء عليهم السلام هذا العدد اہ۔ واللہ اعلم بصحة هذا القول ولا ادري ما جتہ۔ ومن این اخذ هذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کا ہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور توثیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایام نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایام قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد دہا پر ۳۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہو گیا اور کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ كما قال الله تعالى في بيان ليلة القدر تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم الاية۔ فعن الضحاك ان الروح هنا جبريل وانه ينزل هو الملائكة في ليلة القدر ويسلمون على المسلمين وذلك في كل سنة۔ وارضح الطبراني في الكبير عن ميمونة بنت سعد قالت قلت يا رسول الله هل يرقد الجنب؟ قال ما احب ان يرقد حتى يتوضأ فاني اخاف ان يتوفى فلا يحضره جبريل۔ قال السيوطي رحمه الله فهذا الحديث يدل على ان جبريل ينزل الى الارض ويحضر موت كل مؤمن حضره الموت وهو على طهارة۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریل اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبراني ونعيم بن حماد في كتاب الفتن من حديث الفتن عن النبي صلى الله عليه وسلم في وصف الدجال قال فيمريمكة فاذا هو مخلوق عظيم فيقول من انت؟ فيقول انا ميكائيل بعثني الله لامنعك من حرمه وبئير بالمدينة فاذا هو مخلوق عظيم فيقول من انت؟ فيقول انا جبريل بعثني الله لامنعك من حرمه۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہو کر سے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں یاگل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانه کان امیر الله المرسله۔ و اخرج ابوالشیخ عن خالد بن عمران قال جبریل امین الله الی رساله و اخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عبد القادری قال اسم جبریل فی الملائکة خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام مومنا کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر وحی کبریٰ رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریل کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی النصاب الصغری خص رسول الله صلى الله عليه وسلم برويته جبریل فی صوتہ التي خلقه الله علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلك الصورة الا نبینا علی السلام۔

کذا فی انسان العیون ج ۱ صفحہ ۲۰۰۔ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم یر جبریل فی صوتہ الا مرتین أما واحد فانه سألہ ان یریہ نفسه فاراه نفسه فسد الافق واما الاخری فلیله الاسراء عند السدقة۔ و اخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبریل فی صوتہ وله ستائة جناح کل جناح منها قد سدت الافق یسقط من جناحه من التهایل والدّر والیاقوت ما الله به علیم۔ والتهاویل الاشیاء المختلفة الالوان ومنها یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزهر التهاویل۔ و اخرج الطبرانی و احمد عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صوتہ التي خلق علیہا الا مرتین

رأه منهبطاً من السماء الى الارض ساداً عظماً خلقه ما بين السماء والارض و اخرج احمد عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رأيت جبریل منهبطاً من السماء الى الارض علیه ثياب سندس معلقاً به اللؤلؤ والياقوت و اخرج ابوالشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأيت جبریل له ستائة جناح من لؤلؤ قد نشرها مثل لیش الطرادیس۔ وفی الاحادیث و اکثر ما كنت الراه علی صورة دحية الكلبي و كنت احياً ناسراً كما عرى الرجل صاحبه من وراء الغریبال۔ و اخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمر قال کان جبریل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورة دحية الكلبي و اخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبریل یأتینی علی صورة دحية الكلبي و کان دحية رجلاً اجیباً

وجہ کبھی رضی اللہ عنہ نہایت حسین و جمیل صحابی ہیں ہود حنیہ بن خلیفہ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانہ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کافی السیرۃ للخلیبیہ ج ۱ ص ۲۵۳۔ وكان اذا اتاه على صوتة الادمی یا تہی بالوعد والباشرة۔ اہ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریرانہ مانزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظة یحیطون بہ وبالنبی الذی بوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہا لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ هذا والله اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل و میکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعا یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواح حیوانات نکالنے پر مومل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہما عزرائیل فسماء الدنيا وخلق الله رجلیہ فی تخوم الارضین وراسہ فی السماء العلیا ووجہہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اخوان بعدہ من میوت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی روحہ وینقضی اجلہ۔ قبض ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ وقال تعالیٰ حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وھم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای عون ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جمیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال و امور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعت ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الیشیح فی کتاب العظۃ عن وہب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ہم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم اجالہم فاذا توافوا النفس دفعوہا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یودی الیہ من تحت۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حلة العرش یاتی بتراب من الارض فلما ہوی لیاخذ قالت الارض اسألك بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

يكون للنار منه نصيب غدا فتركها فلما رجع الى سر به قال ما منعك ان تأتي بما امرتك قال سألتني
 بك فعضمت ان اتر شيئا سألتني بك فارسل آخر فقال مثل ذلك حتى ارسلهم كلهم فأرسل
 ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذي ارسلني احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض كلها
 من طيبها وخبيثها فجاء به الى سر به فصب عليه من ماء الجنة فصار حماً مسنوناً فخلق منه آدم - و
 اخرج ابو حذيفة اسحق بن بشر في كتاب المبتداعين ابن اسحق عن الزهري نحوه وسمى الملك المرسل
 اولاً اسرافيل والثاني ميكائيل. وخرج ابن عساکر من طريق السدي عن ابي مالك وعن ابي صالح
 عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمى المرسل اولاً جبريل والثاني ميكائيل
 وخرج ابن عساکر ايضاً عن يحيى بن خالد نحوه وسمى الاول جبريل والثاني ميكائيل وقال في آخره
 فسماه ملك الموت ووكله بالموت -

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ
 السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم
 نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمہیں ثواب ملے گا
 صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگا دو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبض ارواح
 کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک پچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے۔
 ۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقت موت ملک الموت ان سے شیطان کو
 بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔
 ۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں
 زیادہ کا ذکر ہے۔ وخرج الطبرانی في الكبير و ابن نعيم وابن منده كلاهما في الصحابة من طريق جعفر بن
 محمد عن ابي عبد الله عن المحرز بن الخزرج عن ابي عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ونظر الى
 ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال يا ملك الموت ارفق بصاحبي فانما مؤمن فقال ملك
 الموت طب نفسا وقر عيناً واعلم اني بكل مؤمن رقيق واعلم يا محمد اني لا قبض روح ابن آدم فاذا اصرخ
 صاحخ قلت في الدار معي روحه فقلت ما هذا الصارخ والله ما ظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا
 قتلنا وما لنا في قبضه من ذنب فان ترضوا لما صنع الله توجزوا وان تسخطوا تأتموا وتؤزروا وان لنا
 عندكم عثرة بعد عثرة فالحمد لله من اهل بيت شعراً لمدبر ولا فاجر سهلاً ولا جليل الا انا
 انصفهم في كل يوم وليلة حتى لا نأعرف بصغيرهم وكبيرهم منهم بانفسهم والله لو اشرت ان قبض روح

بعض صفة ما قدرت على ذلك حتى يكون الله هو يأذن بقبضها قال جعفر بن محمد بلغني انه انما تصنعهم عند مواقيت الصلاة فاذا نظر عند الموت فان كان من يحافظ على الصلوات المحسن تامنه الملك و طرد عنه الشيطان ويلقنه الملك لا اله الا الله محمد رسول الله في ذلك الحال العظيم واخرجه ابن ابي حاتم في تفسيره وابو الشيخ في العظة عن جعفر بن محمد عن ابيه مرفوعاً مضطرباً واخرج ابن ابي الدنيا و ابن الشيخ عن الحسن قال ما من يوم الا وملك الموت يتصفح في كل بيت ثلاث مرات لمن وجد منهم قد استوفى رزقه وانقضى اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله بركة وبكاء فنياخذ ملك الموت بعضا من الباب فيقول مالي اليكم من ذنب واني لما مس والله ما اكلت له رزقا ولا افنيت له عمرا ولا انتقصت له اجلا وان لي فيكم لعنة ثم عودته حتى لا ابقى منكم احد الا قال الحسن فوالله لو يرد مقامه يسمع كلامه لذهلوا عن ميتهم ولبكوا على انفسهم -

۷- نیک انسان - صالح - سخی کے ساتھ بوقت موت عزرائیل علیہ السلام نرمی و خوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے -

۸- روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور برے کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں - واخرج المزی فی الجنائز عن سلیم بن عطیة قال دخل سلمة على صديق له يعوده وهو بالموت فقال يا ملك الموت اسرفق به فانه مؤمن فتكلم الرجل وقال انه يقول اني بكل مؤمن رفيق - واخرج الزبير بن بكار عن ابن عساكر عن طريق عن حميد بن ميمون عن ابيه قال كنت فيمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنبل بمنبج وهو يحد بنفسه ولقي من الموت شدة فقال رجل ممن حضر وهو في غشيته اللهم هون عليه فانه كان وكان يثنى عليه فافاق فقال من المتكلم فقالوا افلان فقال فان ملك الموت يقول لك اني بكل مؤمن سخي رفيق ثم مات في الحال واخرج ابن ابي الدنيا عن عبيد بن عمير قال بينما ابراهيم صلوات الله على نبينا وعليه يوم ما في دائرة اذ دخل عليه رجل حسنة الشارة فقال يا عبد الله من ادخلك داري فقال ادخلنيها سريها قال سريها احق بها فمن انت قال ملك الموت قال لقد نعت لي منك اشياء ما اراها فيك قال فادبر فادبر فاذا اعيون مقبله وعيون مدبرة واذا اكل شعرة منه كانت السنان قائم فتعوض ابراهيم عليه السلام من ذلك وقال عد الى الصورة الاولى قال يا ابراهيم ان الله اذا بعثني الى من يحب لقاءه بعثني في الصورة التي سريت اولاً الشارة بشين معجزة وسراء خفيفة الهيئة -

واخرج عن وهب قال ان ابراهيم صلوات الله عليه رأى في بيته رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملك الموت قال ابراهيم ان كنت صادقا فأمرني منك أتعرف انك ملك الموت قال له

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظراً فأراه الصوق التي يقبض بها المؤمنين قال فرأى من النور
 البهار شيئاً لا يعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظراً فأراه الصوق التي يقبض بها النفار
 والنفخ اسرعت ابراهيم رعباً شديداً حتى ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وكادت نفسه ان
 تخرج - واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معاً قالما اتخذ الله ابراهيم خيلاً سال ملك الموت بـ
 ان يأذن له ان يبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهيم نبشراً فقال الحمد لله ثم قال يا ملك الموت ارني
 كيف تقبض انفاس الكفار قال يا ابراهيم لا تطيق ذلك قال بلى قال اعرض فاعرض ثم نظراً فاذا ارجل
 اسودت نال رأسه الماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة في جسده الا في صورة رجل يخرج
 من فيه ومسامعه لهب النار فغشى على ابراهيم ثم افاق وقد تحول ملك الموت في الصورة الاولى
 فقال يا ملك الموت لو لم يلق الكافر من البلاد والحزن الا صولتك لكفاه فأرني كيف تقبض انفاس
 المؤمنين قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو رجل شاب احسن الناس وجهاً واطيبهم سراً
 في ثياب بيض فقال يا ملك الموت لو لم ير المؤمن عند الموت من قررة العين والكرامة الا صولتك
 هذه لكان يكفيه -

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں
 اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرنے میں البتہ ان کے امیر
 عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے پھیلی کی طرح یاد سترخوان کے مانند یا طشت طباق
 کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔
 ۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو
 قبض روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص
 کی روح قبض کرنے کی ایک سیرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل
 جاتا ہے۔ اخرج ابو الشیخ عن الحكم بن عتيبة قال الدنيا بين يدي ملك الموت بمنزلة الطست بين
 يدي الرجل واخرج ابن ابى الدنيا والبوليبي عن اشعث بن سليم قال سأل ابراهيم صلوات الله
 عليه ملك الموت واسمه عزرائيل وله عينان في وجهه وعينان في قفاه فقال يا ملك الموت ماذا
 تصنع اذا كانت نفس بالشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتمى الرضخان كيف تصنع قال
 ادعو الامراج باذن الله فتكون بين اصبعي هاتين قال ودحيت له المرض فتزكت كالطست يتنأل
 منها حيث شاء واخرج ابن ابى الدنيا من طريق الحسن بن عامرة عن الحكم ان يعقوب علي السلام

قال لملك الموت ما من نفس منغوسمة الا انت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندي
ههنا والانفس في اطراف الارض قال ان الله يخزى الدنيا في كالتست يوضع قلام احدكم
فيتناول من اطرافها ما شاء كذلك الدنيا عندي -

واخرج الدينوري في المجالسة عن ابي قيس الازدي قال قيل لملك الموت كيف تقبض
الارواح قال ادعوها فتجيبني - واخرج ابن ابى الدنيا وابو الشيخ وابو نعيم عن شهر بن حوشب
قال ملك الموت جالس والدنيا بين مركبتيه واللوح الذي فيه احوال بني آدم بين يديه
بين يديه ملائكة قيام وهو يعرض اللوح لا يطرف فاذا اتى على اجل عبد قال اقبضوا هذا
واخرج ابن ابى حاتم وابو الشيخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسي اتفق موتها في طرفتي عين
واحد بالشرق واحد بالمغرب كيف قدرة ملك الموت عليهما قال ما قدرة ملك الموت على
اهل المشارق والمغرب والظلمات والهوى والبحر الا كرجل بين يديه ما تدق يتناول من ايها
شاء - واخرج جوير في تفسيره عن الكلبي عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذي يتوفى
الانفس كلها وقد سلط على ما في الارض كما سلط احدكم على ما في راحته ومعد ملائكة من ملائكة
الرحمة وملائكة من ملائكة العذاب فاذا توفى نفسا طيبة دفعها الى ملائكة الرحمة واذا توفى نفسا خبيثة دفعها
الى ملائكة العذاب -

واخرج ابن ابى الدنيا وابو الشيخ عن ابي المثنى المحمدي قال ان الدنيا سلهما وجباها بين فخذى
ملك الموت ومعد ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فيقبض الروح ارح يعطى هؤلاء لهؤلاء وهؤلاء لهؤلاء
يعنى ملائكة الرحمة وملائكة العذاب قيل فاذا كانت وقعت وكان السيف مثل البرق قال يدعوها
فتاتيها الانفس - واخرج ابن ابى حاتم عن زهير بن محمد قال قيل يا رسول الله ملك الموت واحد و
الرضان يلتقيان من المشرق والمغرب وما بين ذلك من السقط والهالك فقال ان الله حوى الدنيا
لملك الموت حتى جعلها كالطست بين يدي احدكم فهل يعرفته منها شئ - واخرج ابن ابى شيبه في
المصنف قال حدثنا عبد الله بن نمير عن الامش عن خيثمة قال اتى ملك الموت سليمان بن داود و
كان له صديقا فقال له سليمان ما لك تأتى اهل البيت فتقبضهم جميعا وتدع اهل البيت الى جنبهم
لا تقبض منهم احدا قال لا اعلم بما قبض منها انما اكون تحت العرش فنلقى الى صكالك فيها اسواء -
مذكور صدر حديثه من معلوم هو انك انت من عرش الربى من شخص كى نام كى پر جي (مكاف)
پہنچتی ہے - واخرج احمد في الزهد وابن ابى الدنيا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لا يعلم متى
يخصر اجل الانسان حتى يؤمر بقبضه -

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے صرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور انہر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخروج الطبرانی عن الحسن بن احمد بن حنبل قال قال جبریل مغموما واجدنی مکرم بافاستاذن ملک الموت علی الباب فقال جبریل یاھل هذا ملک الموت یستأذن علیک ما استأذن علی آدمی قبلک ولا یستأذن علی آدمی بعدک قال استأذن فأذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان الله امر سلنی الیک وامرنی ان اطیعک ان امرتنی ان اقبض نفسک قبضتها وان کرهت ترکتها قال وتفعلم ما ملک الموت قال نعم بذلک امرت فقال له یا جبریل ان الله قد اشتاق الی لقائک فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہو گئی۔ اخروج المرزوی وابن ابی الدنیاء ابوالشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملک الموت کان یقبض الامراض بغیر وجع نسبه الناس ولعنوه فشکا الی ربہ فوضع الله الادویا ونسی ملک الموت یقال مات فلان بوجع کذا وكذا۔ و اخروج ابو نعیم عن الامش قال کان ملک الموت یظہر للناس فیاتی الرجل فیقول اقض حاجتک فانی امرید ان اقبض روحک فشکا فانزل الدار وجعل الموت خفیة۔ و اخروج احمد والبخاری الحاکم وصحیح عن ابی ہریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کان ملک الموت یأتی الناس عیاناً فاتی موسی فلفطہ ففقأ عینہ فاتی ربه فقال یا رب عبدک موسی ففقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ قال له اذهب الی عبدی نقل له فلیضع یدہ علی جلد ثوب فله بكل شعرة وارث یدہ سنۃ فاناک فقال ما بعد هذا قال الموت قال فالان قال فشمہ فقبض روحہ ورحم الله الیہ عینہ فکان یأتی بعد ذلک الناس خفیة۔ و اخروج ابو حذیفۃ اصحیح بن بشر فی کتاب الشدائد بسندہ عن ابن عمر قال قال ملک الموت یا رب ان عبدک ابراهیم جریح من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال بہ العهد من خلیلہ اشتاق الیہ فبلغہ فقال نعم یا رب قد اشتقت الی لقائک فاعطاه سرحیانة فشمہا فقبض فیہا روحہ۔ و اخروج ابوالشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملک الموت قال لاجراہیم علیہ السلام ان سربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا أسألك بحق الذي أسرسلت ان تراجع في فقال ان خيلك سألتني ان اراجعت في فقال ائنه وقل له ان سراك يقول ان الخليل يجب لقاء خليل فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شريت شرا باقظ قال لا قال فاستنكحه فقبض نفسه على ذلك -

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غضبت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ نہیں رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر آمور ہوں۔
 اخرج ابو الفضل الطوسي في كتاب عيون الاخبار بسند من طريق ابراهيم وابن النجاس في تاريخ بغداد من طريق ابن هديته عن انس مرفوعا ان ملك الموت لينظرون وجوه العباد في كل يوم سبعين نظرة فاذا ضحك العبد الذي يموت اليه يقول وا عجبنا بموت اليه لا قبض -

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلف وارد ہیں بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور بی جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چوٹیوں وغیرہ و حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفع صور کے وقت تمام فرشتوں کی رو میں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی رو میں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام

و احترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشيخ والعقيلي في الضعفاء والديني عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجال البهائم وخشاش الامراض كلها والتسبيح فاذا انقضت تسبيحها قبض الله لها وليس الى ملك الموت من ذلك شيء وله طريق اخر اخرج الخطيب في الرائة عن مالك من حديث ابن عمر مثله قال ابن عطية والقرطبي وكان معنى ذلك ان الله يعدم حياتها بلا مباشرة ملك الموت واما الادبي فشره بان خلق الله له ملكا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلا لها من جسده على يده لكن اخرج الخطيب في الرائة عن مالك عن سليمان بن معمر الكلبي قال حضرت مالك بن انس و سألته رجل عن البراغيث املك الموت يقبض ارواحها فاطرق طويل ثم قال اهلها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها -
ثم رأيت جوهرا اخرج في تفسيره عن الفحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت
يقبض ارواح الأدميين فهو الذي يقبض ارواحهم وملك في الجن وملك في الشياطين وملك
في الطير والوحوش والسباع والحشاش والحيتان والغل فهم اربعة املاك والملائكة يتوتون
في الصعقة الاولى وان ملك الموت يلبس قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء في البحر فان الله يلبس
قبض ارواحهم لا يكل ذلك الى ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركب البحر البحرى سبيل تجوير
ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع والخبر شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجه عن ابى
امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح
الا شهداء البحر فان الله يتولى قبض ارواحهم. واخرج ابن ابى شيبه في المصنف عن عبد الله بن عباس
قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة في البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك
في البحر فاني قوما فاستعملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ماشاء الله ان تجرى ثم وقفت فاذا شجرة في
ناحية الماء فقال ضعوني على هذه الشجرة فوضعوها وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الى
السماء فتكلم بكلامها الذي كان يعرج به فلم يقدر على ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت من فاني
صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الى ربه فصلى ودعا الملك وطلب الى ربه ان يكون هو الذي
يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتانا حين حضر اجله فقال انى طلبت الى ربي ان
يشفعني فيك كما شفعت في وان أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من
عينه دمعة فمات -

19- ملك الموت پر کثرت سے صلاوة و سلام پڑھنے سے وہ بوقت نزع روح نریم تیرا و فراتے ہیں
اخرج ابن عساکر في تاريخه عن ابى زرعة قال قال لى نجيب بن ابى عبید البرزى رأيت ملك الموت
في النوم وهو يقول قل لأبيك يصلى على حتى ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابى بما رأيت فقال
يا بنى لا تأبى ملك الموت أنس متى بأمتك واخرج ابن عساکر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت
حدیثا رواه ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم بيوت ثلاث ليال الا وصببت مكنو
عند أسه فدعوت بدات وقرطاس لاكتب وصيتي وعلبني النوم فممت ولم اكتبها فبينما انا نام
ادخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك دارى قال ادخلنيها
سرها قلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب انى لم اوهر يقبض رحك قلت
فاكتب لى اذا ابرأة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمحدث يدي الى الدواة والقرطاس الذكى

نمت عنه وهو عند أسي فناولته فكتب بسم الله الرحمن الرحيم استغفر الله استغفر الله حتى ملا ظهر الكاغذ وبطنه ثم ناولنيه وقال هذا براءتك رحمتك الله وانتهيت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذي نمت وهو عند رأسي مكتوب بظهرة وبطنه استغفر الله هذا والله اعلم -

اسرافیل علیہ السلام - یہ جلیل القدر فرشتے ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور موکل برفیع صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابو الشیخ عن عکرم بن خالد ان رجلاً قال یا رسول الله انی الملائكة اکرمان الله؟ فقال جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فاما جبریل فصاحب الحرب صاحب المرسلین واما میکائیل فصاحب کل قطرة تسقط وکل ورقة تنبت واما ملك الموت فهو موکل بقبض روح کل عبد فی بتر او بحجر واما اسرافیل فامین الله بینته و بینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بجزا ہے (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقى الکتب واسرافیل بمنزل الحاجب کذا ذکره الحافظ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبرئیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج ابن ابی زینین فی کتاب السنة عن کعب قال اذا اراد الله ان یوحى امر اجاء اللوح المحفوظ حتى یصفق جهة اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا اهرم مکتوب فینادی جبریل فیلتبه فیقول امرت بكذا امرت بكذا فیهب جبریل علی النبی صلی الله علیہ وسلم فیوحی الیه۔ و اخرج ابو الشیخ عن ابی بکر الہذلی قال اذا امر الله بالاهر تدلت الالواح علی اسرافیل بما فیہا من امر الله فینظر فیہا اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبہ و ذکر نحوه۔ و اخرج ابو الشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق بالعرش فاذا اراد الله ان یوحى بشئ کتب فی اللوح فیجئ اللوح حتى یقرع جهة اسرافیل فینظر فیہ فان کان الی اهل السماء فعد الی میکائیل وان کان الی اهل الارض فعد الی جبریل فاؤل ما یحاسب یوم القيامة اللوح یدعی بہ ثم عد فرائضه فیقال له هل بلغت؟ فیقول نعم فیقول من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعی اسرافیل ثم عد فرائضه فیقال له هل بلغت اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی تجانی من سن الحساب ثم کذا لک۔ و اخرج ابو الشیخ عن وهیب بن الورد قال اذا کان یوم القيامة دعی اسرافیل ثم عد فرائضه فیقال ما صنعت فیما دعی

ایک اللوح؟ فیقول بلغت جبریل فیدعی جبریل تُرعد فرا نُصه فیقال ما صنعتَ فیما بلغتک
اسرافیل؟ فیقول بلغتُ الرسلَ فیوئی بالرسل فیقال ما صنعتَ فیما آدی الیکم جبریل؟ فیقولون
بلغنا الناسَ فهو قوله تعالیٰ فلنسالنک الذین اُرسل الیهم ولنسالنک المرسلین۔

واخرج ابن المبارک فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسندہ قال اول من یدعی یوم القیامة اسرافیل
فیقول اللہ هل بلغت عہدی؟ فیقول نعم ربّ قد بلغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلغتک
اسرافیل عہدی؟ فیقول نعم فیخلى عن اسرافیل فیقول لجبریل ما صنعتَ فی عہدی؟ فیقول
یا ربّ بلغتُ الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلغتکم جبریل عہدی؟ فیقولون نعم فیخلى عن
جبریل۔ الحدیث۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور
یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام
کے ساتھ رہے کما فضلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجمہا۔ لیکن بعض آثار مزبورہ میں ہے کہ اسرافیل
علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے۔ اخرج
الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هبط علیّ
ملائک من السماء ما هبط علی نبی قبلی ولا یهبط علی احد بعدی وهو اسرافیل فقال انما رسول اللہ
الیک آمرنی ان اُخبرک ان شئت نبیّاً عبداً وان شئت نبیّاً ملکاً فظرت الی جبریل فأومأ الی
ان تواضع فلوأتی قلت نبیّاً ملکاً لسارت الجبال معی ذہباً۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے
موکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی موصوّر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض
امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف باللہ الامام الشعری رحمہ اللہ فی
الیواقیت ج ۱ ص ۱۱۱ از قلت فهل الملائکة الموصوّنون بالامراض الذین یتولون تصویراً الاجتہ
ہم أعوان عزرائیل و اسرافیل؟ فالجواب ہم أعوان اسرافیل علیہ السلام الموکّل بالصوّر و اقا
اسرافیل علیہ السلام فانما هو ناظر الی صوّر الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لكل
ما خلق اللہ تعالیٰ صورةً مخصوصةً فی ساق العرش اظہرہا اللہ تعالیٰ قبل تکوینہم ثم اتہ لصویر بنی
آدم تشابہ و تشاکل فی الخلیقة لانہم علی صوۃ ابیہم آدم و آدم هو کذلک فی الصور التي تحت
العرش۔

و اليه الاشارة بقوله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق آدم على صورته وفي رأيتة على صورة الرحمن ومعناه الصورة التي صورتها الرحمن في العرش او اللوح قبل خلق آدم عليه السلام فان الخلق تعالى لا صورة له لمباينته لجميع خلقه فافهم -

فعلم ان اسرافيل ناظرًا الى الصور المنقوشة في العرش وملك الارجاج عند تصوير الجنين ناظر الى اسرافيل وتلك الصور كلها حكايه عما في علم الازلي سبحانه وتعالى فياخذ اسرافيل تلك الصور المنقوشة السماء عند الله لتلك الذرة المخلقة المبركة ثم يلقها الى ملك الارجاج وملك الارجاج يلقها الى الجنين في الرحم فيصورة بتلك الصور المعينة والقاء الصورة انما يكون بالقاء نسخها التي تليق بها -
واتما اضاف تعالى التصوير في الارجاج اليه بقوله هو الذي يصوركم في الارجاج كيف يشاء لان هذه الاسباب مقدره على قضيه علمه وتدبيره اجراء للعاده الحسنی فهو تعالى مصور للصور ومصور مصور بها لا خالق سواه ولا مصور الا هو ولذلك شدد الوعيد على من اتخذ الاصنام انتهى هذا والله اعلم -

میکائیل علیہ السلام - آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبک کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام موکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ میں اخراج ابو الیشر فی کتاب العظمة عن ابن سابط قال فی امر الکتاب کل شیء هو کائن الی یوم القیامة وکل ین ثلاثه من الملائکة فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیهم السلام وکل ایضاً بالهلکات اذا اراد الله ان یهلك قومًا وکله بالنصر عند القتال وکل میکائیل بالقطر والنبات وکل ملک الموت یقبض الانفس فاذا کان یوم القیامة عارضوا بین حفظهم وبن ما کان فی امر الکتاب فیحدون سواء -

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خرمن دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ وہی الحدیث فہم بمکة فاذا هو بخلق عظیم فیقول من انت ؟ فیقول انا میکائیل بعثنی الله لامنعہ من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں و تقادیر لکھی جاتی یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر و قضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق و نباتات و امطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الأوسی فی شرح المعانی ج ۳ ص ۲۱۱ ان ہنا ثلاثا اشیاء الاول نفس تقدیر الہی تعیین

مقادیرھا و اوقاتھا و ذلك في الأزل والثاني أظهر تلك المقادير للملائكة عليهم السلام بان تكتب في اللوح المحفوظ وذلك في ليلة النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادير في نسخ و تسليمها الى اسرئيل بن ماريان من المدثرات فتدفع نسخة الرزاق والنبات والامطار الى ميكايل عليه السلام ونسخة الحرب والرياح والجنود والزلازل والصواعق والنسف الى جبريل عليه السلام ونسخة الاعمال الى اسرافيل عليه السلام ونسخة المصائب الى ملك الموت وذلك في ليلة القدر ۱۰ - تمت رسالتى اعلام الكرام بحاصلها - هذا والله اعلم بالصواب -

ذوالقرنین رحمہ اللہ - قرآن میں یہ اسم مذکور ہے - تفسیر نذیر میں شرح ان الذین کفروا اس آء علیہم الزم میں مذکور ہیں - قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے - انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت و قوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے - یا جوج و ماجوج کی سدا اپنے بنواتی اس سدا کے طفیل آج تک یا جوج و ماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں - اس سدا کو کھڑے کھڑے ہونا اور اس میں سورخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے - اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی سدا کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچے اقلیم دنیا کے مالک تھے -

اس بات پر تو سب علماء قدما و متاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے - لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی و رسول - دونوں طرف علماء لگے ہیں بلکہ مغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے - قال ابن کثیر فی البدایہ ۲ ص ۱۰۱ والصحیح ان کان ملکاً من الملک العادلین وقیل کان نبیاً وقیل رسولاً وغرب من قال ملکاً من الملائكة وابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان ذوالقرنین ملکاً صالحاً رضی اللہ عنہ واثنی علیہ فی کتابہ وكان منصوباً وكان للخضر زبیرہ و ذکر الازرقی وغیرہ ان ذوالقرنین اسلم علی یدی ابراهیم الخلیل وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ هو اسمعیل علیہ السلام و سمری ان اللہ سخر لذی القرنین السحاب یحملہ حیث اراد -

سبب تسمیہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانه کان فی رأسہ شبہ القرنین وقال وہب کان له قرنان من نحاس فی رأسہ وهذا ضعیف اولاً لانه ملک فارس والروم فسمی به وقیل لانه بلغ قرنی الشمس غرباً وشرقاً و ملک ما بینہما من الاراضی وهذا أشبه الاقوال وهو قول الزہری وقال الحسن البصری كانت له غدیرتان من شعر یطأ فیہا فسمی ذوالقرنین -

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں - (۱) ان کا نام عبد اللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے - قالہ ابن عباس - (۲) مرزبان بن مرزبہ (۳) وقیل اسمہ الصعب بن خی مرادہا وهو اول التباعۃ وهو الذی حکم لابراہیم فی بئر السبع ذکرہ السہیلی (۴) وقیل انه افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاک (۵) و ذکرا الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ہرمس او ہرمیس بن قبطون بن
 رومی بن لطنی بن کشلہ بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندہ وقال قتادۃ اسکندہ ہوذو
 القرنین وابوہ اول القیاصرقہ وكان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر
 ج ۲ صفحہ ۱۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھے قال بلغنی اندہ ملکت الارض
 کلہا اربعۃ مؤمنان و کافران سلیمان النبی و ذوالقرنین و نمرود و یحییٰ نصر و عن الحسن کان ذو
 القرنین ملک بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط و افسانے
 معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ
 غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتے رہے اور لوگوں کو
 دعوت توحید دیتے رہے۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی
 ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب
 بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر بلایس ۳۳۶ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد
 ۳۳۶ ق م میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع و طاقت ور مملکت فارس سے اعلان
 جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق م میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قید
 بنا لیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بہت پرست تھا۔ جنگ کے قبل تنخاؤں میں
 جا کر ہتوں سے مردمانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرتا۔

۳۳۰ ق م میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین،
 عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے
 شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خون ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔
 ۳۲۴ ق م میں ہندستان (موجودہ پاک و ہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب
 سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ
 ایک راجہ بروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب
 آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے
 سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ ۳۲۵ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب و افریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمران بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ ق میں مر گیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدریہ کو حاکم بنا دیا۔ کڈانی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۲۰۳ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا۔ بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل و نحل ج ۲ ص ۱۳۴ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ہو ذو القرنین الملک دلیس هو المذكور فی القرآن بل هو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فانما عندہ خمس سنین یتعلم منها للحکمة والادب وقیل للاسکندر هذا انک تعظم مؤثرات اکثر من تعظیمک والدک قال لاق ابی کان سبب جاتی الفانیۃ ومؤثراتی ہو سبب حیاتی الباقیۃ ۱۰۸۔

فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذوالقرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازی نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر كذلك فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذا لارسطو فیکون مذهب ارسطو حقا ومرتج علیہ العلامۃ النیسابوری بان مذهب الفلاسفۃ لیس بباطل کله فر بما کان الاسکندر علی الخلق الذی فیہ دون الباطل ۱۰۸۔ بیضاوی و نیساپوری کی عبارت بھی اسی قول کی ترجیح پر وال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذوالقرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد آمون۔ کڈانی دائرۃ المعارف وغیرہا۔ معبد آمون ایک بتگردے کا نام ہے۔ وہی کتب التاریخ الموثوق بہا انما داخل بابل کان بہا الصنم المشہور باسم بعل قتراب لہ قبر بآنا علی عادتم فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ ۱۰۸۔ و فیہا تم انما تجبر و تترحق ادعی انہ ابن الالہ جو بت پرورد عال الناس الی عبادتہ ۱۰۸۔ اور ذوالقرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مومن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

عمار کی رائے میں وہی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذوالقرنین امان نون ب و امان تنخذ فیہم حسنا قال امان ظلمت سوف نعذبہ ثم یرد الی سر بہ فیعد بہ عذابا نکرا و امان امن و عمل صالحا فله جزاء حسنی۔

خامسا۔ ذوالقرنین سدر یا جوج و ماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے ہمارا سداؤ کفر نہیں کیا۔

ثالثا۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ مری ابن الکواء نے سأل علیاً رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال هو عبد احب اللہ فاجتہد وناہی اللہ فضصہ فامرہم بتقوی اللہ تعالیٰ فصر یوہ علی قرینہ فقتلوه ثم بعثہ اللہ فصر یوہ علی قرینہ فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی دوسرے سے مؤمن و موحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ مری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلاً یقول لا خیر یا ذوالقرنین فقال ما کفکم ان تتسمقوا باسماء الانبیاء حتی تشہبتم باسماء الملائکة ذکرہ السہیلی۔ اسکندر رومی جیسے بڑے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت بڑے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے۔ وعن عبد اللہ بن عمر قال کان ذوالقرنین نبیاً مری ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری ان تبع کان لعینا ام لا ولا ادری الحد و کفارات لاهلہا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبی ام لا۔ مراجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۱۔

خامسا۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الاسراق وغیرہ ان ذوالقرنین اسلم علی یدی ابراہیم الخلیل علیہ السلام و طاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ہو واسماعیل علیہ السلام۔ فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۱ ان ذوالقرنین حج ماشیاً وان ابراہیم علیہ السلام لما سمع بقدمہ تلاقا و دعاه۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ما کان ابراہیم علیہ السلام بمکة و اقبل ذوالقرنین علیہا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ہذہ البلدۃ ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ما ینبغی لی ان اربک فی بلدۃ فیہا ابراہیم خلیل الرحمن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراہیم علیہ السلام فسلم علیہ ابراہیم واعتنقہ فلکان ہر اول من عاقب عنہ السلام
وفیہ ایضاً وصف ذوالقرنین بالاکبر لاحترازاً من ذی القرنین الاصغر وهو اسکندر البیروانی
فانہ کان قریباً من عینی علیہ السلام وبن عینی وبراہیم علیہما السلام انک من النبی مستند
کان الاصغر کافراً۔ اہ۔ ہذا واللہ اعلم وعینہم اتم۔

سادساً۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطویہ یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور
ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو کی مشوروں پر
عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفہ موجب کفر ہیں۔ امام غزالی نے کتاب نہایت
فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد
یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدم ہے، محسوس
نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی وابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس
کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق و التیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا
وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہے بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار صرف ایک شے یعنی عقل اول صادر ہوئی۔ فلک
قرے نیچے یعنی زمین کے واقعات و امور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں
ہیں بلکہ عقل اول ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے
عقائد کا معتقد تھا۔ لہذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور
تھا۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین مؤمن و صالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے
اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان
کی مدح نہیں کر سکتا۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائدِ جلیلہ و ضوابطِ شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ و اہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدینار۔ مثلاً ما بقوضتہ اور فذبحوہا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرہ من الثمرات یرزقکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائلِ شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ و علماء کو ان کے اوزان و مقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ امام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزانِ شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سن لیں۔ دینار و مثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمیٰ اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقالِ ثوب جو کہ ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں سے الدینار بسنجة اهل الحجاز عشرین قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندہم مائة شعیرة۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرین قیراطاً والدہم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرةً والمثقال مائة شعیرة۔ انتھی۔ شاہی ج ۴ ص ۲۴۔ وکذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۔ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرین قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر أدرةً۔ انتھی۔ بہر حال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ مومنے میں نصابِ زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث و کتب فقہ میں مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب راجح الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً $\frac{1}{4}$ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستر بجو۔ اوزانِ مروجر میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی و بجو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رقی اور پانچواں حصہ رقی کا ہوتا ہے۔

درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابدمنہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی شہار احمد پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زربست مثقال است کہ بہت و نیم تولہ باشد و نصاب یم دو صد درہم است کہ پچاھ و شش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہر اہی نے شرح کنز کے حوالے سے نقل کیا ہے (لائ التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثنا عشر ماہجۃ (ماشہ) وکل ماہجۃ ثمانی حبتہ وعلیٰ ہذا یکون نصاب الفضة بوزن بلادنا اثنین و خمسین تولجۃ و مربع تولجۃ و ست حبات و نصاب الذہب بوزن بلادنا سبۃ تولجات و نصف تولجۃ انتہی۔ شیخ انور فرماتے ہیں سے

درہم شرعی ازین مسکین شنو

کہ آں سہ ماہہ ہست یک سرخہ دو جو

باز دینار سے کہ دارد اعتبار

وزن آں از سہ ماہہ داں نیم و چہار

صاع۔ احاف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مد بہ صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہذا ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوئی کھلاتا ہے۔ صاع کوئی دو سو ستتر تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

س رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رقی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی ۵ $\frac{1}{3}$ ۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میر ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ منظوم یہ ہے:-

- ۱- وزن مثقالے کہ مے آید بکار چار رقی آر با ماہہ چہار
- ۲- مد بود دو رطل و صاع از چار مد سیر از ہشتاد تولہ ستمد
- ۳- تولہ دو از دہ ماہہ باشد اے سیر ہشت رقی ماہہ باشد سیر سہ
- ۴- درہم شرعی زر روحانی پنجو آں سہ ماہہ یک رقی با خمس او
- ۵- یاد کن مقدار صاع ہاشمی وزنش از ارطال باشد دو و سہ

- ۶- بعد ازین صلیح حجازی را بدان پنج ارطال و شصت رطل داں
 ۷- ہشت ارطال است صلیح حنفی دو صد و ہفتاد تولہ مستوی
 ۸- شصت صیحاں یک وقت شدائے دلیر یعنی وزن شصت من دو نیم سیر
 ۹- چار و سی تولہ و یک نیم از رقی وزن رطل آمد شنوائے مبتدی
 ۱۰- ادقیہ دہ نیم تولہ مرتس آشک و زرخ در کتب چیل از درم

یعنی اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ :- عند الاحناف اقل مہروں درم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درم چوٹی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درم چاندی کا ہونا ہے جس کا وزن ہونا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے۔ پس دس درم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ بھی لہذا ایک درم چوٹی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درم یعنی اقل مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا اللہ اعلم۔

فائدہ - متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائل عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامہ تاریخ زیرین بکار کی رائے میں انسب طبقات عرب چھٹے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں :- (۱) شعب (۲) بعدہ قبیلہ (۳) بعدہ عمار (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقی نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے

للعرب العرّ باطباق عداة
 فصلها الزبير وهى ستة
 اعترذك الشعب فالفصيلة
 عماره بطن فخذ فصيلة

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ۳ پر لکھتے ہیں :-
 فالشعب اصل القبائل والقبيلة أصل العمارة والعمارة أصل البطن والبطن أصل الآخذ وال
 الفخذ أصل الفصيلة فيقال مضر شعب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل شعبه خزيمية و
 كنانة قبيلته عليه السلام وقريش عمارته عليه السلام وقصوى بطنه عليه السلام وهاشم فخذ
 عليه السلام وبنو العباس فصيلته عليه السلام أ -

ابن کلبی قبائل کے چھ طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرة رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بطنون (۷) آنخاز (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) ارباط۔ کذا فی نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمائر (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثالی الشعب و کنانہ مثالی القبیلۃ وقریشا مثالی العمائر وفسرا مثالی البطن وقصیبا مثالی الفخذ وھاشما مثالی الجیل والعباس مثالی الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۹۔ بلوغ العرب ج ۲ ص ۱۸۷۔ اللسان ج ۱ ص ۵۷۔ ج ۱ ص ۱۹۹۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۳۔ نہایۃ العرب ج ۲ ص ۲۶۲ منتخبات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۔

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمائر (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرھط (۱۱) ثم الأسرۃ (۱۲) ثم العترۃ (۱۳) ثم اللتریۃ۔ کذا فی المفصل وغیرہ۔ ہذا والله اعلم بالصواب۔

قائدہ۔ شیخ الاسلام ایک تنظیمی لقب ہے۔ آیت واذ القوا الذین امنوا قالوا امنا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و صدر مدرسین دارالعلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواہر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ و سنتہ رسولہ مع التبحر فی العلوم من المعقول المنقول و مرابما و وصف بہ من ہلغہ در جات الوکایمۃ وقد یوصف بہ من طال عمرہ فی الاسلام فذل خل

في عداد من شأب شبيبة في الاسلام كانت له نوداً - ولم تكن هذه اللفظة مشهورة بين القدماء
بعد الشيخين الصديق والفارق رضي الله عنهما فانتد ورح وصفها بذلك -

وعن علي رضي الله عنه فيما جرى الطبري في الرياض النضرة عن انس رضي الله عنه ان
رجلاً جاء الى علي رضي الله عنه فقال يا امير المؤمنين سمعتك تقول على المنبر اللهم صلني
بما أصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين فمن هم فاعز وراقت عيناه وأهملها ثم قال بوبكر
وعمر اماما الهدى وشيخا الاسلام ورجلاً قريش المقدي هما بعد رسول الله صلى الله عليه
وسلم - ثم اشتهر بها جماعة من علماء السلف حتى تبدلت على رأس المائة الثامنة فوصف
بها من لا يوصى وصارت لقباً لمن ولي القضاء الاكبر ولو عثرى عن العلم والسين فان الله وانا اليه
سراجون - انتهى -

وروى الواحدى رحمه الله تعالى ان ابن ابي ريس المناققين واصحابه استقبلهم نفر
من الصحابة فقال لقومه انظروا كيف أسرة هؤلاء السفهاء عنكم فاخذ بيد ابى بكر رضي الله
عنه وقال مرحباً بالصديق سيدي بنى تيمم وشيخ الاسلام وثاني رسول الله صلى الله عليه وسلم
في الغم الباذل نفسه وما له لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اخذ بيد عمر رضي الله عنه فقال
مرحباً بسيدي بنى عدى الفارق القوي في دينه الباذل نفسه وما له لرسول الله صلى الله
عليه وسلم ثم اخذ بيد علي رضي الله عنه فقال مرحباً بنى عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه
سيدي بنى هاشم ما خلا رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت واذا القوال الذين امنوا قالوا انما الآية على ما
ذكره البيضاوى رحمه الله تعالى -

ففي هذه الرماية اطلاق شيخ الاسلام على الصديق رضي الله عنه - قال الشيخ الشهاب
الخفاجي في شرح تفسير البيضاوى ج ٣ ص ٣٣٣ شيخ الاسلام كان في زمن الصحابة رضي الله عنهم
يطلق على ابى بكر رضي الله عنه وعمر وهما الشيخان ثم قال بعد ذكر ما قاله البخاري رحمه الله تعالى
قلت ثم صارت هذه اللفظة لقباً لمن تولى منصب الفتوى وان عرى عن لباس العلم و
التقوى

لقد هزلت حتى بدا من هزلها كلاًها وحتى ساء ما كل مفلس

وقال مولانا عبد الحى رحمه الله تعالى في اواخر الفوائد البهية ص ٣٣٣ كان العرب على ان
شيخ الاسلام يطلق على من تصد ريلافاء وحل المشكلات فيما شجر بينهم من النزاع و
لخصام من الفقهاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتهر بها من اخيار المائة الخامسة والسادة

أعلام منهم شيخ الإسلام أبو الحسن علي السعدي وشيخ الإسلام عطاس بن حمزة السعدي وشيخ الإسلام علي بن محمد الأسدي وشيخ الإسلام عبد الرشيد البخاري جد صاحب الخلاصة وشيخ الإسلام برهان الدين المرغيناني صاحب الهداية وشيخ الإسلام نظام الدين عمر ابن صاحب الهداية وشيخ الإسلام محمد الاوزجندی وغيرهم كذا ذكر الكفوي في ترجمته شيخ الإسلام محمد الاوزجندی -
هنا والله اعلم -

فائدة - كسرى وقیصر کا ذکر آیت واذ بخینا کہ من آل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔
کسری ہر بادشاہ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطان روم و شام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اولاً قیصر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ بعدہ کسری کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قيل ان اول من سُمي قيصر من ملوك الروم هو اغسطس واليه تنسب القيصرية بعدة وهو الذي غلب على ارض رجل ملك اليونان ومصر والاسكندرية من البطالسة ملوك اليونان وهو بطليموس الحديد وقد ملك ثلاثين سنة ثم ملك بعده ابنته قليطرة وكان ملكها اثنتين وعشرين سنة وكانت لها حروب بالشام ومصر مع الثاني من ملوك الروم وهو اغسطس الى ان قتل زوجها وقتلت هي نفسها وانتهت بها ملك البطالسة على مقدونية وبلاد مصر من اسكندرية وغيرها قال المسعودي في المروج -

وقال في موضع اخر من هذا الكتاب وغلبت الروم على ملك اليونانيين وكان اول من ملك من الروم فيها ساطوحاس وهو جانيوس الاصغر بن مرم بن سماحلين فكان ملكه اثنتين وعشرين سنة وقد قيل ان اول من ملك اليونانيين من ملوك الروم قيصر واسمه ها لوس ابن افليوس ثم ملك بعده اغسطس بن قيصر ستا وخمسين سنة وهذا الملك هو الاول من ملوك الروم واسمه قيصر وهو الثاني من ملوكهم -

وتفسير قيصر اي شق عنه وذلك ان امه ماتت وهي حامل به فشق بطنها فكان هذا الملك يفتخر في وقته بان النساء لم تلده وكذلك من حدث بعدة من ملوك الروم من كان من ولده يفتخرون بهذا الفعل وما كان من امهم فصارت سمة لمن طرأ بعده من ملوك الروم انتهى بتصرف مروج ج ۱۹۲ -

علم من هذه العبارة ان في اول من سمي بقيصر قولين فقيصر هو اغسطس وقيل والد اغسطس -

وهنا قول ثالث وهو ان اول القياصرة واول من سُمي به قسطنطين بن قسطنطيانى
القسطنطينية وكان زمنه بعد المسيح بثلاثمائة سنة وهو اول من تنصّر من ملوك الروم كما ذكر
ابن كثير في البداية والنهاية ج ٢ ص ١٥١ -

وذكر ابن خلدون ان اول من سُمي بقيصر يونس بن غايش من ملوك الروم وكان قبل ولادة المسيح
عليه السلام بقليل - وهذا قول رابع -

وقيل اول من سُمي بقيصر اغانيوس وكان ملكه قبل اوغسطس فهذا قول خامس كما
سياقى -

وفي العمدة ج ١ ص ١٥١ ومعنى قيصر التقيير والقاف على لغتهم غير صافية وذلك ان امته
لما اتاهها الطلق به ماتت فبقربطنها عنه فخرح حياً وكان يفتخر بذلك لانهم لم يخرج من فرج و
اسم قيصر في لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امته قطعت حتى اخرج منها وكان شجاعاً
جباراً مقداً ما في الحرب انتهى -

وقيل اصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال
للشعر - قال ابن خلدون في تاريخه ج ٢ ص ١٩٩ في تفصيل احوال ملوك الروم - انه خرج
يونس بن غايش الى جهة الاندلس وحارب من كان بها الى ان ملك برطانية واشبونة
ورجع الى رومة واستخلف على الاندلس اکتبيان ابن اخيه يونان ثم قتل يونس قتله
الوزراء فزحف اکتبيان ابن اخيه من الاندلس واخذ بثأر عمته وملك الرومة وعده يونس
هو الذي سُمي قيصر فصارت سمته لملوكهم من بعده واصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الى قيصر
ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر جاشر زعموا ان يونس ولد وشعره تام يبلغ عينيه و
يقال ايضاً للشقوق جاشر وزعموا ان قيصر ماتت امته هي مقرب فبقربطنها واستخرج يونس
والاول اصح واقرب الى الصواب وكانت مدة ملك قيصر خمس سنين -

وولد للمسيح عيسى عليه السلام لثنتين واربعين سنة تلت من ملكه وهلك
قيصر لست وخمسين من ملكه وبعد خمسة آلاف ومائتين لمبدأ الخليقة ادم عليه السلام -
انتهى ما ذكر ابن خلدون باختصار فيه اختلاط في طبع بعض الحروف فلا يعلم هل هذا الاسم
يونس بن غايش او يونس او يونس والله اعلم -

ونقل ابن خلدون عن ابن العبد مؤرخ النصارى ان امر رومة وهي بلدة كبيرة في الروم
كان سراجاً الى الشيوخ الذين يدبرون امرهم وكانوا ثلاثمائة وعشرين رجلاً لازمهم كانوا حلفوا ا

ان لا يولوا عليهم ملكاً وكانوا يقدمون واحداً منهم ويؤمنون بالشيخ وانتهى تدبيرهم الى اغانيوس
فدبرهم اربع سنين وهو الذي سمي قيصر لان امه ماتت وهو جنين في بطنها فقروا بطنها و
اخروها ولما كبرت اليها سنة هؤلاء الشيخة رقت اربع سنين ثم ولي من بعد وليوش قيصر ثلاث سنين ثم ولي من بعده
اوغشطش قيصر بن مرنوخس ولثنتين واربعين سنة من ملك اوغشطش ولد عيسى
عليه الصلاة والسلام بعد مولد يحيى عليه السلام بثلاثة اشهر - انتهى
باختصار -

وكثيراً بالكسر اشهر وجاز فقه الكاف كخافي القاموس والجمع كاسرة وكاسرة وكاسرة وكسوة والقياس
كسرون بكسر الكاف وفقه الراء كعيسون وموسون بفقه السين والنسبة الى كسرة كسرى بكسر
الكاف وتشديد الياء مثل حرمتي وكسروى بكسر الكاف وفقه الراء كذاني القاموس وغيره -
قلت ان الهمام الكبير ثعلب صنف كتاباً باسمه كتاب الفصيح صغير للجورة عليه امام
الفاخرة المشهور بالزجاج في نحو عشرة مواضع منه في مناظرة اتفقت بين الزجاج وثلث منها
ما قال الزجاج له وقلت كسرى بكسر الكاف . وهذا خطأ انما هو كسرى (بالفتح) والدليل على
ذلك انا واياكم لا يختلف في النسبة الى كسرى يقال كسروى بفقه الكاف وليس هذا مما يغير
بالنسب لبعده منها الا ترى انك لو نسبت الى معزى لقلت معزوى والى درهم قلت درهمنى
اي بكسر الميم والدال ولا يقال معزوى ولا درهمنى اي لا يقال بفتحهما كذا في معجم الادباء
لياقوت ج ١ ص ١٣١ -

قال العبد الضعيف ما اخذ الزجاج خطأ بلاهريب عند جمهور ائمة النحوي اللغاة فان
صاحب القاموس وغيره من اهل اللغة صرحوا بجواز الكسر الفتح في كاف كسرى بل الكسر اشهر
وليسير اليه قول صاحب القاموس - وكسرى ويفتح - واما قول الزجاج ان النسبة اليه كسروى
بفتح الكاف وادعى الاجماع فمردود حيث صرحوا بكسر الكاف . قال العلامة الزبيدي في
تاج العروس ج ٣ ص ٥٢٣ في شرح قول صاحب القاموس والنسبة كسرى وكسروى بكسر الكاف
فقه الراء وتشديد الياء ولا يقال كسروى بفقه الكاف انتهى -

قال صاحب القاموس كسرى ملك الفرس معرب خسرو بضم الخاء وفتح الراء اي واسع
الملك - قال شارح العلامة الزبيدي في شرحه اي هذا معناه بالفارسية هكذا ترجموه و
يعمهم المصنف ولا ادري كيف ذلك فان خسرو ايضاً معرب نحو خرشرو وكما صرحوا بذلك ومعناه
عندهم حسن الوجه والراء مضمومة وسكوت المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجيب -

ونقل شیخنا عن ابن درستیہ فی شرح الفصحیح لیس فی کلام العرب اسم اولہ مضموم و آخرہ
 واو فلذلک عربوا خسرو و بنوہ علی فعلی بالفتح فی لغتہ و فعلی بالکسر فی اخرى و ابدلوا الخاء کافاً
 علامتہ لتعربہا ثم قال شیخنا و من لطائف الادب ما اشد نیبہ شیخنا الراحم البارع ابو عبد اللہ محمد بن
 الناذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ۛ

لہ مقلدۃ یعزى لبابل سحرہا کان بہا ہارت قد اودع السحرا
 یذکر فی عہد النجاشی خالہ و اجفائہ الوسنی تذکر فی کسری
 هذا والله اعلم۔

فائدہ۔ ان قلت ما معنی الحدیث الصمیم۔ اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده واذا هلك كسرى
 فلا كسرى بعده قلنا معناه لا قيصر بعده بالشام ولا كسرى بعده بالعراق قاله الشافعي في المختصر سبب
 الحدیث ان قریشاً كانت تأتي الشام والعراق كثيراً للتجارة في الجاهلية فلما اسلموا خافوا انقطاع
 سفرهم اليهما لمخالفتهم اهل الشام والعراق بالاسلام فقال عليه الصلاة والسلام لا قيصر ولا كسرى
 ای بعدہما فی ہذین الاقلمین ولا ضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولا کسری بعدہ بالعراق ولا یكون
 کذا فی العدة ج ۱ منہ۔

فائدہ۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام و الکسری لقب کل من ملک فارس و
 کل من ملک الترس یقال لہ خاقان و کذا یسمی کل من ملک الحبشة النجاشی۔ ویسمی ملک القبط
 فرعون۔ و ملک مصر العزیز و ملک حمیر تبع۔ و ملک الهند دہمی۔ و ملک الصين فغفور۔
 و ملک الزنج غانتہ۔ و ملک اليونان بطلمیوس۔ و ملک اليهود قیطون او مانح۔ و ملک البربر
 جالوت۔ و ملک الصابئة نمرود۔ و ملک الیمن تبعاء۔ و ملک فرغانة اخشید۔ و ملک العرب
 من قبل البعج النعمان و ملک افریقیہ جرجیر و ملک خلاط شہرمان و ملک السند فوی۔ و ملک
 الخزر تبیل و ملک النوبتہ کابل و ملک الصقالبتہ ماجدًا۔ و ملک الاحمرن تقفوی۔ و ملک
 الیجات خداوند کار۔ و ملک اشروسندہ افشین و ملک خوارزم خوارزم شاہ۔ و ملک جرجان
 صول۔ و ملک آذربایجان اصبہید و ملک طبرستان ساہر و ملک اقلیم خلاط شہرمان
 و نیابتہ الرزم دمشق و اسکندییہ ملک مقوقس۔ کذا ذکر العینی وغیرہ۔ هذا والله اعلم۔

فائدہ۔ صحابی کی تعریف میں کسی اقوال ہیں۔

تعریف اول۔ هو من رأى النبي صلى الله عليه وسلم مؤمناً به ومات على الاسلام بغير ايمان
 وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقت ملاقات و روئے کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنہوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بجز راہب اور اس کے نظراء۔ رحلت میں سے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخول ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں لم یکن مرسلًا الملائکہ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ بسکی و سیوطی وغیرہ علماء کے نزدیک آپ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام بسکی نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زواج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے متحققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رویت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رویت النبوی کے موقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رویت کا موقع ملنا حکم رویت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریف ثانی ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ و مات علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریف سابقہ پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر روایت النبی علیہ السلام فی المناہک
اعتراض ہوتا ہے وفي الحديث من سألني في المنام فكلما سألني وفي رواية فقد آتني فان الشيطان
لا يمتثل لي۔ منام میں لقاء و روایت دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ روایت النبی علیہ السلام فی المناہک بلامرئ بئری سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکام
شرعیہ معنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ بقیظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرخ ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا
ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو جو اب کی وجہ سے
اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیش نظر تعریف
میں قید بقیظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریف ثالث ہو من لقی النبی علیہ السلام فی اليقظة مؤمناً بدمانہ ومات علی الاسلام۔
لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کالمین اور اصحاب
کشف اولیاء کو حالت بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت و روایت کی سعادت حاصل ہوتی ہے
کما قال بعض الاولیاء انی امری النبی علیہ السلام فی اليقظة کمرؤیتہ بعض الصحابة ایتاہ۔ اس کا
جواب اولاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکام اسلامیہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر
مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے روایت النبی فی حیاء النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیات نبویہ
میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بجا آ رہے ہیں
حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عرف میں دنیاوی حیات نہیں کھلاتی جاسکتی۔ عرف عام میں
حیات فوق الارض و حیات محسوسہ حیات کھلاتی ہے۔ اور حیات برزخ امور متوہم سے ہے۔
لہذا بذریعہ کشف روایت موجب صحابیت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت و قبل الدفن نبی علیہ
السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب بنی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصح
عدم صحابیت ہے۔ کما صرح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیش نظر وہ اطفال بھی
صحابی ہیں جنہیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ هذا الذی اختارہ البخاری و
احمد و الجھول۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایت حدیث یا شرکت غزوات یا بلوغ
یا طول صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریف رابع۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام و طالت بحالستہ مؤمناً بدمانہ ومات علی
الاسلام۔ قال النووی فی تہذیب الاسماء ج۱ ص ۱۸۱ اما الصحابی ففیہ مذہبان اصحہما و

ہو مذهب البخاری و سائر المحدثین و جماعۃ من الفقہاء و غیرہم انہ کل مسلم سآی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعةً و ان لم یجالسہ و یخالطہ۔ و الثانی و ہو مذهب اکثر اہل الاصول انہ یشرط مجالستہ و ہذا مقتضی العرف و ذالک مقتضی اللغة و ہکذا قال الامام ابو یوسف ابن الباقلا رحمہ اللہ وغیرہ۔ ۱۵۔

تعریف خامس۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ و غرامعہ و مات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ بعد البلوغ و مات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلا میں گئے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔
تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ و حفظ مرآیتہ عنہ علیہ السلام و مات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ و ضبط ائمہ غرامعہ او استشہد بین یدیکہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف ناسع۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام و کان قد بلغ سن التمییز مؤمنابہ و مات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبت ملاقات و نسبت روایت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکر ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح المتحیر الصعابی عند المحدثین و بعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلماً و مات علی الاسلام او قبل النبوة و مات قبلہا علی الخفیة کنید ابن عمر بن نفیل او اسرتہ و عاد فی حیاتہ و عند جمہول الاصولیین من طالت صحبته متبعاً لمدۃ یشیت معها اطلاق صاحب فلاں عرفاً بلا تحدید فی الاصحہ انتہی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دو بارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہب شافعی کا مقتضی ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے اخاف کے نزدیک نفس ارتدادِ مُحِطِ اعمالِ صالحہ ہے اور صحبتِ اشرفِ اعمال میں سے ہے۔ لہذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۱ لکنہم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجردة عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاء وھا سوی عبادۃ بقی سببھا کالحج وکصلاة صلاھا فارتدادنا سلم فی وقتھا علی هذا فقد یقال تعود صحبتہ مجردة عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیة النبی علیہ السلام لا تعود صحبتہ ما لم یلقہ بقاء سببھا انتہی۔

فائدہ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اول مہاجرین۔ دوم انصار۔ سوم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین و انصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اور کون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہل قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس و کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعد یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیب انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاولون قال ہم الذین صلوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعتہ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اولین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعمی۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ما ذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ هذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی التامی۔ تابعون جمع کا واحد تابع و تابعی ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ و قول ہیں۔ احدہما الذی سرائ صحابیًا اولیقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار الذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدّ لہم جحّات تجری تحتھا الانھار۔ الآیۃ۔

واما تابعو التابعین فہم الذین سرائ والتابعی ولفوا او جالسوا۔ ولہم ایضًا فضل فی الجملة

فقہ الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خیرکم قرانی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ۔ محدثین مثل سالم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اول وہ طبقہ جنہوں نے
عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت
میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولاد صحابہ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضل
تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن السیب قلیل له علقمة والاسود
فقال سعید وعلقمة والاسود وعندنا قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النضدی وقیس بن ابی
حازم وعندنا قال افضلہم قیس وابو عثمان وعلقمة ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء و
لعلہ اسراد افضلہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاولیس خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اویس القرنی ہو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خنیف الزاہد اهل
المدينة یقولون افضل التابعین ابن السیب واهل الکوفة اویس واهل البصرة الحسن البصری او۔
ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ عرب عربی و اعراب اعرابی الفاظ تفسیر بیضاوی میں منکر الذکر ہیں۔ عربی و اعرابی
میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہذا عجمی پر اطلاق عربی
نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب کے ہو یا عجم کے۔
لہذا دونوں میں نسبت عموم و خصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی
بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح
ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اعرابی کی جمع اعراب ہے باسقاط یاد النسبۃ مثل روم ورومی
وہش وحبشی۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا والشرع اعلم۔

فائدہ۔ الشیخان۔ آیت والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قراء میں مذکور ہیں۔
علم حدیث میں اور روایت حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری و امام مسلم مراد ہوتے ہیں۔
یقال مرآۃ الشیخان ای البخاری و مسلم فی صحیحہما دونوں اماموں کو امت میں عظیم منقبت
حاصل ہے کہ مباحث روایت و حدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق
شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے
شیخ و استاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد سلاۃ جمعہ

۱۴ شوال ۱۹۴ء ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریباً تک میں

مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شرب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب نحو و صرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور نحو و صرف کوفی میں کسایی و فرار مراد ہوتے ہیں۔ کتب فقه حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہ و ابو یوسف ہوتے ہیں۔ اور علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب تفسیر میں شیخین سے مراد زحمری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعری و امام ماتریدی مراد ہوتے ہیں۔

قائدہ۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث القرو و صرف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انہیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف سے علیکم سنتی وستۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔

سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیز تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری للخلفاء خمسۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انھی۔ کذا ذکر النووی فی تہذیب الاسماء ج ۱۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کانف وکلیتہ عمر عشر سنین و تمنتہ اشھر و احدًا و عشرین یومًا و قیل عشر سنین و ستۃ اشھر و اربعۃ ایام و اربعۃ ایام و عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کانف وکلیتہ اسی خلافت عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الاثنی عشر یومًا و اما عمرہ فانہ جاوز ثلثین و ثمانین سنۃ۔ اہ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۱، ص ۳۳۱۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے سواتینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان سنہ ۴۰ کو شہید ہوئے۔ پھر حسن خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی سنہ ۴۱ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہو گئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدين للحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوة من طریق سفینة مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تكون ملکا۔ وانما کملت الثلاثون بخلافة الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافة لمعاویة فی ربیع الاول من سنة ۴۱ وذلک کمال ثلاثین سنة من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنة احدى عشرة من الهجرة وهذا من دلائل النبوة صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۱، ص ۳۳۱، وقال فیہا ج ۱، ص ۳۳۱ وقد انقضت الثلاثون بخلافة الحسن بن علی فیایام معاویة اول الملك فهو اول ملوک الاسلام وخیارہم واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدة قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا الہرید رحمة ونبوة ثم یكون رحمة وخلافة ثم کان ملکا عضوضا ثم کان عتوا وجبریة وفسادا فی الارض یتحلون للہرید والفرج والخموی ویزنقون علی ذلک ینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید۔ انتہی۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاہلیتہ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاہلیتہ ہی حالۃ الناس قبل بعثتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاہلیتہ للہلاک توکید و قبل معناها للجاہلیتہ القدیمة تاء۔

زمانہ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اول جاہلیت عامہ یعنی قبل النبوة والبعثتہ کا زمانہ۔ دوم جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ ان لفظ الجاہلیتہ اسم حدیث فی الاسلام للزمان الذی کان قبل البعثتہ کذا فی المرہم ۱۶۷۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حال عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کسی آیات میں مذکور ہے آنحکم الجاہلیۃ یتبغون و من احسن من اللہ حکماً لنعلم یتوقنون۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جھلاء برائے مبالغہ و تاکید ذکر کرتے ہیں فالجاہلیۃ الجھلاء یریدون بہ الجاہلیۃ القدیمۃ کافی محیط المحيط و اساس البلاغۃ ج ۱ ص ۱۴۵۔ وقیل وکانوا اذا عابوا شیئاً واستبشعوا قالوا کان ذلک فی الجاہلیۃ للجھلاء کذا فی اقرب الموارد ص ۱۴۵۔ فالجاہلیۃ للجھلاء ہی الوثنیۃ التي حاکم بها الاسلام وقد اُتت القرآن المشرکین علی سمیتهم الوثنیۃ فقال اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحجیۃ سمیۃ الجاہلیۃ۔ جاہلیت کے معنی و ترجمہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضد علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُتمی یعنی اُن پڑھ بانفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب و مشرکین عرب اکثر اُتمی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضد علم ہے۔ لیکن جہل و جاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باشر و برسولہ فالجاہلیۃ من الجھل باللہ و برسولہ و بشر نوح الدین الالہی۔ قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہل عُربی ہے۔ عُرف عام و عرف شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارتگری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعال قبیحہ و اخلاق شنیعہ جو جاہلین عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل و جاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہذا جاہلیت ضد اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن و سنت میں جاہلیت و جاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورہ فرقان میں ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہوناً و اذا خاطبهم الجاہلون قالوا سلاماً۔ قال الطبری فی تفسیرہ ج ۱۹ ص ۱۶ انہم یمشون علیہا بالحلم لایجھلون علی من جھل علیہم۔ سورہ بقرہ میں ہے قالوا اتخذنا ہزواً قال اعوذ باللہ ان اكون من الجھلین۔ سورہ اعراف میں ہے حذ العفو و أمر بالعرف و اعرض عن الجاہلین۔ سورہ ہود میں ہے انی اعظک ان تكون من الجاہلین۔ واخرہ الترمذی عن خولۃ قالت نحوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو

مُحْتَضِينَ أَحَدَ ابْنِي ابْنَتِهِ وَهُوَ يَقُولُ أَنْكُمْ لَتُبْخَلُونَ وَتُجْتَبُونَ وَتُجْهَلُونَ وَانْكُمِلْنَ سَرِيحَاتِ
 اللَّهُ - جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷ - وروح فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذر رضی اللہ عنہ
 انک امرؤ فیک جاهلیة - و فی حدیث آخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل - و فی
 حدیث آخر اسرار فی امتی من امر الجاہلیة لا یتروکونہن الفخر بالاحساب والطعن فی
 الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحة - اخرجه احمد فی مسندہ ج ۲ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ و ج ۲ ص ۲۲۵ -
 اور تقریباً یہی معنی مراد ہے عمر بن کثوم کے اس شعر میں سے

الا لا یجھلن احدنا علینا
 فنجھل فوق جھل الجاہلین
 متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں - لسان العرب
 وغیرہ میں ہے - وذهب آخرون ان الجاہلیة من المغاضرة بالانساب والتباہی بالاحساب
 والكبر والتجبر وغير ذلك من الخلال التي كانت من ابرز صفات الجاہلین -

مراجع اللسان ج ۱۳ ص ۱۷۷ و اساس البلاغة ج ۱ ص ۱۷۷ و صحاح الجوهری ج ۲ ص ۱۶۹ و
 شرح المعلقات السبع للزوزنی ص ۱۷۷ و الاغانی ج ۲ ص ۲۱۷ و بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۷۷ -
 مستشرق کولڈزیریر لکھتا ہے للجهل ضد الخلق لا ضد العلم - اد - کتاب نجر الاسلام ص ۸۷ میں
 ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق کولڈ زہیر ان المقصود الاول من الكلمة السفه
 الذی هو ضد الخلق والافقة والحفنة والغضب وما الى ذلك من معان وهي امر كانت واضحة
 فی حياة الجاہلین و یقابلها الاسلام الذی هو مصطلح مستحدثات ایضا ظہر نظہم الاسلام و
 عمادة للموضوع لله والانقیاد له - انتہی بتصرف -

قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے - سورہ احزاب میں
 ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیة الاولى - فقیل للجاہلیة الاولى التي ولد فیها
 ابراہیم و الجاہلیة الاخری التي ولد فیها محمد کذا فی طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۳ ص ۱۳۷ - وقیل
 الاولى بن عیسیٰ و محمد - یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ و محمد علیہما
 السلام کے ماہین ہے - اور بعض کے نزدیک دو ہیں - بلوغ الارب وغیر میں ہے وقد اذی اختلاف
 فی مفہوم الآیة الی تصویر وجود جاہلیتین جاہلیة قديمة و جاہلیة اخرى ہی التي كانت عند
 ولادة الرسول صلى الله عليه وسلم وليس المعنى ان تم جاہلیة اخرى وقد اذی لفظ الجاہلیة علی تلك
 المدۃ التي قبل الاسلام كما لا یخفی - بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۷۷ -

عصر جاہلیت و مبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصر جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیاء علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصار جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذہب بعضہم الی ان الجاهلیۃ کانت فیہا بین نوح وادریس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۵۷۔ و ذہب آخرون الی انہا کانت بین آدم و نوح و انہا بین موسیٰ و عیسیٰ و الفترۃ الی کانت بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امامنتہا کما فظہن الرسول و نزول الوحی عند اکثرین اذ فتح مکہ عند جماعۃ کذا فی المفصل ج ۱ ص ۱۷۰۔

وفی الصحاح ما بین کل رسولین من مرسل اللہ عزوجل من الزمان الذی انقضت فیہ الرسالۃ۔ وفی الحدیث فترۃ ما بین عیسیٰ و محمد علیہما السلام۔ راجع لتفصیل ہذا البحث لسان العرب ج ۱ ص ۱۷۰۔ بلوغ الحرب ج ۱ ص ۱۷۰۔ تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۷۰۔ الاساطیر العربیۃ ص ۱۷۰۔ المزمع ص ۱۷۰۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۱۷۰۔ وغیر ذلک من المراجع۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی حساب الجمل۔ بحث القم کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جمل بضم جیم و فتح میم مشدد ہے۔ بعض علماء تخیف میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف بجائیہ و حروف محم مراد ہے۔ حروف بجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا تا جیم تا آخر۔ اسے حساب الجمل بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیش نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے :-

الف ۱۰۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ه ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریق ترکیب ماہرین فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ و کلمات بنتے ہیں۔ یعنی الجذر۔ ہوز۔ حطی۔ کلن۔ سفص۔ قرشت۔ نخذ۔ ضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد ترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجیب لغات میں چھٹے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ ج۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ ج ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہودیوں میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انہوں نے آلہ الر وغیرہ حروف مقطعات سے تو حساب جمل سے انہوں نے ان حروف کو مدت بقا امت محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر و کبیر۔ مثلاً صغیر میں عدد میم ۴۰ اور عدد نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمیٰ کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مستی مفردات ہی ہیں۔ اور کیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسمِ ممیم ہے۔ اور اس اسم میں دو ممیم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتاب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جبل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب و عدد کا وہ پُرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولادِ محض بن جندل بن یصوب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف و نجد کے اور بعض مکہ مکرمہ و حجاز کے اور بعض مصر و مدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذابِ یوم الظلہ کی وعید سنانی اللہ تعالیٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لہم شعیب الا تنقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذہم عذاب یوم الظلۃ انہما کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورتہ ہود والی مدین اخاہم شعیباً الی قولہ ولما جاء امرنا نجینا شعیباً والذین امنوا معہ برحمۃ منا واخذت الذین ظلموا الصبیحۃ فاصبحوا فی حیارہم جائمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ وكان اهل مدین قومًا عربیًا یسكنون مدینتہم مدین القحی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبًا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یشجر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نوب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم۔ ویقال شعیب بن ضیف بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔ بہر حال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں سے تھے۔

وفی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۱۱ وقد تنازع اهل الشرائع فی قوم شعیب بن نوبیل بن زعول ابن مضر بن عنقاد بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام وكان لسانہ العربیۃ فمنہم من رأى انہم من العرب البائدة ومنہم من رأى انہم من ولد المحض بن جندل بن یصوب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام وان شعیباً اخوہم فی النسب وقد كانوا عدة ملوک تفرقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنہم المسمی بابی جاد وھو ذو حطی وکلمن وسعفس وقرشت وھو بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھؤلاء الملوک وھی التسعة والعشرون حرفاً التی یدور علیہا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وكان ايجد ملك مكة ومايلها من الحجاز وكان هوز وحطى ملكين ببلاد ورج وهي ارض الطائف ومااتصل بذلك من ارض نجد. وكلن وسعفص وقرشت ملوكا بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكا على جميع من سمينا مشاعا متصلا على ما ذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان في ملك كلن منهم وان شعيبا دعاهم فكدنوه فوعدم بعذاب يوم الظلة ففتح عليهم باب من السماء من نار فانت عليهم فرشت حارثة بنت كلن اباهما فقالت وكانت بالحجاز

كلن هد مرر كني هلكه وسط المحله
سيّد القوم آتاه الحنف نارا تحت ظله
كونت نارا واضحت دار قومي مضمجله

وفي ذلك يقول المنتصر بن المنذر الديني

الا يا شعيب قد لظقت مقالة
وهو ملكوا ارض الحجاز وأوجها
ملوك بني حطى وسعفص ذى النكا
وهم قطنوا البيت المحرام وسرتبوا
خطوا واما موا في المكارم والفخر

ولهمؤلاء الملوك اخبار عجيبه من حرب وسير وكيفية تغلبهم على هذه الممالك وتلكم عليها و
ابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما في المرجح.

قال ابن جرير الطبري في تاريخه ج ۱ ص ۱۰۰ عن القاسم بن سليمان عن الشعبي قال ايجد هوز وحطى وكلن وقرشت كانوا ملوكا جبارة فتفكر قرشت يوما فقال تبارك الله احسن الخالقين.
لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) نسخة الله تعالى فجعله اجد هاق (اي ازدهاق)
وله سبعة امرس فهو هذا الذي بدناوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وابنه
كان ساحرا فاجرا اه. هذا والله اعلم.

فائدة الزينديق - آيت واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس كى شرح میں مذکور ہے۔ زیندیق کی تفسیر شرعی و احکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزیندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ زیندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔
امراؤل۔ زیندیق کی تفسیر میں کلام علماء و فقہاء مختلف ہے۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں۔
قول اول۔ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے نہما متقاربان اور باس معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر

ظلمت حیران آمشی فی آرزیتہا کائنی مصحف فی بیت زندیق
 قول ثانی۔ فقہار فرماتے ہیں ہومن یبطن الکفر ویظہر الاسلام کلنا فکفر
 بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کلنا فکفر وفی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن هذا التعریف
 والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فامعنی التشبیہ وجعلہ قسمًا من المنافق وایضًا اذا کان المراد
 بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی ان توبتہ مقبولہ فی احکام الدنیا اذ توبتہ المنافق مقبولہ اتفاقاً
 مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قال القونوی فی شرح البیضاوی ۲۷۱۔

قول ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدہر ای لا یؤمن بالآخرۃ
 ولا بالمخالف ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی وللبصاوی وکثیرین من
 العلماء علی قبول توبتہ الزندیق بقولہ تعالیٰ امنوا کما امن الناس فلو کان الزندیق مفسراً بهذا
 التفسیر فلا مساس لہ فی هذا المقام ولا یصح الاستدلال بهذه الآیة علی قبول توبتہ کما لا ینحی اذ
 الزندیق المفسر بهذا التفسیر یمین منافق المدینة لانہم کانوا من الیہود وکانوا معترفين بالمخالف
 وبالآخرۃ وبقضاء الدہر۔ فعمل ان هذا التفسیر محض وش۔ متعدد کتابوں میں تفسیر مذکور ہے۔ قال فی
 فتاویٰ قاری الہدایۃ الزندیق هو الذی یقول ببقاء الدہر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترک
 انتہی۔

قول رابع۔ قال العلامة ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی
 من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یشد الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتہی کذا فی الشامی ج ۳
 ۳۲۲۔ تفسیر نذر پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزر رہا ہے۔
 قول خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو ظاہر اسلام کا دعویٰ ہو لیکن سائنایا عملاً
 اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مبطن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔
 یہ مفہوم کلی ہے جو متعدد اصناف و انواع زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں
 یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدہ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ
 کی متعدد انواع جنہیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں :-

۱۔ اولاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقدر دہر کا خواہ وجود خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ہو شامل لما فی فتاویٰ قاری الہدایۃ ان الزندیق هو الذی یقول ببقاء الدہر

ويعتقدان الاموال والحرم مشتركة -

رابعاً - یہ شامل ہے اس زندقہ کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا سان عرب میں معروف ہے وہو من ينفي الباسرى تعالى او يثبت الشريك او من ينكر حركته -

خامساً - یہ شامل ہے ملحد کو بھی وہو من مال عن الشئ القويم الى جهة من جهات الكفر من الحد في الدين اى حاد و عدل - ملحد کا حکم بھی مثل زندقہ ہے اور اس کی توجیہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندقہ کی ایک قسم ہے -

سادساً - اس میں داخل ہے ایسا حتی بھی - وهو الذى يعتقد اباحة المحرمات -

سابعاً - یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں - یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلف بالصوم والصلاة نہیں ہیں - یہ بھی اباہتین کا ایک گروہ ہے - قال ابن کمال باشا فی رسالته نقلًا عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقة بين الاسلام والزندقة ومن جنس ذلك ما يدعيه بعض من يدعى التصوف انه بلغ حالة بينه وبين الله تعالى اسقطت عنه الصلاة وحل له شرب المسكر والمعاصي واكل مال السلطان فهذا مما لا اشك في وجوب قتله اذ ضرره في الدين اعظم وينفخ به باب من الاباحة لا ينسد وضرر هذا فوق ضرر من يقول بالاباحة مطلقاً فانه يمتنع عن الاصغاء اليه لظهور كفرة اما هذا فيزعم انه لم يرتكب الا تخصيص عموم التكليف بمن ليس له مثل درجته في الدين ويتدعى هذا الى ان يدعى كل فاسق مثل حاله انت هـ -

ثامناً - اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت و اہوار جن کی بدعت موجب کفر ہو - ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کر لیں اور تائب ہو جائیں فیہا در نہ وہ واجب القتل ہیں - جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کئی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں - قال فی الشامی ج ۳ ص ۲۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضة لنص القران في کفر بها - اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفت غیب کا مدعی ہوتا ہے - وفي البرزخية يکفر باء علم الغیب و باتیان الکاهن و تصد یقہ انتہی - نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی رواقض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سموات میں خرق و التیام کے منکر ہیں - یہ سب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسما علی فرقة بھی اسی زمرہ میں داخل ہے - فرقة اسماعيلية کا لقب قرامطہ و باطنیہ ہے - قال فی نو العین اهل الاهواء اذا ظهرت بدعتهم

بھیث توجب الکفر فانہ یباح قتلہم جمیعاً اذالم یرجعوا ولم یتوبوا واذ اتابوا واسلموا تقبل توبتہم
جمیعاً الا اباحتہ والغالیۃ والشیعۃ من الرافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لا تقبل
توبتہم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلہا لانہم لم یعتقدوا بالصانع تعالیٰ حتی یتوبوا ویرجعوا وقال
بعضہم ان تاب قبل الاخذ والاظہار تقبل توبتہ واکلا فلا وہو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وهو حسن
جداً۔ کذا فی الشامی۔

تائساً۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا صلح و مشرک
مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانہ حال کے زنادقہ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اے ہائش،
اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات
دین اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کر کے بطور ذمی بھی سکونت نہیں کر سکتا کیونکہ ان میں
سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہو گئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمی نہیں
بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے
مبلغ وداعی ہوں ان کی توبہ قضاء مقبول نہیں ہے اور وہ زندیق کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا
کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحتہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب
القتل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور زندیق کیا ہو گا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم
رہتے ہوئے بڑے ہو گئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعت اسلامیہ سکونت و
اقامت کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کر کے ذمی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب
القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاء مقبول نہیں ہو سکتی اور اگر داعی
و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

بہر حال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کر کے بھی دار اسلام میں
اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریات اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب
القتل ملحدین کے بیان میں و کذا من علم انہ ینکفی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ینظر
اعتقاد حرمۃ انتہی۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس کا دوزندقہ کی وجہ سے جو باطن حرمت خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمت خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہل اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن و احادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن و سنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہذا وہ مثل قرامطہ باطنیہ ہیں۔ صاحبِ مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہیں لا یجوز ان یتقرر فی دین الاسلام بحجرتہ ولا غیرہا ولا یخلع من کتفہم ولا ذبا تھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے وللحاصل انہم یصدق علیہم اسم الزندیق والمنافیق وللحد ولا یخفی ان اقرارہم بشہادتین مع هذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلہم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدہم ظاہراً الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانہم یدعون الاسلام ویقرّون بالشہادتین وبعد الظہر بہم لا تقبل توہمہم اصلاً و ذکر فی التاترخانیۃ انہ سئل فقہاء سمرقند عن رجل ینظر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنت اعتقد مع ذلك من ذہب القرامطۃ و ادعی الیہ الا ان تبث و مرجعت و هو یظہر الا ان ما کان یظہرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابو عبد الکریم بن محمد قتل القرامطۃ و استنصالحہم فرض و اما هذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتعقل یتقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذہبہ و قال بعضهم یقتل بلا استغفال لان من ظہر منہ ذلك ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ و لو قبل منہ ذلك لهدوا الاسلام و اضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلہم انتہی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زندقہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شاعرِ اشد اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو آہات المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استنزا ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کو کہ تشبہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیرہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیان باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت طور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے بر خلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیرہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہو تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیرہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہو تو وہ مرتد یا زندق ہوگا اور مرتد و زندق سے جزیرہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمال ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندق ہے کھامر التفصیل من قبل۔ لہذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دار اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندق ہے۔ وہ نصوص قطعہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشر۔ زندہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سب انبی علیہ السلام و سب الشیخین و سب عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سب زندق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شمر نبلی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سب النبی علیہ السلام سواء جاء تاباً من قبل نفسه او شہد علیہ بذلك انتہی۔ و مختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم امرتہ فتوبتہ مقبول لہ الا الکافر یست نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداً و لا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر یست الشیخین۔ و فی البحر من سب الشیخین او طعن فیہما کفر و لا تقبل توبتہ و بہ اخذ الدبوسی و ابواللیث و هو المختار للفتویٰ انتہی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یست الشیخین ویلعنہما ذہوکا فر وان کان یفضل علیہما فہی مبتدع۔

مادی عشر۔ زندق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرین حدیث بلا ریب کبار زندقہ میں سے ہیں۔ انکار حدیث مستلزم ہے انکار قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیت احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما یطقن عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٹکم الرسول فخذوا و ما نھکم عنہ

فانہوا۔ لہذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیثِ شرح قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر بڑا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریفِ قرآنِ نصوص و احادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققین شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں بھال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانہ حال میں اسلام و احکام اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زندقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زندقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہری للمتقین سے نصابِ دیہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکھو دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعلم علی شاکلتہ۔ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس دین پر قائم ہے وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات و احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر طلت شیطانہ ہے اور کفار دوزخی ہیں۔ یہ وہ چند انواع و اصنافِ زندقہ ہیں جنہیں ہماری مذکورہ صدر تفسیرِ زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواعِ طحریں میں سے بعض کی توبہ قضاۃً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زندقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکمِ زندقہ ہے اور زندقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عمل

زنداقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنقاہ خنقاہ
 وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ در مختار میں ہے الخنقاہ لا قبۃ لہ۔ شامی ج ۳ ص ۳۲
 پر ہے ان من خنقاہ مترۃ لا یقتل ومن تکرر الخنقاہ مند فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر، و
 انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الامراض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔
 انتہی بجاصلہ۔

امرتانی۔ لفظ زندیق کے اصل و ماخذ کے بیان میں متعدد دوجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اکلیل
 مغرب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر
 معنی زندہ فی الفارسیۃ ملی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زنداہ ہے اور زندامزدک مجوسی کی کتاب
 کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زن دین ای دین
 النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وهو معرب ولجمع الزنادقۃ۔ کتاب مغرب
 میں ہے الزندیق معروف وزندقۃ اندلا یومن بالآخرۃ ووحدانیتہ الخالق۔ وعن ثعلب لیس
 زندیق من کلام العرب ومعناه علی ما قولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید ان ظاہری
 معرب واصلہ زندۃ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وہم المانویۃ وکان المزدکیۃ یتمون بذلک و
 مزدک هو الذی ظہر فی ایام قباد وهو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظہر
 کتاباً باسماء زندا وهو کتاب الجوس الذی جاء بہ زرتشت الذی یزعمون اند نبی فنسب
 اصحاب مزدک الی زندا و عربت الکلمۃ فقیل زندیق۔ انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے
 معلوم ہوا کہ زندیق کا ماخذ زنداہ ہے جو نام ہے اس کتاب مجوس کا جو ان کے زعم میں زرتشت نے
 لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں محل ہے اور نظائر صحیح نہیں ہے
 صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت نبی
 مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتادیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں
 اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جاسکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً سنہ ۴۰۰ ق م کے
 قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے ” ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا
 کرتا تھا۔“ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ سنہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنس دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۲۲۰ ق م سے ۲۳۰ ق م تک ہے لیکن بعض ایسے مورخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۳۵۰ ق م کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۲۲۰ ق م سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہر حال ایرانی اور ملوک ایران غیر محسوس تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژند اوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن بہرمن نے مانی بن یزید تیلید فاروون کو مع اس کے اتباع کے ایک جیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال فی ایام مانی ہذا ظہر اسم الزنداقۃ الذی الیہ اضعیف الزنادقۃ وذلك ان الفرس حين اتاهم زرادشت بسن اسمیان بکتاہم المعروف بالبستاه باللغۃ الاولى من الفارسیۃ، وعمل له التفسیر وهو الزند وعمل لهذا التفسیر بشر حاسما البازند وكان الزند بیا نالتاویل المقدم المنزل وكان من اورمذ فی شریعتہم شیئاً بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوا الی التاویل وانہ منحرف عن الظاہر من المنزل الی تاویل ہو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنى من الفرس وقالوا زنديق وعربوا به والثبوتية ای اصحاب مانی ہم الزنادقۃ ولحق بهمؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدود العالم ادا۔
تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها والله للمجد والممتنة۔

فائدہ۔ المحدثات۔ آیت کما اضاء لهم مشوا فیہ واذا اظلم عليهم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح وال غیر مشدود متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب و تاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ طبقے ہیں۔
اول۔ جاہلیوں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانہ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم۔ مخضرمون۔ بضم میم وفتح خا معوضہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرہ راء خطا ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلدان انہ سمع فیہم محضرم بکسر الراء وبالحاء المهملة و استغربہ۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید و حسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقہ المحدثون علی کل من ادرك الجاهلیت وادرك حیاة النبی علیہ السلام ولبست له صحبۃ ولم یشرط بعض اهل اللغة نفي الصحبۃ و فی المحکم رجل محضرم اذا كان

نصف عمرہ فی الجاہلیۃ ونصفہ فی الاسلام وقال ابن فارس انہ من الاسماء التي حدثت في الاسلام
وهو من قولہم لحم مخضرم اذ لم یبد من ذکر ہوام انشی او من خضرم الشيء اذا قطعہ وخضرم فلان
عطیتہ اذا قطعہا لکانہم قطعوا عن الکفر الى الاسلام اولان سرتہم فی الشعر نقصت لان حال
الشعر انما تنبت بنزول القرآن كما قالہ ابن فارس۔

سوم۔ متقدّمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیوں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر
اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق۔

چہارم۔ مولّدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقہ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔
پنجم۔ محدثون۔ نفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقہ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام و بختری
ومتنبی۔

ششم۔ متأخرون۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز
و عراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام با تفاق علماء حجت ہے۔ قواعد عربیہ و لغات میں ان کے اشعار سے استدلال
کرناسیچ ہے۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کھربا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ
یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زرخشری
و علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کھربا درست ہے۔ کیوں کہ ان کی
روایت مقبول ہے۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ
سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظلم کے تعریہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے

هما اظلما حالاً ثمّت اَجلیا ظلّامیہما عن وجد امر د اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں فانہ ای ابوتمام وان
کان من المحدثین لکنہ من علماء العربیۃ فلا یبعد ان یجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ۔ اہ۔
ویؤیّدہ ما ذکر الازہری فی التہذیب ان کل واحد من اضاء و اظلم یكون لازماً و متقدّماً۔
قال الشہاب الخفاجی فی عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۱۳۳ و اختلف فی المحدثین فقیل لا یمسّہ
بشعرہم مطلقاً و قیل یمسّہ بہ فی المعانی دون الالفاظ و قیل یمسّہ بہن یوثق بہ منہم
مطلقاً و اختارہم الزرخشری و من حدّذوہ قال لانی اجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ اعترض
علیہ بان قبول الرأیۃ مبنی علی الضبط و الوثوق و اعتبار القول مبنی علی معرفۃ الاوضاع اللغویۃ
و الاحاطۃ بقوائینہا و من البین ان اتقان الرأیۃ لا یمسّہ اتقان الدأیۃ۔

وَالكشْف ان القول درایة خاصة فی كنف الحداث بالمعنى وقال المحقق القناری
 القول بانہ بمنزلة نقل الحديث بالمعنى ليس بسديد بل هو جعل الراوى اشبه وهو لا يوجب
 السماع الا ان كان من علماء العربية الموثوق بهم فالظاهر انه لا يخالف مقتضاها فان استوى
 به ولم يجعل دليلاً لم يرد عليه ما ذكره ولا ما قيل من انه لو فتح هذا الباب لزم الاستدلال
 بكل ما وقع في كلام علماء المحدثين كالحريري واخرابه والحجة فيما روىه لا فيما روىه وقد خطوا
 المتنبي وابتتام والبحري في اشياء كثيرة كما هو مسطور في شرح تلك الواوين انتهى. هذا
 والله اعلم بالصواب.

فائدة - الثريا۔ شرح بسطہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثریا کو اردو میں پروین
 کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھ
 ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی
 دوہین سے مجموعہ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوہین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدہ ثریا
 مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجموعہ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے
 تھے۔ وفي انسان العيون ج ۱ ص ۱۹۵ عن العباس رضى الله عنه قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم
 فقال انظر هل ترى في السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما ترى؟ قلت الثريا قال امانه سيملك هذه الامنة
 بعد ما من صلبك وقد اختلف الناس في عدد نجوم الثريا المرئية فقول سبعة اجمع وقيل تسعة وجمعا
 بينهما بان الاول يكون هو المرئي لغالب الناس ولو غير حديد البصر الثاني لمن يكون حديد البصر منهم
 واما العدد المرئي له صلى الله عليه وسلم فقول كان يرى احد عشر نجما وقيل اثنا عشر نجما وجمعا بينهما بحمل
 الاول على ما اذا لم يعين النظر الثاني على ما اذا المعن النظر وحينئذ يقتضى هذا ان تكون الخلفاء من بنى
 العباس اثني عشر امة۔ قيل كواكب الثريا ستة اوسبعة

خليلي إلى للثريا حسدٌ واني على سريب الزمان لو اجد
 تجتمع فيها شملها وهي سبعةٌ و ائقعد من أحببته وهو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں
 نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا
 کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد ورحلت احاديث صحيحة تشير الى فضل ابي حنيفة منها قوله صلى الله عليه وسلم فيما رواه

الشيخان عن ابي هريرة عن الطبراني عن ابن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كان الايمان عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس وقرأه ابو نعيم عن ابي هريرة والشيرازي والطبراني عن قيس بن سعد بن عباد بن عباد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كان العلم معلقاً عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس ولفظ الطبراني عن قيس لا تناوله العرب لئلا رجال من ابناء فارس وفي رواية مسلم عن ابي هريرة لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناوله وفي رواية للشيخين عن ابي هريرة مرفوعاً والذي نفسي بيده لو كان الدين معلقاً بالثريا لتناوله رجل من فارس هذا وقد كان جد ابي حنيفة من فارس على ما عليه الاكثرون -
قال المحافظ السيوطي هذا الحديث الذي رواه الشيخان اصل صحيح يعتمد عليه في الاشارة لابي حنيفة رحمه الله تعالى -

قال البيضاوي ان الله وصف في الاصل ثم صار له تعالى كالعلم مثل الثريا والصعق - قال الشهاب الثريا تصغير ثروى مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لكثرة كوكبه ونقل علماء المرأة ايضاً والصعق بفتح العين شدة الصوت وبكسر العين الشديد الصوت والمتوقع للصاعقة والنازلة عليه ولقب خويلد بن نفيل فارس بنى كلاب (خويلد هذا ليس الذي هو الدخيلة الكبريتية صوتها عنها) وتسكن عينه ويقال صعق كابل لقب به لان قميماً اصابوا برأسه بضربة فكان اذا سمع صوتاً صعق اولاً لما اتخذ طعاماً فكفأت الريح قدراً فلعنها فارس لئلا يرسل الله عليه صاعقة وهما وصفان في الاصل صار علماً بالغبطة والغلبة في الله والثريا نقد يريته وفي الصعق تحقيقية انتهى هذا والله اعلم وعلمه اتم -

فصل

تفسیر بیضاوی مستحی بہ انوار التنزیل و اسرار التاویل علماء و طلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرغب العلماء و الطلیبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مخلت و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانہ ماضی میں بھی علماء و طلبہ کے نزدیک اس کی حیثیت مسلم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شرح و حواشی و تعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شرح و تعلیقات و حواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شراح و محشین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء و طلبہ اس میں کافی معلومات و حقائق تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:-

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زاہد کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابو الفضل قرشی خطیب مشہور بہ کارونی متوفی ۹۲۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ جل بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل آیات بیّنات محکمۃ للذ۔

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قرمانی متوفی ۷۸۶ھ و قبل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض للذ۔

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانی۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام للذ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ و صغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شرح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید جامع شرح ہے۔

- (۷) شرح عالم وفاضل مشہور بہ روشنی آیدنی؟
- (۸) شرح وحاشیہ حافظ امام اللہ بن نور اللہ بناریؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ ہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔
- (۹) حاشیہ و شرح مولوی عبدالحکیم لکھنویؒ ابن مولوی عبد الرتب بن بحر العلوم عبد العیلم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔
- (۱۰) شرح وحاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتی۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وجد عصر و فرید دہر تھے۔
- (۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسیر سلہٹی۔ یہ بڑے عالم و صاحب تقویٰ تھے۔
- (۱۲) شرح وحاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم۔ مشہور بہ ابن تجید معلم سلطان محمد خان۔ یہ مفید جامع حاشیہ ہے جو حواشی کثافت کا لخص ہے۔
- (۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصری متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل بمیان خفی النوار التنزیل۔ اولھا الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتب الخ الامام عبد الوہاب شرانی کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقہ املاء بعد ان کف بصرہ ما قرأ علیہ۔ قال وغالبها بخطہ وخط ولدہ جمال الدین۔
- (۱۴) شرح وحاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نوادر الابکار و شواہد الافکار۔
- (۱۵) شرح وحاشیہ شیخ محمود بن حسین فضلی حاذقی مشہور بہ صادق گیلانی متوفی فی حدود ۹۷۷ھ۔ یہ سورۃ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ہدایۃ الرءایۃ الی الفارق المدادی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔
- (۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمت اللہ بن محمد متوفی فی حدود ۹۷۷ھ۔
- (۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ مناد و عوض متوفی ۹۹۳ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔
- (۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزی متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سب قول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی خفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔
- (۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصانع ضلی متوفی ۱۱۱۳ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضي فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشککہ وغریبہ کی تشریح ہے۔

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرمانی متوفی ۸۵۵ھ۔ یہ زیر اور بن پر ہے۔ اس کا نام تفسیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعی مشہور بہ عجم سنان۔ اولہ الحمد للہ الذی نقدر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ ماکادہ و ایفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینی متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورہ نبال سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنف نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامی کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعد اللہ بن عینی شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۳۵ھ۔ یہ سورہ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف اباحت پر مشتمل ہے۔ مدین کے نزدیک معتد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسام متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورہ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورہ ملک، مدثر، قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولیٰ مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۶۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن عبد الوہاب مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۶۵ھ۔ یہ سورت ظہر تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولیٰ محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاری متوفی ۹۶۷ھ۔ یہ صرف زیر اور بن سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین جلی طیب۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عبداللہ لاہوری متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وحید الدین گجراتی متوفی ۹۷۸ھ و قبل ۹۹۷ھ۔

(۳۲) شرح شیخ ملا عبد السلام لاہوری متوفی ۱۰۲۷ھ۔

(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتی متوفی ۹۸۲ھ۔

(۳۴) شرح شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ۔

آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللغات۔ و اشقۃ اللغات۔

(۳۵) تعلیقات ملا حسین ظلمانی۔ یہ سورت تیس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولھا الحمد للہ

الذی تولہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ۔

(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلینی متوفی ۹۲۲ھ۔

(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیرہ اخویں متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف

زہرا دین پر ہے۔

(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک

ہے۔

(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صد الدین شروانی متوفی ۱۰۲۰ھ۔ یہ اللہ

ذک الکتب تک ہے۔

(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایہ اللہ علانی متوفی ۱۰۳۹ھ۔

(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرا نشی۔ یہ جزر نبأ پر ہے۔

(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امین مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری حسینی۔ یہ سورت انعام

تک ہے۔

(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنوی متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔

یہ بیسی ہے طریقہ ایجاز بلکہ طریقہ تعبیہ والغاز بہ۔ اولھا الحمد للہ الذی فضل بفضلہ العالمین

علی الجاہلین الخ۔

(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمد متوفی ۹۲۵ھ۔ یہ زہرا دین پر ہے اس کا

نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔

(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک

ہے۔

(۴۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن ابراہیم حلبی متوفی ۹۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعی متوفی ۱۰۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعی متوفی بمکہ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبہ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفی۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک

جلد میں۔ پھر اس کا مکملہ سورت اسرار سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحی متوفی ۱۱۱۲ھ نے۔

(۵۱) حاشیہ عزالدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعی متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیہ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفی شیخ سیوطی متوفی ۸۷۷ھ۔

(۵۳) حاشیہ سرئی الدین محمد بن ابراہیم دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصانع ،

متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیہ ابن بلال حنفی محمد بن علی۔

(۵۵) حاشیہ قاضی عبدالکلیم بن شیخ نصوص رومی حنفی متوفی ۱۰۸۵ھ۔ یہ زہراؤں کی سورت

نسا پر ہے۔

(۵۶) حاشیہ قاضی محمد بن یوسف حمیدی متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیہ صدر عبداللہ بن محمد رومی معروف بہ آلتونی جو کہ زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیہ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزی متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیہ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازی متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیہ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمن شافعی متوفی ۸۹۰ھ۔

(۶۱) حاشیہ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکی معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیہ شیخ بوری بن بدرالدین حسن دمشقی متوفی ۱۲۲۳ھ۔

(۶۳) حاشیہ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفی مدرس دمشق مشہور بہ شامی

متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیہ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزر نبأ

پر ہے۔

- (۶۵) حاشیہ مولانا عبدالحکیم حنفی سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۶ھ۔
 (۶۶) حاشیہ السید اسد الشریف علی بن محمد جانی متوفی ۱۰۱۶ھ۔
 (۶۷) حاشیہ نور الدین محمد بن عبد الہادی حنفی نزہیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۸ھ۔
 (۶۸) حاشیہ بہاؤ الدین محمد بن حسین العالمی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی
 البیتہ۔

(۶۹) حاشیہ قنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفی متوفی ۱۰۹۵ھ
 یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔

- (۷۰) حاشیہ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفی متوفی ۱۰۳۰ھ۔
 (۷۱) حاشیہ عضد الدین عبد الرحمن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفی متوفی ۸۸۵ھ۔
 (۷۲) حاشیہ محمد بن حمزہ حنفی نزہیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
 (۷۳) حاشیہ مولیٰ محمد رومی امام جامع محمود باشا متوفی ۹۷۳ھ۔
 (۷۴) تخریج شیخ عبد الرؤف مناوی۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے مسمیٰ بہ الفتح
 السماوی تخریج احادیث البیضاوی۔ اولہ اللہ احمد ان جعلنی من خدام اہل الكتاب۔
 (۷۵) تطبیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسی متوفی ۹۰۳ھ۔
 (۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی ل محمد بن محمد بن عبد الرحمن المعروف بامام الکالیۃ شافعی قاہری
 متوفی ۸۷۴ھ۔

(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۵ھ یہ
 فہرہ لا یرجعون تک ہے۔

- (۷۸) حاشیہ ابراہیم بن محمد مصری شافعی متوفی ۱۰۷۹ھ۔
 (۷۹) حاشیہ محمود بن عبد اللہ موصلی مفتی متوفی ۱۰۸۲ھ۔
 (۸۰) حاشیہ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ صاحب البحر المتقی۔
 (۸۱) حاشیہ احمد بن زوفیق قاضی حنفی گیلانی متوفی ۱۰۵۰ھ۔

(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامة البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ هذا العبد الضعیف
 وشرحی له هذا خصنتہ فی نحو خمسين مجلدًا اوسمیتہ بازهار التسهیل وسمیت مقدماتہ بانتمار
 التکمیل وھذا ترجمتی۔

فانا عمل مولیٰ ابن العارف باللہ الزاهد التقی المولیٰ شیر محمد منحہ اللہ فی الجنة تصوی العسجد

مولدى كنه خيل وهى قرية بين جبلين من مضافات بلدة ومد يريته ديره اسماعيل خان فى اقليم سرحد من الباكستان كان جدنا الاعلى من سكان بلدة غزنى او من سكان حوايلها من ولاية افغانستان واسم جدنا هذا السيد الشيخ احمد الرحمان وقبره فى سفح جبل من جبال غزنى بزار مشهور فى تلك البلاد وكان من كبار اولياء الله تعالى وكذلك ابى كان من الاولياء الزاهدين العارفين ومن اهل الكشف والمعرفة الباطنية .

وكان ابى دائم الاستغراق فى مراقبة الله وصفاته واموال الاخرة ومع فقره كان جوده ومخافة مشهوراً ولا يزال اهل القرية يذكرن قصص جوده العجيبة واحوال استغراقه ومراقبته وبصيرته القلبية قرأ ابى بعض الكتب الدينية على بعض العلماء فى قرية كنه خيل .

مات ابى فى مرض طويل مرض اجتماع الماء فى البطن والمعدة وكنت عند موته صغيراً ابن خمس سنوات بل اصغر .

وعند زيارتي لقبر والدى سمعت مراراً من داخل قبرة تلاوة القرآن الشريف خصوصاً تلاوة سورة الملك التى هى منجية تلاوة واضحة جيدة بلسان فصيح وصوت حسن يأخذ بمجامع القلوب ويجذبها كأنه زمارة من مزمارير آل داود وكنت اشعر بخوف وقشعريرة اؤلاً وكانت امى تشجعنى وتقول لى لا تخف فاستأنست بالتلاوة وزال الخوف من سماع تلاوة القرآن من داخل قبرة وهذا من عجائب الكرامات . وفى كتب التاريخ ان بعض الناس كانوا يسمعون من قبر ثابت البناني العارف بالله تلاوة القرآن الشريف . ثم بعد موت الاب سرتنى امى الذكرة لله كثيراً الصائمة القائمة بالله وقاسينا مصائب وشدائد فى زمن الصغر .

وقرأت اوائل كتب الفقه وجميع كتب الفارسية على بعض علماء القرية . ومع اشتغالى بهذه الدرس من الزمن الطفولية اخدم امى واساعدتها فى امور تتعلق بدخل البيت وخارجة اشتغلت جمع العلف لبعض دواب البيت وخدمت اتيان الماء من بعيد وكان الماء فى بعض الايام على بعد ثلاث اياميال . ثم خرجت باشارة صهرى زوج اختى للخليفة احمد رحمه الله لتصيل العلم الى بلدة عيسى خيل وهذا اول خروجى لطلب العلم حينما كان عمرى نحو احدى عشرة سنة او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدة كتب منه فى اشهر عديدة على شيخى الخليفة محمد رحمه الله باشراف المفتى محمد رحمه الله .

ثم ذهبت معه الى قرية اباخيل من قرى مديريته بنون فمكثت فيها سنتين وحفظت هناك جميع كتب الصرف الى الفصول الاكبرية وكتب النحوى الكافية واوائل كتب المنطق على

مولانا جان محمد وعلى المفتي الكبير الزعيم الشهير في العالم مولانا محمود ثم ذهبت مع الشيخ المفتي
المذكو إلى قرية عبد الخليل فبقيت معه هناك نحو سنتين وقرأت عليه شرح الجامعي ومختصر
المعاني والمنطق إلى سلم العلوم والمقامات واصل الشاشي وشرح الميذبي لهداية الحكمة وشرح
الوقاية وبعض كتب القراءة والتجويد -

ثم سافرت إلى أكوڑه خٹک ومكثت في دار العلوم الحفائية نحو سنتين وقرأت هناك جميع
كتب المنطق الآ القاضى مبارك وجميع كتب الفلسفة وافليدس والميراث واصل الفقه
آ التلويح والتوضيح وقرأت المطول وجميع كتب الادب العربي -

وسافرت من أكوڑه خٹک في الاجازات السنوية اجازات شهر رمضان الى بلدة
سراويلندي فقرأت ترجمة القرآن الشريف بتامد على المفسر الكبير جامع الفنون مولانا غلام الله
خان رحمة الله تعالى -

ثم ذهبت إلى ملتان ودخلت في الجامعة الكبيرة قاسم العلوم فمكثت فيها ثلاثة اعوام و
تخرجت من جميع العلوم من الفقه والحديث والتفسير والمنطق والاصول وعلم القراءة قرأت
السبع -

ثم عيّنت مدرساً في مدرسة مطلع العلوم في بلدة كوٹله من اقليم بلوچستان الى
مدة ثم في مدرسة اسلامية في بلدة بويواله ثم في قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم في الجامعة
الاشرفية ببلدة لاهور منذ سنة ١٩١٤ وأنا إلى الآن فيها مشغول بالتدريس والحمد لله
رب العالمين -

ثم ان الله تعالى وسبحانه على في باب العلم منناً ونعملاً لا تعدُّ ولا تحصى خصني بامور
عظيمة شريفة ومين عظيمة منيفة من بين علماء هذا العصر اقول هذا تحدياً بتأجعة الله
الكريم وشكراً الجزيل الاله لا فخر اورياء وكيف يفخر من اوله نطفة واخرة جيفة وبين يديها
القبر وعقبات الاخرة لا يدي فيها مصيرة وفيها يسئل عن ذرة ذرة من اعماله
ما بال من اوله نطفةً وجيفةً اخرة يفخر

فيمّا من الله تبارك وتعالى به على اني ماسكنت في مدرسة وجامعة للتحصيل الآ و
انا اسبق الطلبة وفي قهرم في نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقني في ذلك احد منهم
بل ما ساء اني منهم طالب قط وهكذا كان حالي الى ان تخرجت من العلوم كلها حتى ان بعض
الطلبة من الرفقاء يجتهدون الى غاية ويحفظون كتب الدرس للامتحان خفية كي يفوقوني في

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما فتح احد بمرامه هذا والله الحمد. وحتى ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحذرون ويتعجبون من شدة ذكائي ووقفة حافظتي وسعة مطالعتي واحاطتي بما في كتب الدرس زمن التعلم. وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوى عنها الكشخ اختصاراً.

ومما من الله تبارك وتعالى به علي اني كثيراً ما كنت احل المسائل المشككة في الفنون او العبارات الصعبة في الكتب حلا يندمغز بها الاشكالات في زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلها المدرسون الكبار بل اساتذتي العظام فكانوا يختبروني بأسئلة استصعبوها او عجزوا عن حلها ويمتحنوني في الدرس بمراضع صعبة من العبارات في الكتب التي قد قضا عليها بالغلط وانالا اعرف حالهم فكننت احلها بداهة واقتررتقريباً ينتمى بها اشكال الكلام وينحل المرام فينتعجبون تعجباً وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالى وسبحانه ولا فخر. وهذا امر غريب قلما سراه احد من العلماء في المعلمين وهنا غير واحد من الاجناسر القصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها.

ومما من الله تبارك وتعالى ان الخصلة المذكورة لي باقية الى الان بل ازودت ازوياداً بتوفيق الله تعالى واحسانه والله الحمد والمنة. فاذا ذكرتوفيق الله تعالى في اثناء الدروس للطلبة وفي التصنيفات توجيهات واسراراً من عند نفسي في حل العضلات العلمية والمغلقات من فنون شتى كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربية وغير ذلك. فلي توجيهات جيدة وتقريرات قويتة في غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصاخر الازهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلعت عنها الزير. ومصطفى ودرسي شاهد اعدل على ذلك ومن شك فليرجع الى كتبي نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك.

ومما من الله تعالى به علي انه وفقني بفضلله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلعت عنها الزير واستنباط غير واحد من توجيهات ووجه ما فتق بها الأذان من قبلي وذلك عند حل سوال علمي مهم ودفن مشكلة علمية قويتة حتى اني سر بما ذكر في حل سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجيبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدة مات وكتبي تنباك ما سطرته اطلعت وحققت ويثلم بها صدك ان فتشت ودققت.

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنية والوجه العلمية نعمة من الله تعالى عظيمة. ولا يقدر على الاستكثار هذا الا من سرق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقة النظر ذاكرة قويةً وذهناً غواصاً بفضل الله وكرمه. وانشئت مصداق ذلك فارجم الى
بعض تصانيفي فذكرت في كتابي فتح العليم نحو مائة وتسعين جواباً وتوجيهاً لحل الاشكال العظيم
في تشبيه حديث كما صليت على ابراهيم. مع اسرار ودقائق علمية كثيرة من هذا الباب.

حتى قال بعض العلماء بعد ثرية فتح العليم ما سمعنا ان احداً من العلماء القدماء ذكر مسألة
علمية هذا القدر من عذ الاجبة والتوجيهات بل ولا نصفها. وقال بعض كبار ائمة الحرمين
الشريفين عند مطالعة فتح العليم ان امثال هذه التحقيقات لا يقدر عليها عامة علماء العصر
واما كان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة واكثر من ذلك.

وانتهيت في فتح الله وجرة خصائص الجلالة الى ما ينيف على خمسين وسبع مائة خاتمة
فلا يطلع احد من الفضلاء على هذا الكتاب الا وهو يتعجب من جم هذه الخصائص الكثيرة اقول
هذا تحديتاً ولا فخر.

ورأيت في السلف الشيخ العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى متازاً في هذه اللصلة السنية
حيث سلك في غير واحد من كتبه هذا المسلك من ذكر اجوبته ووجه كثيرة محل سؤال واحد او
ايضاح مطلب واحد فانما متبع منهج وسالك سبيله وان كنت قليل البضاعة ذاقم مكسور
صد مصدور وانى للظالم ان يدك شأ والضليع.

أَسِيرُ خَلْفِ رِكَابِ التَّعْجِبِ ذَا عَمْرَجٍ مَوْمِلًا جَبْرًا وَلَا قَيْتُ مِنْ عَمْرَجٍ
فَإِنْ حَقَّقْتُ بِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا سَبَقُوا فَمَنْ لَرَبِّ السَّمَاءِ فِي النَّاسِ مِنْ فَرْجٍ
وَإِنْ ظَلَلْتُ بِفَقْرِ الْأَرْضِ مِنْ قِطْعًا فَمَا عَلَى عَمْرَجٍ فِي ذَلِكَ مِنْ حَمْرَجٍ

وحق وللحق احق ان يحق ان البعيد قريب اذا التقى العزم والتوفيق كما ان القريب بعيد اذا اتلقى
التفريط والتعوي.

ومما من الله تعالى به على تصنيفي لكتب كثيرة في فنون شتى وسهل الله لي طريقتي التاليف
والتصنيف واسباب ذلك بتوفيقه وفضله فصنفت نحو مائة كتب في فنون مختلفة
من التفسير والحديث والمنطق والفلسفة والهيئة والنجوم القديمة والحديثية وعلم المراتب
وعلم الاعداد والصرف والنحو وسائر العلوم العربية والبلاغية وعلم التاريخ وغير ذلك واقول كما
قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة معقدة من مهات الفنون والعلوم الا وانا استطيع
بفضله تعالى كرمه ان اولف فيها كتاباً كبيراً او رسالة بتوفيق الملك المنعم والحمد لله على احسانه
وكرمه.

ومتأ نعمة الله تعالى به على في باب التصنيف ان جعل تسريدي للتصانيف تبييضاً لها و
مُسَوِّدَةً مَبْيُضَةً عَلَى مَا جَمَعَتْ عِلْمًا كَثِيرًا وَحَوَالِئَ عَلَى كِتَابِ الْإِعْتَمَادِ مُتَوَفَّرَةً وَوَلَّاهُ الْحَمْدَ وَالْمُنْتَهَى
وَلَا فُخْرَ -

وهذه خصلة نادرة الوجود من الله تعالى وسببها بهما على فيما بين العلماء الكبار فان
المصنفين اغلبهم يسودون أولاً بجمع المسائل من غير رعاية ترتيب ومن غير لحاظ تحسين نحو
ذلك ثم يرجعون ويكرهون النظر فيها فيبيضون بتغيير ما كتبوا أولاً وابقاع نبذ من المحسوس و
الاثبات فيها وكون المسودة مبيضة قل من يتصف بها ويُعد هذا الوصف من النوادر و
يورد في اثناء المدائح -

ولذا قال الشيخ عبد المحي الكنوي رحمه الله واني احمد الله حمداً كثيراً على انه جعلني
فيما بين علماء عصرى متصفاً بهذه الصفة وجعل مسودتي لمؤلّفاتى مبيضة او كما لمبيضة اه
وقال الجلال السيوطي رحمه الله في طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدين الشيرازي
شاحر حكمة الاشراف والقانون والتحفة الشاهية ونهاية الادراك ان مسودته مبيضة اه -
ومتأ من الله تعالى به على التبحر في العلوم كلها العقلية والعقلية من التفسير الحديث
والفقه والكلام والاصول والمعاني والبيان والنحو الصرف والاشتقاق واللغة العربية و
سائر علوم العربية وما يتعلق بذلك والمنطق والطبيعات والاهليات وعلم السماء والعالم و
الهندسة وعلم الهيئة القديمة اليونانية والهيئة الحديثة الكوبرنيكسية - ولى تصانيف
في هذه العلوم وتعاليق على كتبها -

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجيدة غير واحد من الفنون التي لا يعرفها علماء العصر فضلاً
عن التبحر والتمهر فيها - ومشايخي الكبار واكابر علماء العصر الذين هم في مرتبة مشايخي
يعترفون لي بذلك وربما جعلوني حكماً في تحقيق بعض المسائل المختلفة المهمة ومرتباً
فوقهم الى تحقيق مباحث مهمة معضلة معجز عن تحقيقها علماء الزمان عن اخرهم وطلبوا
متى بسطها وتحقيقها فحققتها بالادلة المقنعة واستقصيت الكلام فيها بالادلة الشافية
الكافية بتوفيق الله تعالى وفضله فسأتم لذلك واعجبهم ما ذكرت وعلما بوفوق ما صررت و
حَقَّقْتُ وَوَلَّاهُ الْحَمْدَ وَالْمُنْتَهَى -

وبالجملة سهّل الله تعالى لي هذه العلوم لاسيما العلوم العقلية من المنطق والفلسفة
بانواعها حيث وهب لي فيها مقام المجتهد المطلق - فابحث في فصولها وابوابها واحكامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذكو الحقائق السنية وايراد الدقائق العلية حسب اصول المعقول كافي
 مجتهد ها ومؤتسها واغوص في مباحث لم يفض فيها احد قبلي واستنبط علومها واسرارها لم يطمتهن
 احد من قبلي واستنبط خرائد لم يطمتهن احد غيري .

وابدي في الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات المخفية والعلوم المسترساة ما
 يظن السامع ان عمرى مضى في هذا الفن الواحد وفي استحكامه . وهكذا حال درسي لجميع كتب
 الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لي في جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع
 من النقض والابرام على وفق الاصول وضبطي للاصول والفرع . وكثرة ما يقع سمعه من بدائع
 اللطائف والطائف البدائع . والله الحمد ولا فخر . ذكرت نبذا مما من الله به علي تحدياً بالنعمة و
 ترغيباً للطلبة والعلماء في جمع العلوم وهداية لهم الى مسالك الفنون وشارة لهم الى ان من جدّاً
 وَجَدَّ وَمَنْ دَقَّ الْبَابَ وَتَجَّرَ لَيْلٍ وَلَنِعْمَ مَا قِيلَ
 بِجَدِّ لَا يَجِدُ كُلَّ جَدِّ
 وَهَلْ جَدُّ بِلَا جَدِّ بِمَجْدٍ
 هذا والله اعلم وعلما تم وفضله اجل ونعمه اكل -

فصل

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطار کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ
الاطیاء لا تحط عن مقام البیضاوی ومكانته فانہ عالم کبیر محقق مدق ولقد احسن من قال لیس العالم
الکبیر الذی لا یخطئ بل الکبیر من تعدد اخطاؤه وتحد دو تقل۔

(۱) بیضاوی نے منالہم کمثل الذی استوقد ناراً کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوجود
والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول یعنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور تفسیر
قول خلاف اولیٰ ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت و علماء محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت و محققین کے نزدیک
یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنى الافعال کا استجاب
بمعنی اجاب و حکي الامام ابونید اوقد و استوقد بمعنى كاجاب و استجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوجود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اوقد وھا
ہے ای طلباً ناراً فاوقد وھا۔ قول بالحدف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنوہم کا
مفہوم درست ہو جائے۔ کیونکہ ذھاب نور وجود نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلب نار سے تحقق نار
لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقد وھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلتما اضاءت میں فارتفع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبل اضاءة سبب ہوگا اضاءة
کے لیے۔ اور اضاءة کی ترفع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلب و قود پر۔ اور ایقاد سبب اضاءة تو ہو سکتا
ہے طلب و قود نہیں ہو سکتا۔ بہر حال حسب تفصیل بیضاوی یہاں پر اشکال عظیم ہے جو بغیر قول
بالحدف مندرج نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحدف ہے۔ جب بغیر حدف کلام بن سکے تو
قول بالحدف کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۲) فلتما اضاءت ما حالہ کی ترکیب میں بیضاوی نے متعدد احتمالات تبعاً للز مخشری
ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما
موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزید ہے اور حوالہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ ابعید ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصاً زیادتِ
ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اول اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی امكنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح
لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معین پر وال ہوگا اور تقدیر فی مکانِ معین میں جائز نہیں
ہے۔ اس لیے جلستُ المسجد غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظرفِ مکانیہ
مہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرة فی الموصول المعرب، عن المكان المعین۔
نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وهو لزوم المكان للمكان واتحاد الظرف مع المظروف
وهو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہو کر۔
اور حول سے بھی مراد امكنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور ما سے بھی مراد امكنہ ہیں کما صرح بہ
البيضاوی۔ والتقدير فلما اضاءت الناس الامكنة التي بنيت في الامكنة۔ پس لازم آیا کہ
امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور ما سے جو امکنہ مراد ہیں حولہ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے
لزوم ظرفیۃ الشيء لنفسه واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا بیضاوی کا یہ قول
درست نہیں ہے۔ علامہ نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہر حال اس قسم کا قول بغیر ضرورت
اور دیگر احتمالات صحیح کے ہوتے ہوئے نہ بیضاوی جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن
کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ ما زائدہ ہونہایت بعید و باطل ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت
قرآن میں قول ہر زیادہ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت
مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلام عرب میں جلستُ ما مکاناً یا جلستُ ما یوم النخیس مسموع
نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابو جیان نحوی بحر محیط
جلد اول صفحہ ۱۰۱ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد التزم زمخشری بهذا
الوجه مع انه لا يحفظ من كلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما یوم الجمعة۔
انتهی بتصرف۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں لا حاجة الى اسرتکاب ما قل استعماله لاسيما زيادة ما هنا حتى ذكرها
انها لم تسمع هنا ولم يحفظ من كلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما یوم الجمعة۔

ویا لیت شعری من این اخذ ذلک الزمخشری و کیف تبعہ البیضاوی انتہی۔ شرح المعانی
ج ۱ ص ۱۹۵۔

(۳) مالک یوم الدین میں ایک قرأتِ مَلِکِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قرأتیں ہیں۔ امام عاصم و کسائی یہاں پر مالک پڑھتے ہیں اور باقی قرأتِ مَلِکِ پڑھتے ہیں۔ بیضاوی قرأتِ مَلِکِ کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وہو المختار لانه قراءة اهل الحرمین للبیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرأتِ ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرأتِ مؤخرین کے نزدیک قرأتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرأت پر دوسری قرأت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرأت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قرأتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے متواتر ثابت ہیں۔ بہر حال کسی ایک قرأت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کسی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کر کے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جا سکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہر حال اولیٰ و احسن ہے قال ابن شامة قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءة مالک و مالک حتی بالغ بعضهم الی حد یکاد یسقط وجه القراءة الاولیٰ و هذا لیس بجمع بعد ثبوت القراءتین و انصاف الربہما بمعناہما انتہی۔

(۴) بیضاوی محققین کا ملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علمِ حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مس و تعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر و محقق کے لیے یہ بڑا نقص و عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع و ضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیہم العذاب حتی ما قضیاً فیقرأ صبی من صبیانہم فی الكتاب الحمد للہ سرت العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنہم بذلک العذاب اسربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقي انه موضوع۔

(۲) اسی طرح آیت و اذا القوا الذین امنوا قالوا امنا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان هذا الحدیث ای حدیث

قصہ سر نہیں المنافقین منکر و هو سلسلہ الکذب لاسلسلۃ الذہب و آثار الوضیع علیہا لا تختہ۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار و احادیث موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت
زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا اخلوا الی شیطانہم
کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیطانین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور ہمند
سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کاتصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا
اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہو گا نہ کہ صغار منافقین الا ان یقال ان قول
البیضاوی ہذا منبوع علی غیر تلک الرایتہ لکن فیہ بعد لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمذک ما قال
البیضاوی علی ما ذکرہ البہاء العالمی عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ ہود لیسلوکم ایکم احسن عملاً
ان الفعل معلق عن العمل وقال فی سورۃ الملک نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ ہود بان التورۃ
کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورۃ المؤمنون نقیض ذلک۔ وقال عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ
مریم وكان رسولا نبیا ان الرسول لا یلزم ان یكون صاحب شریعۃ وقال فی سورۃ الحج
نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ الفل بان سلیمان علیہ السلام توجه الی الحج بعد اتمام بیت
القدس قال فی سورۃ سبأ نقیض ذلک ہذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغب سے نقل فرماتے ہیں اور کثافت سے بھی اخذ کرتے
ہیں۔ لیکن گاہے گاہے تقلید زنجشیری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو
ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جوہر اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتب
لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شبانین
شان نہیں ہے۔

مثلاً ویدہم فی طغیانہم یعمون میں لکھتے ہیں من مد اللیش و آمدہ اذا زادہ و قوله
لا من المد فی العمر فانہ یعدی باللآم کاملی لہم ویدل علیہ قرأۃ ابن کثیر و یدہم اہ
بجاصلہ۔ قرأت ابن کثیر میں یمد بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قرأ یمد بفتح یا وضم میم
من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مد مجرور کے دو معنی ہیں اول زیادت۔ دوم افعال۔ اور
مد فی العمر بمعنی افعال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللآم ہے۔ اور امداد بمعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدد فی العمر یعنی اہمال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاوی کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول اس لیے کہ مد بمعنی اہمال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح امداد اکا معنی صرف زاوۃ زیادۃ نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی اہل اہمالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوهري مد الله في عمرة ومدته في غيبه اي امهله وطول له وسرى عن ابن عباس ان المد ههنا بمعنى الاملاء والاملاء هو الامهال۔ علامہ آوسی لکھتے ہیں ولحق ان الامهال هنا محتمل واليه ذهب الزجاج وابن كيسان فقد ورد عند من يعول اليه من اهل اللغة كل منها ثلاثياً ومزيداً ومعدي بنفسه وباللام وكلاهما من اصل واحد ومعناها يرجع الى الزيادة كثيراً او كيقاً انتهى۔

(۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر بزرگے بعض مواضع میں مذہب متکلمین کی بجائے مذہب فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاج عالم الی الموشر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواهر والاعراض فانها لا مکانها وافتقارها الی مؤثر واجب لذاته تدل علی وجودہ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی الموشر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفہ یونان کا مسلک ہے متکلمین کے نزدیک علت احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہب متکلمین کے مقابلہ میں مذہب فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گا ہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص و مرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاوی جیسے متکلم و امام علماء اسلام کے شایان شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بیان میں لکھتے ہیں وقيل المغضوب عليه اليهود لقوله تعالى فيهم من لعنه الله و غضب عليهم والضاالين النصارى لقوله تعالى قد ضلوا من قبل و اضلوا كثيراً وقد سري مرفوعاً اء۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد في مسنده وحسنه ابن جبران في صحيحه عن عدی بن حاتم واخرجه ابن مردويه

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیہم قال ہم اليهود ولا الضالین قال النصارى وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔
یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع و اجمال سے اپنی رائے پر اعتماد و محرکے بیضاوی نے کس طرح اور کیوں کر عدل کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح و اقویٰ شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اتقا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلاف اولیٰ ہے۔
مثلاً بیضاوی نے سورت یس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری مستقر لہا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری مستقر لہا ای لحد معین ینتہی الیہ دورھا نشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ اولکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیہا بطناً بحیث یظن ان لہا هناك وقفتہ قال ے والشمس حیزری لہا بالبحر تدوم۔ اولاستقرار لہا علی نجر مخصوص اولمنتہی مقدر لکل یوم من المشرق والمغرب فان لہا فی دورھا ثلاثا وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیہا الی العام القابل اولنقطع جریہا عند خراب العالم انتہی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیت متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے
اخبرہ الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر اتدری این تذهب ہذا قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انہا تذهب فتستأذن فی السجود فیؤخذن لہا وکأنہا قد قیل لہا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربہا قال ثم قرأ وذلك مستقر لہا قال وذلك فی قراءة عبد اللہ۔ ہذا حدیث حسن صحیح۔
ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبد الحق فی المعانی قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لہا فی التفسیر وجوہ غیر ما فی ہذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ هو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاء انہ ذکر وجوہا فی تفسیرہ ولم یدکر ہذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلك تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلك ونی کلام الطیبی ایضاً ما یشر بضمیق الصدّ نسأل اللہ العالیة انتہی۔
کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کسی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانہ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ فی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والآخرۃ و لیس بینی و بینہ نبی۔ وفی سرائیۃ اخری لیس بینی و بینہ نبی و کلام رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجمہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۲ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثہ من بنی اسرائیل و واحداً من العرب و هو خالد بن سنان و بعدہ حنظلہ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرہب بعد خالد بمائتہ سنۃ انتہی۔ هذا واللہ اعلم۔

فصل

اس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ -

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصر ذکر کرتے ہیں :-
حد تفسیر :- تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اول یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنا بریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قول ثانی۔ یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال أسفر الصبح ای اضاء۔ قال الله تعالیٰ والصبح اذا أسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہونا ہے۔ اور سفر کشف ایمان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ معنی ہے قلب پر او۔ قلب خلاف اصل ہے۔

قول ثالث :- اس کا ماخذ تفسر ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیش نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشف معانی اور ضیاء بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی۔ قیل هو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقة البشرية بنا بریں تعریف علم قرأت خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل هو علم یعرف بہ معانی کلام الله تعالیٰ او الفاظہ بحسب الطاقة البشرية۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرأت داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایة القاضی۔

وقیل هو العلم الباحت عن اصول کلام الله من حیث الدلالة علی المراد واختلاہ المقنن لانی وغیرک۔

بیان موضوع و غایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادة الدارین والاعتصام بالعودة الوثقی۔ کذا قالوا۔ ولحق عندی ان یقال ان غایة الاطلاع علی مراد الله من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)۔

قرآن مجید سے مراد اٹھ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اول تفسیر دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجب ثواب ہیں۔ عرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اول ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکارتاً صرف الایۃ الی ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایاتہ بمعنی سیانہ ہے کأن المول للکلام ساس الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ ابو عبیدہ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق اجاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قول ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل ما يتعلق بالکتب الالہیۃ والتفسیر ما يتعلق بہا و بغيرہا من کتب الفنون هذا ما یعلم من کلام الراغب۔

قول رابع۔ تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اشریہ ہے تفسیر ہے نفیہ شہادۃ علی ان اللہ عنی باللفظ هذا المعنی۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدن القطع و بدن الشہادۃ علی اللہ تعالیٰ۔ هذا واللہ اعلم۔

هذا اخر ما تيسر لهذا العبد الضعيف جمعه و ترتيبه
و تحريره وقد استراخ القلم منه ضحوة يوم
الاربعاء الثامن والعشرين من الصفر سنة ۱۴۰۳ هـ
و الحمد لله و صلى الله على خير خلقه محمد و على اله و
اصحابه اجمعين



۳۲	ترک افریڈوں کی اولاد میں	۲۱	بیان سوقی جہا شہ
۳۲	ایران کی وجہ تسمیہ	۲۲	بیان فارس
۳۲	سوسنی علیہ السلام بادشاہ منوچہر کے معاصر ہیں	۲۲	فتح فارس کا ذکر
۳۲	افریڈوں کا اپنی بڑی سے بدکاری کرنے کا قصہ	۲۲	حکومت ساسانیہ کا بیان
۳۲	بادشاہ کی کاؤس سلیمان علیہ السلام کا معاصر تھا اور بگم	۲۲	نبی علیہ السلام کسرفی نوشیروان کے عہد میں پیدا ہوئے تھے
۳۳	سلیمان علیہ السلام شیاطین اس کے تابع تھے۔	۲۲	فارس کی وجہ تسمیہ
۳۳	بختنصر لہ اسف کا گورنر تھا	۲۲	مصنف کے رسالہ عبرۃ الساس باحوال ملوک فارس
۳۳	بختنصر کے زمانے کی تعیین	۲۳	کا بیان۔
۳۵	دارا اکبر حمایہ بنت جمن کا بیٹا بھی تھا اور بھائی بھی	۲۳	فارس کے ملوک کینیدہ و ساسانیہ کا بیان
۳۵	ترجمہ دارا اصغر	۲۳	قتل دارا کے بعد کے احوال
۳۵	سکندر اور دارا کی جنگ کی تفصیل	۲۳	اول بادشاہ کیومرث و نیزہ کی تاریخ
۳۶	سکندر کے بعد ملوک یونانیہ کا جدول	۲۴	ملوک فرس کے چار طبقے ہیں۔
۳۶	قتل دارا کے بعد طوائف الملوک کی عدت اور دیگر	۲۴	قول ابن حبیب کہ کیومرث جتنی تھا اور نوع انسان کا
۳۶	احوال کی تفصیل	۲۴	پہلا بادشاہ جہشاہ تھا۔
۳۶	طوائف الملوک کے بعد مملکت ساسانیہ کے بانی	۲۴	مصنف کی تحقیق میں ابن حبیب کا قول بوجہ سہ
۳۶	اول اردشیر کا ذکر	۲۵	درست نہیں ہے۔
۳۶	مانی بن زیدہ زندیق فرس اور اس کے قتل کا ذکر	۲۵	وفات آدم علیہ السلام کے وقت اولاد آدم کی تعداد
۳۸	لفظ زندیق کا ماخذ	۲۵	کیومرث کی مزید تحقیق
۳۸	اصول حکام مملکت کا قصہ	۲۵	کیومرث کے بادشاہ بننے کی تفصیل
۳۹	سابور ذوالکف کی وجہ تسمیہ	۲۶	بعض کا قول ہے کہ نبی آدم کا پہلا بادشاہ او شینج تھا
۴۰	بنام خورنق کا قصہ	۲۶	ملوک فارس میں صنحاک کے احوال کا ذکر
۴۰	بہرام جورین یزدورد کی شجاعت و قوت کے	۲۸	عید مہر جان و نوروز کی تقریبی کے اسباب
۴۰	عجیب قصے۔	۲۸	ابتداء سے تا ظہور اسلام ملوک فارس کے اسما و عدت
۴۲	شاہ فیروز کا زمانہ قحط میں عجیب انتظام	۳۰	حکومت وغیرہ احوال کا عجیب نقشہ۔
۴۲	ترجمہ بادشاہ قباد بن فیروز	۳۰	شاہ جہشید کی سرکشی
۴۲	انوشیروان کے تولد کا عجیب قصہ	۳۱	ابراہیم علیہ السلام صنحاک و افریڈوں کے عہد میں تھے
۴۳	عہد قباد میں مزدک بانی فرقہ مزدکیہ ظاہر ہوا	۳۱	افریڈوں بادشاہ کا ترجمہ

۵۶	فترت کے مصداق تین ہیں	۴۳	بیان فرقہ مزدکیہ
۵۶	فترتہ الوحی کے تین سالوں کا ذکر	۴۳	ترجمہ انوشیروان
۵۷	فترت قسم ثانی کا بیان	۴۴	نبی علیہ السلام اور والد نبی علیہ السلام کا مولد اسی کے عہد حکومت میں ہوا تھا۔
۵۷	فترت قسم ثالث کا بیان	۴۴	مولد نبی علیہ السلام کے وقت مملکت ایران وغیرہ میں بعض امور غارقہ کا ظہور۔
۵۷	کیا عیسیٰ اور جہار سے نبی علیہما السلام کے مابین زمانے میں کوئی نبی مبعوث ہوا تھا؟	۴۴	انوشیروان کی مجلس میں بارہ امور کا ذکر اصول مملکت کے بارے میں۔
۵۸	کیا خالد بن سنان نبی تھے؟	۴۵	اس شخص کا ذکر جس نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔
۵۸	ترجمہ خالد بن سنان۔	۴۵	ان حروب فارس و روم کا ذکر جن میں آیت الم غلبت الیوم نازل ہوئی۔
۶۰	زمانہ فترت میں بعثت انبیاء علیہ السلام کی تحقیق	۴۶	ترجمہ ابرو میز جس نے نبی علیہ السلام کے خط کو چاک کیا تھا۔
۶۱	ترجمہ حاتم طائی مشہور سنی	۴۶	بیان حکومت بنات کسریٰ جن کے بارے میں نبی علیہ السلام نے کن یطخ قوم دلوا امرم امرأۃ فرمایا۔
۶۲	حاتم طائی کی بیٹی کا قصہ	۴۷	احوال یزدجرد آخر ملوک ساسان جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔
۶۳	کیا حاتم موحد تھا؟ یہ لطیف و بدیع بحث ہے۔	۴۷	نبی علیہ السلام کے ان خطوط کی تفصیل جو آپ نے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔
۶۳	مصنعت کی تحقیق کہ حاتم موحد نہ تھی سہنے اور اس دعویٰ کی تائید کے لئے دس دلائل لطیفہ کا ذکر۔	۴۹	کسریٰ کا نبی علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجا اور نبی علیہ السلام کا انہیں کسریٰ کے قتل ہو جانے کی اطلاع دینا۔
۶۱	عبداللہ بن جعدان کا ترجمہ۔	۵۰	ملوک فارس کی تعداد اور مدت حکومت
۶۱	ایک لطیف و شریف بحث کہ کیا اہل فترت ناجی ہیں یا غیر ناجی۔	۵۰	تمام دنیا کی عمر اور تواریخ انبیاء از وقت صیوٹ آدم علیہم السلام۔
۶۲	اصحاب کبہت کا بیان	۵۱	مصنعت کے رسالہ النظرۃ الی الفترۃ کا ذکر۔
۶۵	ان کے زمانہ پر بحث	۵۱	
۶۶	ان کی تعداد و اسما کا ذکر۔	۵۳	
۶۶	عجیب فوائد اسما اصحاب کبہت	۵۵	
۶۸	عروین لچی کے احوال	۵۵	
۶۹	عرو عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور بت پرستی رائج کی۔	۵۵	
۶۹	تلبیہ بدلنے کا قصہ	۵۵	
۸۰	بحیرہ۔ سانبر۔ وصیلہ۔ حامی کا بیان	۵۶	
۸۰	بیان فلسطین۔	۵۶	

۹۱	بیان بناو ابراہیمی	۸۱	فراٹ اور اس کے طول و منبع کا بیان
۹۳	بنار علاقہ	۸۲	قریش کا بیان
۹۳	بنار قریش کی تفصیل	۸۲	قریش کی وجہ تسمیہ
۹۵	ان امور کا بیان جو بناو قریش کے وقت درپیش ہوئے	۸۳	ذکر قحطان و نسب قحطان
۹۷	بناو قریش کی آٹھ خصوصیات	۸۳	کیا قحطان صود علیہ السلام کے بیٹے ہیں؟
۹۹	بناو ابن زبیر کا ذکر	۸۳	ان لوگوں کی دلیل کا ذکر جو قحطان کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے مانتے ہیں۔
	قرامطہ کا کتبہ اللہ پر قبضہ کرنا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے جانا۔	۸۴	بنار میں کل عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
۱۰۰	بنار تجاج کا ذکر	۸۴	قریظہ کا بیان
۱۰۰	طیبتہ نبی علیہ السلام کا ماتہ کعبہ سے۔	۸۵	بیان قمرح
۱۰۱	تذکرہ اشکال اور اس کا جواب	۸۵	بیان کوفہ اور اس کی وجہ تسمیہ۔
۱۰۲	تولیت کعبہ کی تفصیل لطیف	۸۵	عجیب مغانزہ بین اہل کوفہ و بصرہ
۱۰۳	بیت اللہ شریف کی چابی کا عجیب قصہ	۸۶	مسجد کوفہ کے فضائل
۱۰۳	بیان اللات	۸۶	ذکر کرمان
۱۰۵	بیان مصر	۸۶	تفصیل احوال کعبۃ اللہ
۱۰۵	مصر کے فضائل اور وجہ تسمیہ	۸۷	بنا کعبہ سے قبل مقام ہذا کے احوال
۱۰۶	عیوب مصر کا قصہ	۸۷	بیت اللہ کی سمت پر ساتوں آسمانوں میں بیت اللہ ہے
۱۰۷	بیان مزدلفہ	۸۷	اسلام سے قبل بڑے بڑے بادشاہ کعبہ کی تنظیم کے متفقہ تھے۔
۱۰۸	بیان مدینہ طیبہ	۸۸	بیت اللہ کے اندر خزانے کا بیان
۱۰۸	فضائل مدینہ	۸۸	اس بات کا بیان کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا۔
۱۰۸	اسماء مدینہ	۸۹	بعض منجین کا یہ قول کہ بیت اللہ کی یہ عظمت زحل کی مرجون سے ہے۔ باطل ہے۔
۱۰۸	اس کے اول باشندوں کا ذکر	۹۰	نوح علیہ السلام کی کشتی نے طواف کعبہ کیا
۱۰۹	بیان مکہ مکرمہ	۹۱	تعمیر بیت اللہ کی تفصیل
۱۰۹	مکہ کی وجہ تسمیہ	۹۱	اس بات کی تفصیل کہ بیت اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی ہے
۱۰۹	اسرار مکہ مکرمہ	۹۱	
۱۱۰	کیا مکہ افضل ہے مدینہ سے یا بالعکس اور ذکر دلائل طرفین	۹۱	

۱۲۳	شہر واسط کی تعمیر کا عجیب قصہ	۱۱۰	ذکر مشعر حرام
۱۲۴	بیان یمن	۱۱۰	ذکر محسر
۱۲۴	یمن کی وجہ تسمیہ	۱۱۱	ذکر مسجد حرام
	سلاطین یمن کے اسرار و مدت حکومت و بعض احوال کا مفید نقشہ و جدول۔	۱۱۱	مسجد حرام کی توسیع کا بیان
۱۲۵	قصہ اصحاب احد و دو کی تفصیل۔	۱۱۲	کیا سارے حرم پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے؟
۱۲۶	ابرحہ صاحب قصہ فیل کے واقعہ کی تفصیل۔	۱۱۲	مسجد ہذا میں فضیلت نماز کا ذکر
۱۲۶	تاریخ مولد نبی علیہ السلام کا بیان۔	۱۱۲	مسجد حرم میں تین سوانیاء علیہم السلام مدفون ہے۔
۱۲۹	سیف بن ذئی یزن سے عبدالمطلب کی طلاقات کرنا اور اس کا عبدالمطلب کو خاتم الانبیاء کے ظہور کی بشارت دینا۔	۱۱۲	قبر اسماعیل علیہ السلام کا مقام
۱۳۱	بیان یوم بہت	۱۱۳	بیان مروہ
۱۳۲	ہفتہ میں محرم دن یوم جمعہ ہی ہے۔	۱۱۳	صفا و مروہ پر نصب بتوں کا بیان
۱۳۳	یہود و نصاریٰ نے یوم بہت و یوم احد کی تعیین میں غلطی کی۔	۱۱۳	بیان میل۔ برید۔ فرسخ۔ ذراع
۱۳۳	یہود پر دراصل جمعہ کی تنظیم لازم کر دی گئی تھی۔ پھر انھوں نے یوم بہت کو پسند کیا۔	۱۱۵	بیان ناملہ و اساف
۱۳۳	اسلام میں عبادت کے لئے جمعہ کی تقرری کی گیارہ وجوہ کا ذکر۔	۱۱۵	بدکاری کی وجہ سے اساف و ناملہ کا سبج ہو کر پتھر بننے کا قصہ۔
۱۳۵	جاہلیت میں اور مختلف زبانوں میں ہفتے کے سات دنوں کے نام۔	۱۱۶	اہل جاہلیت طواف اساف سے شروع کرتے تھے۔
۱۳۸	فصل در بیان فرق مختلفہ	۱۱۸	قبیلہ نضیر کے احوال
	مصنف کے رسالہ المطالب المبرورہ فی الفرق الشہورہ کا ذکر۔	۱۱۸	نجران کا ذکر
۱۳۸	بیان فرقہ کرامیہ	۱۱۸	قرآن میں مذکور قصہ احد و نجران میں واقع ہوا تھا۔
۱۳۸	کرامیہ مجسر فرقہ ہے۔	۱۱۹	مدینہ میں وفد نجران کی آمد کا قصہ۔
۱۳۹	بیان فرقہ صابئہ۔	۱۲۰	دریائے نیل کا بیان
		۱۲۰	یہ طویل تر دریا ہے۔
		۱۲۱	فتح مصر کے بعد پہلے سال نیل کا خشک ہونا اور پھر خط عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ہوجنا ہونا۔
		۱۲۱	حدیث البتہ انما تخرج من اصلھا منھا النیل والفرات
		۱۲۲	کا مطلب۔
		۱۲۲	فرات میں غتی انار کا قصہ
		۱۲۳	بیان شہر واسط

۱۵۶	شیعوں کے بعض گمراہ عقائد	۱۳۹	صابنہ کا بانی بودا سف تھا۔
	بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول	۱۴۰	یہ کو اکب پرست فرقہ ہے۔
۱۵۷	کے قائل ہیں۔	۱۴۰	فرقہ صابنہ کے بعض عقائد
۱۵۸	فریب و غدر ہر شیعہ کی سرشت میں داخل ہے	۱۴۱	بیان فرقہ حشویر
۱۵۸	شیعوں کے غدر کی تفصیل۔	۱۴۲	بیان فرقہ ظاہریہ۔
۱۵۹	بیان فرقہ مجوس۔	۱۴۲	یہ داؤد ظاہری کے اتباع ہیں۔
۱۵۹	مجوس دو خالقوں کے قائل ہیں	۱۴۲	پانچویں مذہب کی تعظیم لازم ہے۔
۱۵۹	عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔	۱۴۳	داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے اعمال
۱۶۰	تفصیل دین مجوس	۱۴۴	داؤد کی قناعت و زہد کا عجیب قصہ
۱۶۰	تحقیق شیطان کا سبب مجوس کی رائی میں۔	۱۴۶	کیسا ظاہریہ کا قول احکام فقہ میں معتبر ہے۔
	مجوس کے عقیدہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور شیطان	۱۴۷	بیان فرقہ خوارج
	میں جنگ ہوئی۔ پھر فرشتوں نے مصالحت	۱۴۸	بیان فرقہ مرجزہ
۱۶۰	کرا دی۔		ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور
۱۶۲	بیان فرقہ زردشتیہ۔	۱۴۸	معاصی سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔
۱۶۳	زردشت کا بیان۔	۱۴۸	مرجزہ کے بارے میں مرفوع حدیث کا ذکر
۱۶۳	زردشت کا خیال نور و ظلمت کے بارے میں۔	۱۶۶	بعض جہال کا امام ابو حنیفہ کو مرجزہ کہنا بڑی غلطی ہے
۱۶۳	بیان فرقہ ثنویہ۔		امام ابو حنیفہ کی برأت کے بارے میں بحث بدیع و
۱۶۳	بیان فرقہ مانویہ۔	۱۴۹	لطیف۔
۱۶۵	شمس و قمر کے الوار کے بارے میں ان کا عقیدہ	۱۵۰	ارجار کی تین قسمیں
۱۶۶	بیان فرقہ مزدکیہ	۱۵۱	بیان فرقہ جہتیہ
	مزدکیہ کو اہل فارس زندیق کہتے تھے اور یہی	۱۵۲	جہیہ فرقہ جہریہ ہے۔
۱۶۷	فرقہ لفظ زندیق کا ماخذ ہے۔	۱۵۳	بیان فرقہ معتزلہ
	مزدکیہ زمانہ قدیم کے کونٹ ہیں بلکہ وہ	۱۵۳	تفصیل عقائد معتزلہ
۱۶۷	بعض وجوہ میں کونٹوں سے بھی آگے ہیں۔	۱۵۵	معتزلہ کے چند فرقوں کا بیان۔
۱۶۷	فرقہ دیصانیہ	۱۵۵	بیان فرقہ شیعہ۔
۱۶۷	بیان یہود	۱۵۵	تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی۔
۱۶۸	بیان نصاریٰ	۱۵۶	تشیع کے چند فرقوں کا ذکر۔

۱۷۸	ذکر شعیب علیہ السلام	۱۷۹	فصل در احوال انبیاء علیہم السلام
۱۷۹	ذکر حزقیل علیہ السلام	۱۷۹	مصنف کی کتاب مرآة النبیاء فی تاریخ الانبیاء
۱۷۹	ذکر یوسف علیہ السلام	۱۷۹	کا ذکر۔
۱۸۰	یوسف علیہ السلام کی احوال کے بارے میں تاریخی تحقیق۔	۱۷۹	ذکر آدم علیہ السلام
۱۸۰	داؤد علیہ السلام کا ذکر۔	۱۷۹	حدیث ان اللہ خلق ماة الف آدم
۱۸۱	زمانہ داؤد علیہ السلام پر تاریخی بحث۔	۱۷۹	مولہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی تاریخ
۱۸۱	ذکر سلیمان علیہ السلام	۱۷۹	نوح علیہ السلام کے احوال
۱۸۱	بیت المقدس کی تعمیر و وسعت و بلندی و تاریخ کی تحقیق۔	۱۷۹	ان کے ابنار ثلثہ حام سام یافث کا ذکر
۱۸۲	سلیمان علیہ السلام کی مدت حکومت اور دیگر انبیاء کی وفات کی تاریخوں کی غیبی تحقیق۔	۱۷۹	اہل پاکستان کس کی اولاد ہیں
۱۸۲	ذکر ادریس علیہ السلام	۱۷۹	ذکر صابی بانی فرقہ صابیہ
۱۸۲	چار انبیاء علیہم السلام اسی تک زندہ ہیں۔	۱۷۹	وفار الثور کا مطلب
۱۸۳	علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔	۱۷۹	طوفان نوح کی تاریخ پر بحث
۱۸۳	ادریس علیہ السلام کے زمانے کی تحقیق	۱۷۹	ابراہیم علیہ السلام کے احوال
۱۸۳	ذکر یحییٰ علیہ السلام	۱۷۹	ابراہیم علیہ السلام کا والد تاریخ سے نہ کہ آزر
۱۸۳	قتل یحییٰ علیہ السلام کا ذکر	۱۷۹	فضائل ابراہیم علیہ السلام
۱۸۳	بنار جامع مسجد دمشق کے وقت ایک خارجی مسجد بنی جس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک موجود تھا۔	۱۷۹	ذکر عزیر علیہ السلام
۱۸۳	یحییٰ علیہ السلام قیامت میں موت فرج فرمائیں گے	۱۷۹	ذکر موسیٰ علیہ السلام
۱۸۳	ذکر عیسیٰ علیہ السلام	۱۷۹	موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا۔
۱۸۵	کیا مریم نبیہ تھیں؟	۱۷۹	موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ وفات کی تحقیق لطیف۔
۱۸۵	نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شادی و مدت حیات و موضع قبر وغیرہ احوال کا ذکر۔	۱۷۹	مدین میں ان کی شادی کا قصہ
۱۸۵	مختصر احوال خاتم الانبیاء علیہ السلام کا ذکر۔	۱۷۹	ذکر حدیث اصدق النساء فراسرۃ امرآمان۔
		۱۷۹	ذکر اسماعیل علیہ السلام
		۱۷۹	ذکر ہارون علیہ السلام
		۱۷۹	کیا قبر ہارون جبل اُحد میں ہے۔
		۱۷۹	وفات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا بیان
		۱۷۹	ذکر زکریا علیہ السلام

۱۹۳	ذکر قصہ ماروت و ماروت۔	۱۸۵	ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب۔
۱۹۳	کیا قصہ زہرہ و صبح ہے؟	۱۸۶	آپ کے نوچوں کا ذکر۔
۱۹۵	فیصل خنزیر ضرب دہ قرہ عقب عکبوت	۱۸۶	بنات عبد المطلب کے نام
۱۹۵	ارنب زہرہ و غیرہ تیرہ مسوتوں کا ذکر۔	۱۸۶	عبد المطلب کی چھ بیویوں کے نام اور ان کی اولاد کی تفصیل۔
۱۹۵	قصہ ماروت ماروت میں علماء کے اقوال۔	۱۸۶	تاریخ مولد نبی علیہ السلام کی تحقیق
۱۹۶	ابن عمر کا زہرہ کو سب و شتم کرنا اور اس کی توجیہ	۱۸۶	سوموار کے دن کی خصوصیت
۱۹۶	بیان جن	۱۸۶	آپ کی ولادت دن کو جوئی یا رات کو
۱۹۶	مستزادہ فلاسفہ بھیمہ وجود جن کے منکر ہیں۔	۱۸۶	ولادت کے بعد آپ کا کلام کرنا
۱۹۶	جن و شیاطین ایک نوع ہیں۔	۱۸۸	نبی علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث۔
۱۹۶	ابوالجن کا نام شومیا ہے	۱۸۹	آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے
۱۹۸	کیا ابلیس ابوالجن ہے؟	۱۸۹	بطن سے ہیں۔ سولتے ابراہیم کے۔
۱۹۸	جن کی تین قسمیں	۱۸۹	آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بحث۔
۱۹۹	کیا جن انسان کی طرح اکل و شرب کرتے ہیں؟	۱۹۰	ازواج مطہرات کے نام
۱۹۹	کیا نوع جن میں رسول و نبی آئے تھے؟	۱۹۰	ذکر ابنا، ابراہیم علیہ السلام
۲۰۰	جنات کے دخول جنت کی بحث۔	۱۹۰	ابراہیم علیہ السلام کی ازواج ثلاثہ اور ان کی اولاد کی تفصیل۔
۲۰۰	جنتی والنہی میں جواز و عدم جواز نکاح کی	۱۹۱	پہنے پہنے بیٹوں کو زمین کے مختلف خطوں میں بھیجا
۲۰۰	مفضل بحث۔	۱۹۱	ذکر ابنا، اسماعیل علیہ السلام
۲۰۱	جلال الدین کے نکاح مع جلیہ کا عجیب قصہ۔	۱۹۲	ذکر اولاد یعقوب علیہ السلام
۲۰۱	احوال ابلیس	۱۹۲	بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کا ذکر۔
۲۰۱	ابلیس کا نام و کنیت	۱۹۲	کیا جمع بین الاختین فی النکاح پہلے جائز تھا؟
۲۰۲	ابلیس و شیطان کا فرق	۱۹۲	اسحاق علیہ السلام کی اولاد و اولاد اولاد کی تفصیل۔
۲۰۲	اصل لفظ شیطان میں دو قول ہیں	۱۹۳	سوی و یارون و زکریا و سلیمان و یوسف و یونس
۲۰۳	کیا ابلیس نوع ملائکہ میں سے تھا یا نوع جن میں سے؟ یہ بحث نہایت اہم ہے۔	۱۹۳	داؤد و خضر و ایسا علیہم السلام کے نسب کے سلسلے۔
۲۰۳	امام شعبی کا قصہ۔		
۲۰۳	بعض اولاد ابلیس کے نام اور شرارتوں کا ذکر۔		
۲۰۵	ابلیس کا تخت سمندر پر ہے۔		

۲۲۱	نبی علیہ السلام نے صرف دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا۔	۲۰۵	ایک غریب و عجیب قصہ کہ امریکہ میں بعض لوگ ایلیس کی باقاعدہ پرستش کرتے ہیں۔
۲۲۲	بیان عزرائیل علیہ السلام	۲۰۶	ایلیس کی پرستش کرنے والوں کے قصے کی تفصیل۔
۲۲۲	عزرائیل کے معاون فرشتے۔	۲۰۷	ذکر حضرت علیہ السلام
۲۲۲	تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے زمین سے مٹی اٹھانے والے عزرائیل علیہ السلام تھے۔	۲۰۸	نسب نضر علیہ السلام میں متعدد اقوال کا ذکر
۲۲۳	کسی کی موت پر رونے والوں سے عزرائیل کا کلام نیک شخص کی موت کے وقت آپ اچھی شکل میں اور برے شخص کی موت کے وقت خوفناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔	۲۰۸	نبوت نضر علیہ السلام میں اختلاف ہے
۲۲۳	کسی کی اجل پوری ہونے کا عزرائیل کو کیسے پتہ چلتا ہے؟	۲۰۸	حیات نضر علیہ السلام کی بحث
۲۲۵	پہلے زمانے میں عزرائیل امراض کے بغیر کسی کے پاس ظاہر ہو کر جان لیتے تھے۔	۲۱۰	مریم علیہا السلام کا ذکر۔
۲۲۷	حیوانات کی ارواح کون قبض کرتا ہے؟	۲۱۰	نسب مریم کا بیان۔
۲۲۸	ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ پڑھنے کا فائدہ۔	۲۱۱	کیا مریم نیتہ تھیں۔
۲۲۹	ذکر اسرافیل علیہ السلام	۲۱۱	ذکر ملائکہ علیہم السلام
۲۳۰	افضل الملائکہ چار ہیں۔	۲۱۱	مصنف کے رسالہ اعلام اکرام بحوال الملائکہ العظام کا ذکر۔
۲۳۰	اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ۔	۲۱۲	حقیقت ملائکہ میں فونڈا ہیب کا ذکر۔
۲۳۰	وحی کی اطلاع اولاً اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے۔ بعد جبریل علیہ السلام کو۔	۲۱۳	حقیقت ملائکہ میں مذہب فلاسفہ کا بیان
۲۳۱	قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام سے سوال کیا جائیگا۔	۲۱۳	فلاسفہ کا قول کہ عقول عشرہ ملائکہ میں اور عقل فعال جبریل ہے، باطل ہے، بوجہ بعد۔
۲۳۱	ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس اسرافیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر۔	۲۱۴	بیان جبریل علیہ السلام
۲۳۱	بچوں کی صورتوں پر موکل فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔	۲۱۴	لفظ جبریل کا مطلب
۲۳۱		۲۱۷	ہر نبی اور خدا کے مابین سفیر جبریل علیہ السلام ہوتے تھے
		۲۱۷	کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چند سال تک سفیر اسرافیل علیہ السلام تھے؟
		۲۱۸	اس سلسلے میں ذکر تحقیق سیوطی رحمہ اللہ۔
		۲۱۹	ذکر تعداد نزول جبریل علیہ السلام
		۲۱۹	علی النبی علیہ السلام
		۲۲۰	کیا موت نبی علیہ السلام کے بعد جبریل علیہ السلام کا نزول زمین پر منقطع ہوا؟

۲۳۲	مزید اقوال قیصر۔	۲۳۲	ذکر میسائل علیہ السلام
۲۳۵	لفظ کسریٰ کی تحقیق بدیع۔	۲۳۲	خروج و جلال کی وقت میسائل علیہ السلام ہی
۲۳۶	مطلب حدیث اذا اهلک کسریٰ قیصر فلا قیصر لہ	۲۳۲	مکر مکر کے محافظ ہوں گے۔
۲۳۶	واذا اهلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔	۲۳۲	میسائل انزلق و امطار پر ہو گل بست۔
۲۳۶	مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے القاب	۲۳۲	تھریکے بارے میں اشکال اور اسکا دفع۔
۲۳۶	کا عجیب فائدہ۔	۲۳۲	ذکر ذوالقرنین۔
۲۳۶	صحافی کی دس تعریفوں کا لطیف بیان	۲۳۲	کیا ذوالقرنین نبی تھے؟
۲۳۶	صحابہ تین قسم پر ہیں۔	۲۳۲	سبب تسمیہ ذوالقرنین۔
۲۳۶	تابعی کی تعریف کا بیان۔	۲۳۲	آپ کے نام میں کئی اقوال ہیں۔
۲۳۶	تابعین کے پندرہ طبقوں کا بیان۔	۲۳۲	ذوالقرنین کی عمر کا بیان۔
۲۳۶	عربی و اعراب کا بیان۔	۲۳۲	اسکندر دو ہیں۔
۲۳۶	لفظ شیخان کے مسنداق کی عجیب تفصیل	۲۳۲	اسکندر رومی یونانی قاتل دارا کا ترجمہ۔
۲۳۶	تراجم خلفاء راشدہ اور انکی حکومت کی مدت	۲۳۲	بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین
۲۳۶	مطلب حدیث اخلافا بعدی ثلاثون سنہ	۲۳۲	ہیں اسکندر رومی ہے۔
۲۳۶	جاہلیت کے مطلب پر بحث شریف۔	۲۳۲	مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین و
۲۳۶	جاہلیت دو قسم پر ہے۔	۲۳۲	اسکندر رومی دو شخص ہیں۔
۲۳۶	جاہلیت کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔	۲۳۲	مذکورہ صدر دہلوی کی چھ دلیلیں۔
۲۳۶	جاہلیت کے ماخذ میں مصنف کی رائے	۲۳۲	فصل در بیان فوائد۔
۲۳۶	جاہلیت اولیٰ کی تحقیق۔	۲۳۲	بیان دینار درہم مثقال صحت رطل۔
۲۳۶	مسند دانیال علیہم السلام کی ولادت سے	۲۳۲	مصنف کی نظم بیان اوزان میں۔
۲۳۶	قبل جاہلیت کا ذکر۔	۲۳۲	مہر شریٰ کی مقدار میں علماء کی غلطی کا بیان۔
۲۳۶	فائدہ در بیان حساب جمل۔	۲۳۲	قبائل عرب کا بیان۔
۲۳۶	حساب جمل کی تحقیق۔	۲۳۲	ترتیب قبائل عرب۔
۲۳۶	کلمات ابجد صولح در صل بادشاہوں	۲۳۲	لقب شیخ الاسلام کی تشریح۔
۲۳۶	کے نام تھے۔	۲۳۲	بیان کسریٰ و قیصر۔
۲۳۶	کلمات ابجد کی تاریخی تحقیق۔	۲۳۲	اول سنی بقیہ میں پہلے اقوال ہیں۔
۲۳۶	فائدہ در بیان زندیق۔	۲۳۲	قیصر کے معنی کا بیان۔
۲۳۲	مصنف کے رسالہ تحقیق فی الزندق کا ذکر	۲۳۲	
۲۳۵	زندیق کی تفسیر میں متعدد اقوال کا ذکر	۲۳۵	
۲۳۶	مصنف کا قول زندیق کی تعریف میں	۲۳۶	
۲۳۶	مصنف کی تعریف جامع کے بارہ فوائد کا ذکر	۲۳۶	
۲۳۶	بعض اہل بدعت بھی زندیق ہیں۔	۲۳۶	
۲۳۶	قادیانی فرقہ کے دونوں گروہ زندیق ہیں۔	۲۳۶	
۲۳۶	از روئے شرح قادیانی کسی مملکت اسلامیہ	۲۳۶	
۲۳۶	میں اقامت کے مجاز نہیں۔	۲۳۶	
۲۳۶	قادیانی جزیرہ ادا کر کے بھی اسلامی مملکت	۲۳۶	
۲۳۶	میں اقامت نہیں کر سکتے۔	۲۳۶	
۲۳۶	قادیانیوں کے زندیق ہونے کی وجہ	۲۳۶	
۲۳۶	مکر حیثیت حدیث بھی زندیق ہے	۲۳۶	
۲۳۶	قرآن کی تحریف کرنیوالے بھی زندیق ہیں۔	۲۳۶	
۲۳۶	امریکانی لفظ زندیق کے ماخذ کی تحقیق شریف	۲۳۶	
۲۳۶	تبریز ارتشت زہر خوش۔	۲۳۶	
۲۳۶	فائدہ شعرا کے چھ طبقوں کا بیان۔	۲۳۶	
۲۳۶	کون سے طبقے کا کام حجت ہے اور کون	۲۳۶	
۲۳۶	سے کاجت نہیں۔	۲۳۶	
۲۳۶	ثریا کا بیان	۲۳۶	
۲۳۶	حدیث میں ابوحنیفہ کو نزیہ کے ساتھ	۲۳۶	
۲۳۶	تشبیہ دینے کا بیان۔	۲۳۶	
۲۳۶	فصل بیضاوی کے شرح و محشین کا بیان	۲۳۶	
۲۳۶	عبدضعیف روحانی مصنف کتاب	۲۳۶	
۲۳۶	کا مختصر ترجمہ۔	۲۳۶	
۲۳۶	فصل تفسیر نذامین بیضاوی کے چند	۲۳۶	
۲۳۶	اخطا کا بیان۔	۲۳۶	
۲۳۶	فصل در بیان فوائد اصول تفسیر۔	۲۳۶	

فهرست بعض مؤلفات الروحاني البازي و هي كثيرة نذكر ههنا نبذةً منها و اكثرها باللغة العربية

في علم التفسير

- ١- شرح وتفسير لنحو ثلاثين سورة من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على علوم .
- ٢- ازهار التسهيل في مجلدات كثيرة تزيد على اربعين مجلداً . هو شرح مبسوط للتفسير الشهير في الدنيا للمحقق البيضاوي .
- ٣- كتاب علوم القرآن في اصول التفسير و علومه الكلية .
- ٤- تفسير آية " قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله " الآية . هو مشتمل على غرائب اسرار تحتوى عليها هذه الآية . ذكر المصنف فيه نحو سبعين سراً و هذه الاسرار اللطيفة مثيرة لساكن العزمات الى روضات الجنات .
- ٥- كتاب ثبوت النسخ في غير واحد من الاحكام الاسلامية و هو مشتمل على اسرار النسخ و مصالحه التي خلعت عنها الكتب . صنفه المصنف دمعاً لمطاعن غلام احمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجية الاحاديث النبوية في الاحكام الاسلامية و ذلك بعد ما

- اتفقت مناظرات قلمية و خطابية بين المصنف و بين هذا الملحد غلام احمد و أتباعه .
- ٦- فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير لا نظير له في كتب السلف و الخلف و هو يشتمل على نحو سبع مائة و خمسين من خصائص الاسم الله الجلالة .
- ٧- رسالة في تفسير " هدى للمتقين " فيها نحو عشرين جواباً لحل اشكال تخصيص الهداية بالمتقين .
- ٨- مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

- ١- شرح حصّة من صحيح مسلم رحمه الله تعالى .
- ٢- كتاب علوم الحديث . كتاب مفيد في اصول الحديث و علومه .
- ٣- شرح السنن و الجامع للامام الترمذي رحمه الله تعالى .
- ٤- فتح العليم بحل الاشكال العظيم في حديث كما " صلّيت على ابراهيم " . كتاب كبير غريب بديع لا نظير له في كتب السلف و الخلف ذكر المصنف فيه حلّ هذا الاشكال نحو مائة و تسعين جواباً .

٥- مختصر فتح العليم .

في علم الادب العربي

- ١- شرح ديوان ابي الطيب المتنبي .
- ٢- خصائص اللغة العربية و مزايها كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابيه مشتمل على لطائف فضائل اللغة العربية.
- ٣- رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب يحتوي على لطائف التعريفات للمصدر الصريح و المصدر المؤول و حاصل المصدر و اسم المصدر و علم المصدر و الجنس و اسم الجنس و علم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع و الجنس اللغوي و الفقهي و العرفي و المنطقي و الاصولي و نحو ذلك و بيان الفروق بينها .
- ٤- الطوبسى . قصيدة في نظم اسماء الله الحسني .
- ٥- الحسيني . قصيدة في نظم اسماء النبي صلى الله عليه وسلم .
- ٦- المباحث الممهدة . في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدمة الواقع في الخطب .
- ٧- ديوان القصائد . مشتمل على قصائد .

في علم النحو

- ١- بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملا جامي . شرح مسوط جمع مباحث متعلقة بالفعل و الحرف و الاسم و حدودها و علاماتها . هو كتاب

لا نظير له في كتب النحو .

- ٢- التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي .
- ٣- النجم السعد في مباحث " اما بعد " جمع فيه المصنّف مباحث مفيدة لقولهم " اما بعد " و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهاً من وجوه اعرابه . فانظر الى هذه الكلمة المختصرة و الى هذه الوجوه الكثيرة .
- ٤- نفحة الرّيحانة في اسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على اسرار هذه اللفظة .
- ٥- الطريق العادل الى بغية الكامل .
- ٦- كتاب الدرّة الفريدة . في الكلم التي تكون اسماً و فعلاً و حرفاً او حوت قسمين من اقسام الكلمة الثلاثة . و هذا من غرائب كتب الدنيا .

في علم الصرف

- ١- كتاب الصّرف . كتاب نافع على منوال حديد .
- ٢- كتاب الابواب و تصريفاتها .

في علمي العروض و القوافي

- ١- الرّياض الناصرة شرح محيط الدّائرة .
- ٢- العيون الناظرة الى الرياض الناصرة . هو كتاب لطيف مشتمل على اصول هذا الفن و انواع الشعر و ما يتعلّق بذلك .
- ٣- كتاب الوافي شرح الكافي . شرح

مبسوط للكاتب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

- ١- كتاب الفروق اللغوية بين الالفاظ العربية.
- ٢- نعم النّول في اسرار لفظة القول . رسالة مشتملة على أبحاث لطيفة في مادة " ق ، و ، ل " .
- ٣- كتاب زيادة المعنى لزيادة المبني . ذكر المصنّف فيه ان زيادة المادة تدلّ على زيادة المعنى واتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة .
- ٤- لطائف البال في الفروق بين الاهل والآل . كتاب لا مثيل له في موضوعه .
- ٥- هل الاحاديث حجة في القواعد العربيّة و الضوابط اللغويّة . كتاب كبير مشتمل على بدائع و غرائب .

في علم التاريخ

- ١- تخير الحسب بمعرفة اقسام العرب و طبقات العرب .
- ٢- الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة .
- ٣- مرآة النجباء في تاريخ الانبياء .
- ٤- التحقيق في الزنديق .
- ٥- عبرة السائس باحوال ملوك فارس .
- ٦- غاية الطلب في اسواق العرب .
- ٧- إعلام الكرام باحوال الملائكة العظام .
- ٨- تراجم شارحى تفسير البيضاوى و مُحثّيه .

٩- الطاحون في احوال الطاعون .

١٠- النظرة الى الفترة . في بيان مصاديق زمن

الفترة و اقسامها و احكامها .

١١- تاريخ العلماء و الاعيان .

في علم المنطق

- ١- شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي .
- ٢- التعليقات على شرح القاضي مبارك لسبلم العلوم .
- ٣- التعليقات على سلّم العلوم .
- ٤- التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .
- ٥- الثمرات الالهامية لاختلاف اهل المنطق و العربيّة في ان حكم الشرطية هل هو بين المقدم و التالى او هو في التالى .
- ٦- شرح مبحث الوجود الرباطى من كتاب حمد الله .
- ٧- التحقيقات العلميّة في نفى الاختلاف في محلّ نسبة القضية الشرطية بين علماء المنطق و علماء العربيّة . كتاب عويص لا يفهمه الا البعض من الافاضل . ذكر فيه المصنّف مباحث لا يقدر عليها الا من كان ذا مطالعة واسعة جداً .

في علم الهيئة القديمة

- ١- التعليقات على التصريح شرح كتاب الشريح .
- ٢- التعليقات على شرح الجفميين .
- ٣- نيل البصرة في نسبة سبع عرض الشعيرة .

١٤- كتاب شرح حديث " انّ النبي عليه السلام كان يصلى العشاء لسقوط القمر ليلية ثالثة "

١٥- التقاويم المختلفة و أحوال مباديها .

١٦- قدر المدّة من الفجر الى طلوع الشمس .

كتاب دقيق لا يفهمه الا المهرة . ألفه

المصنّف عند تحكيم العلماء اياه في هذه

المسئلة الكثيرة الاختلاف .

١٧- هل للسموات ابواب .

١٨- هل السماوات القرآنيّة اجسام صلبة او

هى عبارة عن طبقات فضائيّة .

١٩- هل الارض متحرّكة . جمع فيه اقوال

علماء الاسلام و آراء الفلاسفة من

القدماء و المحدثين .

٢٠- كتاب عيد الفطر و سير القمر .

٢١- كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير

جامع لمسائل الفنّ . هو أوّل

كتاب صنّفه المصنّف في هذا الفنّ .

في الموضوعات المتفرّقة

١- كتاب أسرار الاسراء الى بيت المقدس

قبل العروج الى السماء .

٢- الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و احمد

اسمى نبينا صلّى الله عليه وسلّم .

٣- كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من

اصحاب الفيل دون غيرهم من اصحاب

الحجّاج الظالم و من الملاحدة الباطنية .

٤- كتاب الحكايات الحكميّة .

٤- كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهمّ حسما اقتضاه علم الفلك القديم .

في علم الهيئة الجديدة

١- الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢- سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . في

مجلدين ضخيمين .

٣- الهيئة الوُسْطى .

٤- النجوم النُشْطى شرح الهيئة

الوسطى .

٥- الهيئة الصغرى .

٦- مدار البشرى شرح الهيئة الصغرى .

٧- ميزان الهيئة .

٨- اين محلّ السماوات السبع . كتاب نفيس

مهمّ لم يصنّف احد قبل هذا في هذا

الموضوع . صنّفه المصنّف لدفع مطاعن

المتنوّرين المبيّنة على اطلاق السفن

الفضائيّة الى القمر و الزهرة و غير ذلك .

٩- هل الكواكب و النجوم متحرّكة بذواتها .

١٠- هل السماء و الفلك مزادفان .

١١- عمر العالم و قيام القيامة عند علماء

الفلك و علماء الاسلام .

١٢- الفلكيات الجديدة . كتاب جامع

من مؤلفات المصنّف

١- كتاب أسرار الفلك و النجوم و القمر و الشمس